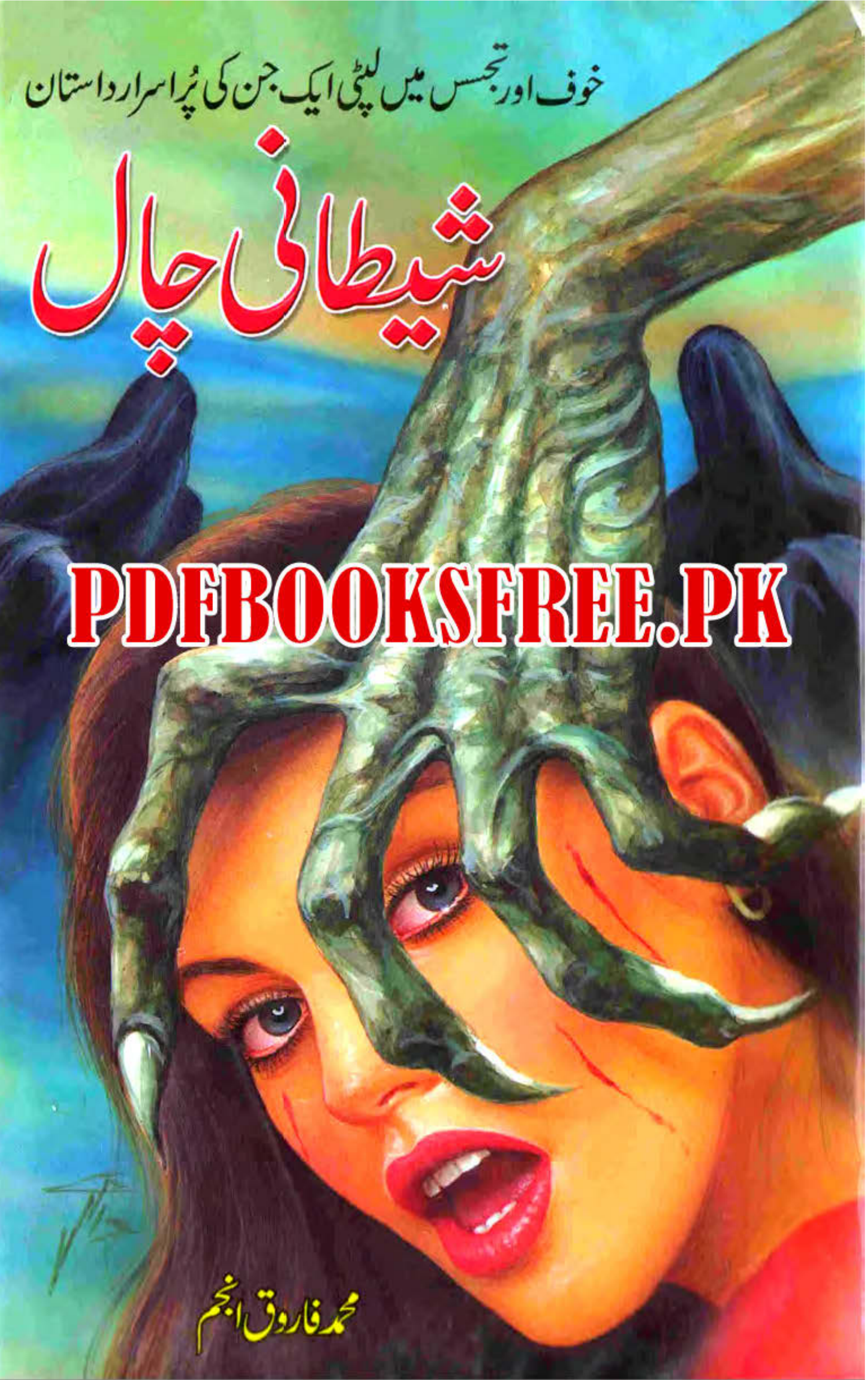

خوف اور تجسس میں لپٹی ایک جن کی پُراسرار داستان
شیطانی چال
PDFBOOKSFREE.PK
محمد فاروق انجم

خوف اور تجسس میں لپٹی ایک جن کی پُراسرار داستان

شیطانی چال

محمد فاروق انجم

علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: ۷۲۴۷۴۱۴-۳۷

شیطانی چال ○ 5

نومبر کی سرد رات تھی۔

شام ہوتے ہی آسمان کو سیاہ اور گہرے بادلوں نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ ہوائیں چلنے لگی تھیں، اور رفتہ رفتہ ہوائیں آندھی کی شکل اختیار کر گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایسی شدید آندھی چلنے لگی کہ ہر چیز کو گرد و غبار نے اپنے حصار میں لے لیا۔ لگتا تھا کہ یہ آندھی ہر چیز کو اُڑا کر اپنے ساتھ لے جائے گی۔ عجیب سی چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ جنہیں سن کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ آندھی کی شدت ایسی تھی کہ کئی کمزور درخت اپنی جگہ سے اکھڑ کر زمین بوس ہو گئے تھے، سائن بورڈ اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے، اور سڑک پر پڑے دکھائی دینے لگے تھے اور کچھ ایک طرف سے ٹوٹ کر لٹک کر ہوا میں جھول رہے تھے۔ تیز ہوا میں جب وہ جھولتے ہوئے دیوار یا کسی اور چیز سے ٹکراتے تو اُن کی آواز بھی خوف پیدا کر دینے کا حصہ بن جاتی تھی۔ ایسی شدید غیر متوقع آندھی تھی۔

اس شدید آندھی میں بس بہ مشکل اپنے اسٹاپ تک پہنچی۔ بس کے ڈرائیور کو آندھی اور گرد و غبار کی وجہ سے بس چلانے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ تیز ہیڈ لائیٹس میں بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کیا ہے۔ ایک چھوٹا بورڈ نہ جانے کہاں سے اُڑ کر بس کے اگلے حصے سے ایک دھماکے سے ٹکرایا تو اندر بیٹھی ہوئی سواریوں کے ساتھ ساتھ ڈرائیور بھی ڈر کر چونک گیا تھا۔ کچھ خواتین کی تو چیخیں نکل گئی تھیں۔ اگر وہ بورڈ بس کی اسکرین پر آ کر لگتا تو شاید وہ اسکرین کو توڑتا ہوا بس کے اندر آ جاتا اور جانے کیا نقصان پہنچا دیتا۔ جیسے ہی بس اسٹاپ پر رکی، مسافر باہر نکلنے لگے۔ اس جگہ پانچ مسافر اترے تھے۔ اُن میں سے ایک اویس احمد بھی تھا۔

مسافر اُتار کر بس چلی گئی۔ اویس کے ساتھ اُترنے والے مسافر دائیں بائیں نکل گئے

تھے۔ وہ اکیلا ہی اس جگہ کھڑا آندھی میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اس صورتِ حال میں کیا وہ اگلے چوک تک چل کر جا سکے گا؟ مٹی اس کی ناک، منہ اور آنکھوں میں جا رہی تھی کہ جس سے آنکھیں مسلسل کھول کر رکھنا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھیں بار بار کھول اور بند کر رہا تھا۔ دور تک تو کیا، نزدیک دیکھنا بھی اس کے لئے ناممکن ہو رہا تھا۔

اچانک اُس نے اپنے عقب میں گردن گھمائی اُسے خیال آیا کہ اس جگہ ایک جنرل اسٹور ہے۔ بجائے اس کے کہ اس آندھی میں چلنے کی کوشش کی جائے اس جنرل اسٹور میں رک کر آندھی کی شدت میں کمی ہونے کا انتظار کر لینا چاہئے۔ ورنہ تو چلنا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ جنرل اسٹور بس اسٹاپ کے سامنے ہی سڑک عبور کر کے تھا۔ یہ سوچتے ہی وہ اس جنرل اسٹور کی طرف گھوما اور بہ مشکل آنکھیں بند کرتا اور کھولتا، مٹی اور گرد و غبار سے بغل گیر ہوتا اُس جنرل اسٹور کے دروازے تک جا پہنچا۔

جنرل اسٹور کا صحت مند اور گول مٹول سا مالک اپنے کاؤنٹر کے پیچھے کرسی پر براجمان تھا۔ جبکہ تین سیلز مین اپنی اپنی جگہ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے تھے۔ اُس نے جنرل اسٹور کے شیشے کے دروازے کو اندر دھکیل کر کھولنا چاہا وہ اندر سے مقفل تھا۔ اویس کو دروازے کے ساتھ لگا دیکھ کر ایک سیلز مین دروازے کے پاس آیا اور اوپر لگی چھوٹی کھڑکی کھول کر پوچھا۔

”کیا چاہئے؟“

”نہیں کچھ نہیں...... آندھی کے رک جانے کے انتظار میں اِدھر آ گیا ہوں۔“ اویس نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے صاف گوئی سے کام لیا۔

اس کی بات سنتے ہی اُس سیلز مین نے وہ چھوٹی کھڑکی بند کی اور پھر اپنی جگہ کی طرف چلا گیا۔ جبکہ اویس کو اُمید تھی کہ اس کی بات سن کر ہمدردی کے تحت وہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی پیشکش کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اور وہ باہر ہی ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

اُس کی بے اعتنائی پر اویس کو غصہ بھی آ رہا تھا۔ اس کم ظرف نے تو انکار میں بھی جواب دینا گوارا نہیں کیا تھا۔ گرد و غبار سے بچنے کے لئے اس نے اپنا دفتری بیگ اپنے چہرے کے آگے کر لیا۔ تیز آندھی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

جب اویس دفتر سے نکلا تھا تو بہت انتظار کے بعد اس کے روٹ کی ایک ہی بس آئی تھی، اور وہ بھی اس طرح سے بھری ہوئی تھی کہ تل رکھنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ اگلی بس کے انتظار میں اُسے بہت دیر اس جگہ رکنا پڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس روٹ کی بسیں کہاں

چلی گئی ہیں اور جب دوسرے روٹ کی بس آئی جو کچھ فاصلے پر اتارتی تھی تو اس نے موسم کا تغیر دیکھتے ہوئے اُس بس میں بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ اِس طرف اُتر گیا تھا ورنہ دوسری طرف اُترتا تو چند قدم پر ہی اس کا فلیٹ تھا۔

اویس اپنے آفس اپنی موٹر سائیکل پر ہی آتا جاتا تھا لیکن آج صبح آفس جانے کے لئے جیسے ہی اس نے اپنی موٹر سائیکل نکال کر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی باوجود بے شمار ککیں لینے کے وہ موٹر سائیکل اسٹارٹ ہی نہیں ہوئی تھی۔ اچانک پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔ حالانکہ وہ نئی موٹر سائیکل تھی، چھ ماہ قبل ہی اس نے اُسے خریدا تھا اور وہ اس کی بہترین دیکھ بھال میں تھی۔ اگر اُس وقت وہ موٹر سائیکل کسی مکینک کو دکھانے کے لئے لے جاتا تو اُسے آفس سے دیر ہو جاتی۔ لہٰذا وہ موٹر سائیکل کھڑی کر کے بس پر ہی آفس چلا گیا تھا۔

اویس کو پندرہ، بیس منٹ ہو گئے تھے اس جنرل اسٹور کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آندھی کی شدت میں کمی آ گئی تھی۔ گرد و غبار بھی کسی حد تک کم ہو گیا تھا۔ اب ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ آسمان پر چھائے ہوئے بادل گرجنے لگے تھے۔ آسمان پر بجلی چمکتی تو یک دم جیسے ہر چیز روشن ہو جاتی تھی۔ اس نے پہلے دور تک دیکھا۔ اس علاقے کی وہ مین سڑک تھی۔ اس سڑک پر زیادہ تر پراپرٹی ڈیلرز، اور کچھ دوسرے اداروں کے آفس کے ساتھ کوٹھیاں اور بنگلے بنے ہوئے تھے، دفاتر تقریباً بند ہو چکے تھے۔ جبکہ اس علاقے کی صحیح کمرشل مارکیٹ دوسری جانب تھی اور اُسی طرف وہ فلیٹ تھا جہاں اس کی رہائش تھی۔

آندھی اور گرد و غبار میں کمی آ جانے سے اب وہ دیکھ سکتا تھا اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ مجھے اب یہاں سے جانا چاہئے۔ وہ اُس جگہ سے نکلا اور چوک کی طرف بھاگا۔ وہ چاہتا تھا کہ گرد و غبار میں تو اس نے نہا ہی لیا ہے اس سے پہلے کہ بارش شروع ہو وہ فلیٹ تک پہنچ جائے تاکہ بارش سے بچ سکے۔ سردی میں اور وہ بھی ٹھنڈے پانی میں کھلے آسمان کے نیچے نہانے کا اویس کو بالکل بھی شوق نہیں تھا۔

ابھی وہ کچھ ہی آگے گیا تھا کہ اویس کو لگا جیسے کوئی پھنسی پھنسی آواز میں بولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے کوئی انسان کسی جگہ پھنسا ہوا ہے۔ اس کے قدم رک گئے۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ ایک بہت بڑی کمپنی کا بھاری بھرکم سائن بورڈ اس انداز میں گرا ہوا تھا کہ اس کا ایک حصہ زمین کے ساتھ لگا ہوا تھا جبکہ دوسرا حصہ دیوار کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ اویس کو لگا کہ آوازیں اس بورڈ کے پیچھے سے آ رہی ہیں۔ اُسے شک ہوا کہ کوئی اس بورڈ کے

نیچے ہے۔اس نے دیکھنے کی کوشش کی۔بورڈ اس انداز میں گرا تھا کہ اس سے یہ دیکھنا مشکل ہو رہا تھا کہ دیوار کے ساتھ کیا ہے۔اگر بورڈ کو اس جگہ سے کچھ ہٹایا جاتا تو وہ یہ دیکھنے میں کامیاب ہو سکتا تھا کہ وہاں کون ہے۔

موسم اور بھی خراب ہو گیا تھا۔بادلوں کے گرجنے کی آوازیں اس سنسان جگہ پر خوف پیدا کر رہی تھیں اور جب بجلی اپنی گرج کے ساتھ چمکتی تو فوراً وہاں سے بھاگ جانے کو دل چاہتا تھا۔آسمان سے پانی کے چھینٹے بھی برسنے لگے تھے جو کسی بھی لمحے تیز بارش کا روپ اختیار کر سکتے تھے۔

اویس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے بھاگ جائے،لیکن اس کے اندر کا جذبۂ ہمدردی اس میں مانع تھا۔اس نے دائیں بائیں دیکھا اُسے کوئی بھی پاس یا دور دکھائی نہ دیا کہ جس کے ساتھ مل کر وہ اس بھاری بھرکم سائن بورڈ کو ایک طرف ہٹا سکتا۔دور تک کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔اس جگہ وہ اکیلا ہی کھڑا تھا۔وہ آوازیں مسلسل آ رہی تھیں،اور اویس چاہتا تھا کہ اگر وہ اس کی مدد کر سکتا ہے تو ضرور کرے۔

اویس نے اپنا دفتری بیگ ایک طرف رکھا اور سائن بورڈ کو ایک طرف سے دیوار سے کچھ آگے کرنے کے لئے زور لگانے لگا۔وہ اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا۔یک دم اُسے لگا جیسے وہ بھاری بھرکم سائن بورڈ خود بخود ہی ایک طرف ہٹ گیا ہے۔ایسا اس کا واہمہ ہی ہو سکتا تھا کیونکہ وہ اس سائن بورڈ کو ہٹانے کے لئے اپنی پوری قوت لگا رہا تھا۔اس کا خود بخود ایک طرف ہٹنا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔

اب اتنی جگہ بن گئی تھی کہ وہ جھانک کر اندر دیکھ سکتا تھا کہ اس سائن بورڈ کے پیچھے کون ہے۔یک دم بجلی چمکی روشنی ہوئی اور اس نے دیکھا کہ بورڈ کے پیچھے دیوار کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔اویس نے متحیر نگاہوں سے پھر دیکھا،کچھ بھی نہیں تھا۔سائن بورڈ کے ہٹتے ہی اب کسی بھی قسم کی پھنسی پھنسی آوازیں نہیں آ رہی تھیں۔اس نے ایک بار پھر غور سے دیکھا،وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔

بارش شروع ہو گئی تھی۔اویس نے کھسیانا سا ہو کر سائن بورڈ کی طرف دیکھا اور اپنا دفتری بیگ اُٹھا کر جیسے ہی سیدھا ہوا ایک بار پھر اُس نے اپنے فلیٹ کی طرف بھاگنے کے لئے رُخ کیا ہی تھا کہ،وہ یک دم گھبرا کر چونک پڑا۔

اس سے دو فٹ کے فاصلے پر بالکل اس کے سامنے ایک شخص کھڑا اس کی طرف دیکھتے

ہوئے مسکرا کر رہا تھا۔اویس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک وہ شخص کہاں سے آ گیا؟ جبکہ دور تک کوئی بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔اویس نے متحیر نگاہوں سے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

اُس کے سر پر تنکوں کا بنا ہوا ہیٹ تھا۔جو شاید کسی باریک دکھائی نہ دینے والے دھاگے سے باندھا ہوا تھا کہ تیز ہوا میں بھی وہ اس کے سر سے نہیں اُڑ رہا تھا۔اُس کا رنگ گندمی تھا۔ چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی اور مونچھیں تھیں، جیسے اُس نے کئی دنوں سے شیو نہ بنائی ہو۔ آنکھوں کی رنگت نیلی تھیں اور اُس کا جسم عام سا تھا۔اُس کے بدن پر کالی ٹی شرٹ اور اوور کوٹ تھا،کالے رنگ کی پتلون کے ساتھ پاؤں میں پرانے بغیر پالش کئے ہوئے بوٹ تھے۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے اوورکوٹ کی جیب میں ڈالے ہوئے تھے۔

''ہمت کرنے پر آؤ تو تم اپنی قوت کا مظاہرہ کر ہی دیتے ہو۔'' وہ اویس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔اُس کی آواز میں بھاری پن تھا،لیکن ایسا نہیں کہ بولتے ہوئے عجیب سا لگے۔اس کا لہجہ صاف اور واضح تھا۔

''آپ مجھے دیکھ رہے تھے؟'' اویس نے پوچھا اس کی نگاہیں اس کے چہرے پر بدستور مرکوز تھیں اور وہ اُس کا جائزہ لئے جا رہا تھا۔

''ہاں پاس ہی تھا۔'' اُس نے بتایا۔''تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم کیا کر رہے ہو۔یہ بورڈ ہلانا اکیلے آدمی کا کام تو نہیں ہے لیکن تم نے ہلا دیا اور حیرت ہے کہ اس مضبوطی سے لگا بورڈ ٹوٹ کر کیسے گر گیا؟ آندھی کا کمال ہے یا کسی دوسری طاقت کا مظاہرہ ہے۔'' وہ کہہ رہا تھا اور اویس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُس کا اشارہ کس جانب ہے۔

''مجھے لگا تھا کہ کوئی اس بورڈ کے نیچے یا دیوار کی طرف پھنسا ہوا ہے۔'' اُویس بولا۔

''اس لئے میں نے اُسے نکالنے کے لئے اتنی زور آزمائی کی تھی۔''

''کوئی نہیں تھا۔'' وہ دھیرے سے بولا۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ بھی نہیں معدوم ہوئی تھی اور اس کا جسم بھی ساکت تھا۔تیز ہوا چل رہی تھی اور تنکوں کا بنا ہیٹ اُس کے سر پر جما ہوا تھا۔وہ دو قدم چل کر وہ اویس کے کچھ اور قریب ہو گیا۔

''وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔'' اویس نے کہتے ہوئے سردی سے ایک جھرجھری لی۔بارش تیز ہو گئی تھی۔وہ بارش میں شرابور ہو گیا تھا۔اُسے اچانک اپنے پاس دیکھ کر اور باتوں کے دوران بارش سے بچنے کا بھی اُسے خیال نہیں رہا تھا۔اویس نے اپنے ہاتھ سے آنکھیں صاف کیں،تاکہ بارش کے پانی سے آنکھوں کے اردگرد کی مٹی صاف ہو سکے۔اُسے سردی لگنے لگی

تھی۔ جونہی اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر پھر سامنے دیکھا تو وہ بُری سے چونک پڑا، وہ اس کے سامنے نہیں تھا۔

اویس نے اپنی گردن گھما کر آس پاس اور پھر دور تک دیکھا وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ برستے آسمان کے نیچے وہ کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ اس کا کوئی وہم تھا؟ اگر کوئی انسان میرے پاس کھڑا ہوتا تو اُسے کسی طرف جاتے ہوئے اتنی دیر نہ لگتی کہ وہ اچانک آنکھوں سے اُوجھل ہو جاتا۔ وہ تانا بانا بننے لگا۔

اس شدید بارش اور سردی میں وہ یوں کھڑا ہو کر اس کے بارے میں مزید سوچ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اس نے اُس کا خیال اپنے دماغ سے محو کیا اور تیزی سے چوک کی طرف بھاگنے لگا۔ تیز بارش میں بادلوں کی گھڑ گھڑاہٹ کے ساتھ چمکتی ہوئی آسمانی بجلی کی گرج ماحول کو خوفزدہ کر رہی تھی۔ اس کے کوٹ کا بٹن بند تھا لیکن ٹائی باہر نکل کر اس کے کندھے کے اُوپر سے پیچھے کی جانب کسی جھنڈے کی طرح اُڑ رہی تھی۔ اویس ابھی چوک سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر تھا کہ اس کی پشت سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

''رک جاؤ دوست......''

آواز سنتے ہی اس کے بھاگتے ہوئے قدم یک دم اُسی جگہ رک گئے اور اس نے گردن گھما کر اپنے عقب میں دیکھا، وہی شخص کچھ دور ایک طرف کھڑا تھا۔ اویس متحیر نگاہوں سے ابھی اُسے دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ پھر بولا۔

''اچھا کیا کہ تم میری آواز پر رک گئے۔'' وہ اپنی مخصوص آواز میں بولا۔

''تم......'' اویس سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ذرا سنبھل اے دوست۔'' اُس نے کہا۔ ''ایک طرف ہٹ جاؤ۔''

''کیا سنبھل کے؟'' اویس کی حیرت دو چند ہوگئی۔

وہ اجنبی اس کی بات اور حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ ''دائیں طرف سے ایک کار بہت تیزی سے آ رہی ہے...... تمہیں کچل دے گی ایک طرف ہٹ جاؤ۔''

اُس کی بات سن کر اویس کو تعجب سا ہوا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ متحیر نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے ابھی کسی فیصلے پر پہنچا بھی نہیں تھا کہ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے پھر کہا کہ وہ اس جگہ سے ہٹ جائے۔ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بادل نخواستہ وہ فٹ پاتھ پر چڑھ گیا۔ ٹھیک اسی وقت دائیں طرف سے ایک تیز رفتار کار آئی وہ کسی گولی کی طرح مڑی

اور ٹھیک اُسی جگہ سے گزر گئی جہاں ابھی اویس کچھ دیر قبل سڑک پر کھڑا تھا۔ اگر وہ اپنی رفتار میں اسی طرح سے بھاگتا ہوا جاتا تو یقیناً وہ کار اُسے کچل کر گزر چکی ہوتی۔

اویس خیرہ نگاہوں سے گزرتی کار کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا منہ حیرت سے مزید کھل گیا تھا، اور وہ بارش، سردی، ٹھنڈی ہوا کو نظر انداز کر کے دم بخود کھڑا رہا۔ اچانک اویس کو اُس شخص کا خیال آیا اور اس نے اُس جانب دیکھا جہاں وہ کھڑا تھا، وہ ایک بار پھر چونک پڑا...... وہ اُس جگہ موجود نہیں تھا۔

اویس نے متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں، سامنے، پیچھے دیکھا لیکن اس پوری سڑک پر اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک بار پھر مخمصے میں پڑ گیا کہ کیا یہ اس کا وہم تھا؟ اُسے کسی نے بھی آواز دے کر نہیں روکا تھا اور نہ ہی اُسے ایک طرف ہونے کے لئے کہا تھا، شاید یہ اس کی چھٹی حس تھی، جس نے اُسے قبل از وقت آگاہ کیا تھا اور اُس عجیب شخص کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ممکن تھا کہ ایسی شکل وصورت والا کوئی آدمی آج دن بھر میں کسی وقت اس نے دیکھا ہو اور وہی اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا ہو۔ وہ کچھ بھی سمجھنے کے لئے قاصر تھا۔ سردی سے اس کے دانت بجنے لگے تھے۔ اس نے سر جھٹکا اور ایک بار پھر فلیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ تیز بارش میں برق رفتاری سے بھاگتا ہوا جا رہا تھا اور فلیٹ میں پہنچ کر ہی اس نے دم لیا۔

☆=======☆=======☆

اویس کا تعلق ایک چھوٹے شہر سے تھا۔ اس کے والد کی کپڑے کی دکان تھی، پانچ بھائیوں میں وہ سب سے چھوٹا تھا۔ چاروں بھائی اُس شہر میں اپنا اپنا الگ کاروبار کرتے تھے، والدین اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر مزے کی زندگی گزار رہے تھے۔ چار ماہ قبل اویس کی شادی عینی سے ہوئی تھی اور ایک ماہ سے وہ اپنی نوکری کے سلسلے میں اس بڑے شہر میں مقیم تھا۔

اویس نے پڑھائی مکمل کی تو خوش قسمتی سے اُسے ایک بڑی موبائل کمپنی میں اپنے ہی شہر کے آفس میں نوکری مل گئی تھی۔ اُسے اس کمپنی میں نوکری کرتے ہوئے سترہ ماہ ہوئے تھے کہ اس کا کمپنی کے ہیڈ آفس میں تبادلہ ہو گیا۔ کام کرنے کی لگن اس کے اندر سے شروع دن سے ہی تھی۔ ان سترہ ماہ میں اس نے ایک بھی چھٹی نہیں کی تھی۔ کام اس توجہ اور انہماک سے کرتا تھا کہ اس کے کام کی تعریف کی بازگشت ہیڈ آفس تک سنائی دینے لگی تھی اور اویس کے افسران کی گڈ بک میں اس کا نام شامل تھا، شاید یہی وجہ بنی تھی کہ اُسے ہیڈ آفس میں بلا لیا گیا تھا۔

جب اویس اس شہر میں آیا تو اس کی شادی کو پورے تین ماہ ہوئے تھے اور وہ ابھی عینی کے ساتھ ہنی مون منانے بھی کسی جگہ نہیں گیا تھا۔ عینی اس کی خالہ زاد تھی۔ وہ دونوں کالج کے زمانے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور اکثر کالج سے نکل کر ایک دوسرے سے ملاقات بھی کیا کرتے تھے، گھوما کرتے اور کچھ کھانے پینے کے لئے کسی ریسٹورنٹ میں بھی چلے جایا کرتے تھے۔

اویس اور عینی کا مزاج ایک جیسا ہی تھا۔ اُن دونوں کی کئی عادات مشترک تھیں۔ جیسے کھانے پینے کا شوق، اچھی حسِ مزاح، ناول پڑھنا، اور دونوں کو بارش بہت اچھی لگتی تھی۔ کالج کے زمانے میں ایک بار جیسے ہی موسم نے انگڑائی لی اور بارش ہونے ہی والی تھی تو اُن دونوں نے ایک دوسرے سے رابطہ کیا اور پھر وہ بوندا باندی میں بہت دیر تک بائیک پر گھومتے رہے تھے۔

وہ کالج سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ عینی کے لئے ایک لڑکے کا رشتہ آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ دونوں طرف سے بات آگے بڑھتی اویس نے اپنی خواہش کا اظہار والدین سے کر دیا۔ اُنہوں نے کوئی قدغن نہیں لگائی بلکہ خوش ہوئے اور یوں اس کی منگنی عینی سے ہو گئی۔ اویس نے پہلی بار اس موبائل کمپنی میں نوکری کے لئے درخواست دی تھی اور اس کی خوش قسمتی کہ اُسے انٹرویو کے بعد نوکری بھی مل گئی تھی اور اس کے بعد اویس کی شادی عینی سے ہو گئی۔ وہ دونوں ہی بہت خوش تھے۔

شادی کے تین ماہ کے بعد ہی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر دوسرے شہر منتقل ہونا اُن دونوں کے لئے آسان نہیں تھا۔ یہ دوری دونوں کے لئے کانٹوں پر چلنے کے مترادف تھی۔ اس شہر میں جب تک مناسب رہائش کا بندوبست نہیں ہو جاتا تھا تب تک اویس، عینی کو نہیں بلا سکتا تھا۔ وہ خود چچا جان کے فلیٹ میں فی الحال رہائش رکھے ہوئے تھا۔ اویس کی عینی کے ساتھ دن اور رات میں کئی بار فون پر بات ہوتی تھی اور وہ ہر ویک اینڈ پر گھر چلا جاتا تھا۔

اویس کے چچا جان کا نام غلام سرور تھا۔ وہ بڑی دلچسپ شخصیت کے مالک تھے اُن کی حسِ مزاح تو اپنی جگہ عیاں تھی ہی، وہ جن، بھوت، اور پُر اسرار موضوع پر لکھی ہوئی بہت سی کتابوں کا ذخیرہ اپنی شیلف میں رکھتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہ جن اور بھوتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ بلکہ اُن کا تو یہ بھی کہنا تھا کہ اُن کی دو بار ایک جن سے ملاقات بھی ہو چکی ہے۔ اویس کو کیونکہ ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے اس نے اس موضوع پر اُن سے

کبھی کبھار ہی بات کی تھی۔ حالانکہ جب بھی کوئی ان سے ملتا تھا تو اُن کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ان کے قصے کہانیاں سنیں......لیکن اس کے لئے کوئی بھی آسانی سے تیار نہیں ہوتا تھا۔ اِدھر چچا جان کا کوئی قصہ شروع ہوتا تھا اور اُدھر وہ کھسکنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔

چچا جان کی بیوی کا نام خالدہ بیگم تھا۔ وہ بھی چچا جان کی طرح ہی بہت اچھی اور نفیس خاتون تھیں۔ ان کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ اُنہوں نے بیٹی کی شادی کر دی تھی اور وہ ٹورنٹو میں اپنے میاں کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کر رہی تھی۔ بڑا بیٹا ثاقب بھی شادی شدہ تھا اور ایک بیٹے کا باپ تھا۔ ثاقب کی بیوی کا نام ثمینہ تھا، جبکہ چھوٹا رضوان کنوارہ تھا۔ وہ سب ایک ہی فلیٹ میں رہتے تھے۔ چچا جان کی ریٹائرمنٹ قریب ہی تھی جبکہ ان کے دونوں بیٹے مختلف سرکاری محکموں میں اچھی نوکری کرتے تھے۔ اویس بھی ان کے ساتھ فی الحال رہائش پذیر تھا۔

اس شہر میں اویس کے ابو اور چچا جان کے بہت ہی پرانے مراسم حافظ عبدالقدوس صاحب کے ساتھ تھے۔ حافظ صاحب بہت ہی نیک، پرہیز گار اور اللہ والے تھے۔ وہ جامع مسجد کے خطیب تھے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ ان کی شخصیت میں بہت نفاست اور اپنائیت تھی۔ اویس کے ابو نے اس شہر میں آتے ہوئے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ اُن سے جا کر ضرور ملے۔ اس سے قبل دو بار وہ اپنے ابو کے ساتھ حافظ صاحب سے مل چکا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد جب وہ حافظ صاحب کے سامنے گیا تو اُنہوں نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور اس سے وہ بڑی شفقت سے ملے تھے۔ اویس ان کی اتنی اچھی یادداشت دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

اویس جب فلیٹ پہنچا تو بیل دینے پر دروازہ رضوان نے کھولا، اور وہ اُسے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ارے واہ آپ نے تو اس سردی میں نہانے کی بڑی ہمت کی ہے۔''

''ارے کاہے کی ہمت آتے ہوئے بارش میں نہا گیا ہوں۔'' اویس نے اپنے جوتے اتارتے ہوئے کہا جو کہ کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

''کہیں رک جاتے۔ یا واقعی آپ نہانا چاہتے تھے۔'' رضوان نے شوخ لہجے میں بولا۔

''رکنے کا ٹائم کس کے پاس ہے بھائی۔'' اویس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اُسے شدید سردی لگ رہی تھی اور اس کے ہونٹ تھرتھرا رہے تھے۔ رضوان نے اویس کے ہاتھ سے اس کا دفتری بیگ لے لیا۔ ''سردی میں تو مجھ سے بات بھی نہیں ہو رہی ہے۔''

"سردی لگ گئی تو ڈاکٹر بھی انجکشن لگانے کے لئے نہیں رکے گا۔" رضوان نے مسکراتے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں خبردار کیا۔

"تم پہلے ہی ڈرا رہے ہو۔" اویس جوتے ہاتھ میں پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگا۔

چچا جان ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے کرکٹ کا پرانا میچ دیکھ رہے تھے اویس کو اس حالت میں دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے بولے۔

"بارش کا پانی گرم ہے تو میں بھی ایک ڈبکی لگا لوں؟" اور اس کے ساتھ ہی اُنہوں نے ایک زور کا قہقہہ لگایا۔

"آپ کو بارش دیکھ کر زکام ہو رہا ہے اور آپ ڈبکی لگانے کی بات کر رہے ہیں۔" چچی جان نے کچن سے جھانک کر کہنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور اویس مسکراتے ہوئے سلام کرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اویس کمبل میں گھس گیا۔ کچھ دیر اسی طرح پڑے رہنے سے اُس کے جسم کو حرارت ملی تو اس کے دانت بجنا بھی بند ہو گئے اور سردی کا جو شدید احساس تھا وہ بھی کم ہو گیا۔

دروازے پر ہلکی دستک کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور رضوان کا چہرہ نمودار ہوا۔ "بھائی چائے یہاں ہی لے آؤں یا باہر آ کر پئیں گے؟"

"باہر کہاں بارش میں؟" اویس نے برملا پوچھا۔

"میرا مطلب ہے ٹی وی لاؤنج میں......سب کے ساتھ۔" وہ مسکرایا۔

"سب کے ساتھ پیؤں گا۔" اویس نے کہا اور کمبل سے باہر نکل آیا۔ اپنی چمڑے کی جیکٹ پہنی، بالوں میں برش کیا اور ٹی وی لاؤنج میں چلا گیا جہاں سب ہی براجمان تھے۔ چائے کے ساتھ گرم گرم پکوڑے بھی تھے۔ پکوڑوں کے تلنے کی اشتہا انگیز مہک آ رہی تھی۔

"یہ کیا......اس وقت پکوڑے یہ تو رات کے کھانے کا وقت ہے۔" اویس کی نگاہیں پکوڑوں پر تھیں۔

"جس چیز کو کھانے کے لئے دل کرے اُسی کا وقت ہوتا ہے۔" چچا جان نے کہا اور پکوڑوں کی پلیٹ اُٹھالی۔

"تمہارے چچا کا حکم تھا کہ پکوڑے بنائے جائیں۔" چچی جان بولیں۔ "ویسے بھی اس موسم میں پکوڑے اچھے لگتے ہیں۔"

"ہم نے کبھی آپ کو کوئی حکم دیا ہے؟" چچا جان نے بڑے عجز وانکساری سے چچی جان کی طرف دیکھا۔ "مؤدبانہ گذارش کی تھی جو کہ آپ نے مان لی۔"

"دیکھ لیں ابو جب میں ثمینہ سے ایسی بات کرتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ میں بیوی کے نیچے لگا ہوا ہوں۔" ثاقب نے فوراً چچا جان کی بات پکڑ کر اعتراض کیا۔

چچا جان جھٹ سے بولے۔ "وہ تو میرا سیاسی بیان ہوتا ہے۔"

ان کی بات سن کر سب ہی ہنسنے لگے۔ ایسی نوک جھونک ہوتی ہی رہتی تھی۔ جس سے سب ہی لطف اندوز ہوتے تھے۔ چچا جان نے اپنے بیٹے دوستوں کی طرح رکھے ہوئے تھے۔ اُن کی بہو ثمینہ اس گھر میں ایسی رچی بسی ہوئی تھی کہ وہ تو اپنے میکے بھی بہت کم جاتی تھی۔ وہ سب بہت دیر تک اسی طرح باتیں کرتے اور ہنستے رہے اور جیسے ہی چچا جان نے اپنا ایک پرانا واقعہ سنانا شروع کیا، پہلے چچی جان بہانے سے اُٹھیں، پھر رضوان چلا گیا، ثمینہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے کمرے میں چلی گئی، اور عین وقت پر ثاقب کا موبائل فون بج اُٹھا اور وہ اُسے کان سے لگائے وہاں سے نکل گیا......اویس لاچار بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں کیا کروں کہ اسی اثنا میں عینی کا فون آ گیا اور وہ فون سنتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ عینی کا بڑے اچھے وقت پر فون آیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" عینی نے پوچھا۔

"ابھی تو تم سے بات کر رہا ہوں۔" اویس بولا۔

"بارش ہو رہی ہے؟" عینی کی آواز آئی۔

"ہاں ہو رہی ہے اور ابھی تک شدید بارش ہو رہی ہے۔" اویس نے کھڑکی سے پردہ ایک طرف ہٹا کر دیکھا۔

"یہاں تو بوندا باندی ہونے لگی ہے۔" عینی نے بتایا۔ "تمہارے پاس ہوتی تو ہم بارش میں گھومنے کے لئے نکل جاتے۔"

"کاش تم اس موسم میں میرے پاس ہوتی۔ ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کہ یہاں کوئی فلیٹ کرائے پر دیکھ لوں اور جلدی ہی تمہیں یہاں لے آؤں۔" اویس پیار بھرے لہجے میں بولا۔

"تم اپنا تبادلہ واپس کیوں نہیں کرا لیتے؟" عینی نے اپنی دانست میں مشورہ دیا۔ "اسی شہر میں رہتے ہیں۔ اپنے گھر میں۔"

"یہاں تبادلہ ہوا ہے تو کچھ تنخواہ میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ سنا ہے کچھ لوگوں کی ترقی بھی ہونے والی ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔" اویس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بتایا۔ اس کی نگاہیں کھڑکی سے باہر تھیں۔ بارش ہورہی تھی۔ کھڑکی پر شیشہ تھا اس لئے ٹھنڈی ہوا کا ایک خفیف جھونکا بھی اندر نہیں آرہا تھا۔

"شاید اُن میں تم بھی شامل ہو۔" عینی نے بولی۔

وہ مسکرایا۔ "آفس میں ترقی کرنے والے متوقع لوگوں کے نام لئے تو جارہے ہیں، ہر کوئی اپنا اپنا خیال پیش کررہا ہے لیکن کسی کی زبان پر میرا نام نہیں آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس دوڑ سے میں باہر ہوں۔"

"چلو پھر کیا ہے۔" عینی نے لاپروائی سے کہا۔ "جو ہے اور جتنا ہے اُس پر ہی ہمیں شکر کرنا چاہئے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" اویس نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ "ویسے یہ شہر بڑا بھی ہے اور خوبصورت بھی۔ میرا دل چاہنے لگا ہے کہ اب ہم اس شہر میں رہیں۔"

"تمہارا دل چاہنے لگا ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ دل سے نکلی باتیں پوری ہوجاتی ہیں۔" عینی نے متانت سے کہا۔

"تم دعا کرنا؟" اویس بولا۔

"دعا ہی تو کرتی ہوں......" عینی نے کہا۔ "تم نے کھانا کھالیا کیا؟"

"ابھی گرم گرم پکوڑے کھا کر کمرے میں آیا ہوں۔" اویس نے بتایا۔ "پکوڑے کھاتے ہوئے تم مجھے بار بار یاد آرہی تھی۔"

"کبھی بارش دیکھ کر اور کبھی پکوڑے دیکھ کر، ابھی تم مجھے ایسے ہی یاد کرو اور کوشش کرو کہ تم میرے پاس آجاؤ یا پھر میں تمہارے ساتھ رہنے لگوں۔" عینی کی تیز آواز آئی۔

"ایسا ہی ہوگا۔" اویس نے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر خدا حافظ۔" عینی بولی۔

"او کے...... خدا حافظ۔" اویس نے پیار سے کہا اور رابطہ منقطع ہوگیا۔ فون بند کرکے وہ باہر دیکھنے لگا۔ باہر اندھیرا تھا۔ جب آسمان پر بجلی چمکتی تھی تو یک دم اُجالا ہوجاتا تھا اور باہر کی ہر چیز ایک لمحے کے لئے دکھائی دینے لگتی تھی۔

اویس اپنی جگہ سے اُٹھا اور جونہی بیڈ کی طرف جانے کے لئے مڑا اُسے لگا کہ باہر سڑک

کی دوسری جانب کوئی کھڑا ہے۔ اُسے اندھیرے میں ایک ہیولا سا دکھائی دیا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس کا چہرہ اس کے کمرے کی کھڑکی کی طرف ہے۔ وہ کھڑکی کے پاس ہوگیا اور غور سے باہر دیکھنے لگا، اندھیرے میں ہیولا دکھائی دے رہا تھا۔ اویس کو انتظار تھا کہ ایک بار بجلی چمکے اور وہ دیکھ سکے کہ وہاں کون کھڑا ہے جو اس طرف دیکھ رہا ہے۔ اویس کی نگاہیں باہر مرکوز تھیں کہ اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی اس نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے 'یس' کہا، بجلی چمکی...... اور اویس نے برق رفتاری سے دیکھنے کے لئے دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھا، پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔ اُسے وہاں کوئی ہیولا بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کیا دیکھا جارہا ہے؟" اچانک اس کے پیچھے سے رضوان کی آواز سنائی دی۔

اویس اپنی نگاہیں کھڑکی سے ہٹا کر رضوان کی طرف گھوما۔ "بارش کا نظارہ کررہا ہوں۔"

"یہ تمہاری ڈاک آئی تھی صبح۔" رضوان نے ایک بند لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اویس نے اُس لفافے کی طرف دیکھا۔ "لیکن میں نے اس جگہ کا پتہ کسی کو نہیں دیا۔"

"عینی بھابی کو تو معلوم ہے ناں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اُس سے تو روز اتنی باتیں ہوجاتی ہیں کہ خط لکھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آسکتی۔" اویس نے اس کے ہاتھ سے وہ بند لفافہ لے لیا۔

"تم صبح دفتر جانے کے لئے نکلے ہی تھے تو یہ ڈاک آئی تھی۔" رضوان نے مزید بتایا اور جانے کے لئے پلٹا۔

"بیٹھو...... تم کہاں جارہے ہو؟" اویس نے اُسے روکنا چاہا۔

"تم بھی آؤ۔ کھانا لگ رہا ہے۔" اُس نے دروازے کی طرف بڑھا۔

"میں آتا ہوں۔" اویس بند لفافے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ رضوان کمرے سے باہر چلا گیا۔

اُس لفافے کا رنگ خاکی تھا اور اُس پر اس گھر کا پتہ ہاتھ سے بڑی خوشخط لکھائی سے لکھا تھا۔ جبکہ لفافے کے باہر بھیجنے والے کا کوئی نام پتہ کہیں نہیں تھا۔ اویس نے لفافہ ایک طرف سے چاک کیا۔ اندر سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکلا۔ کاغذ کا رنگ گلابی تھا۔ اس نے کاغذ کھولا پورے کاغذ کے درمیان میں صرف ایک سطر انتہائی خوشخطی سے لکھی ہوئی تھی۔

"آج ہماری پہلی ملاقات ہوگی۔"

اس خط میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا تھا۔ کسی کا نام پتہ نہیں تھا۔ کوئی لفظ نہیں تھا۔

اویس نے اس کاغذ کو بار بار پڑھا۔ اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور سوچنے لگا کہ یہ کس نے لکھا ہے اور کون ہے جس نے یہ خط بھیجا ہے۔

''کوئی لڑکی......؟'' معاً اس کے دماغ میں ایک خیال آیا اور اس کے ساتھ ہی اُس لڑکی کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

وہ لڑکی اسی بلڈنگ کی کسی منزل پر رہتی تھی۔ جب اویس دفتر جانے کے لئے نکلتا تھا تو شاید ہی کوئی دن ہوتا تھا جب اس کا اُس کے ساتھ آمنا سامنا نہیں ہوتا تھا۔ لگتا یہ ہی تھا کہ وہ بھی کہیں جاب کرتی ہے۔ اُس کے کندھے پر بڑا ہینڈ بیگ ہوتا تھا۔ وہ ایک ساتھ لفٹ کے ذریعے سے نیچے اُترتے تھے۔ کئی بار اُن کی آنکھیں بھی چار ہوئی تھیں اور اویس کو دو، تین بار ایسا بھی محسوس ہوا تھا کہ وہ اس کی طرف دیکھ کر زیر لب مسکرائی ہے۔

''آج ملاقات ہوگی۔'' اویس بڑبڑایا۔ تو کیا اس کا مجھ سے ملنے کا ارادہ ہے؟ ممکن ہے کہ اُس کا وہ ارادہ آج بارش کی نذر ہو گیا ہو؟ وہ اپنے تئیں سوچنے لگا اور خود ہی تانے بانے بننے لگا۔

اویس اِن ہی سوچوں میں الجھا ہوا جیسے ہی کھانا کھانے کے لئے اپنے کمرے سے نکل کر ڈائننگ روم کی طرف جانے لگا اُس نے دیکھا کہ ثمینہ کے ساتھ کچن سے وہی لڑکی نکل رہی ہے۔ اُس نے ثمینہ سے باتیں کرتے ہوئے اور جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اویس کی طرف ایک نگاہ دیکھا اور ہلکی تبسم کی لکیر اُس کے چہرے پر اور گہری ہوگئی۔

اویس کا شک درست تھا اور اُس نے جو لکھا تھا وہ بھی سچ ثابت ہو گیا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں آتی رہتی ہو، اس کی موجودگی میں وہ پہلی بار فلیٹ میں آئی تھی۔ اویس سوچتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

کھانا کھانے کے لئے سب ہی جمع تھے۔ ثمینہ کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی وہ اُس نے میز پر رکھتے ہوئے بتایا۔ ''یہ چاٹ ابھی ابھی عارفہ دے کر گئی ہے۔''

''واہ چاٹ اور وہ بھی عارفہ بیٹی کے ہاتھ کی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بہت اچھی چاٹ بناتی ہے اور اُس کا شکریہ کہ وہ جب بھی چاٹ بناتی ہے ہمارے لئے ضرور بھیجتی ہے۔'' چچا جان نے مزے سے کہا۔

اویس کھانا کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اس کا نام عارفہ ہے اور وہ شاید اُسے پسند

کرنے لگی ہے۔ اویس نے اپنے آپ سے دل ہی دل میں کہا، ممکن ہے کہ وہ اس سے لاعلم ہو کہ میں ایک شادی شدہ مرد ہوں اور اگر اُس نے باتوں باتوں میں ثمینہ سے یہ جان بھی لیا ہو گا کہ میں شادی شدہ ہوں تو پھر بھی کسی سے محبت ہو جانا کیا مشکل ہے۔ یہ دل آنے کی بات ہے۔ وہ اس پر مزید سوچتے ہوئے خود ہی قیاس آرائیاں کرنے لگا۔

☆=======☆=======☆

رات وقفے وقفے سے بارش ہوتی رہی۔

صبح آفس جانے کے لئے تیار ہونے سے قبل اویس نے کھڑکی سے دور تک نظر دوڑا کر دیکھا، جا بجا پانی کھڑا تھا۔ آسمان کو بادلوں نے ابھی تک اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ہوا چل رہی تھی۔ لگتا تھا کہ آج بھی دن بھر بارش ہوتی رہے گی۔ اویس تیار ہوا، ناشتہ کیا اور رضوان سے پوچھا۔

''کل تم نے میری موٹر سائیکل کسی مکینک کو دکھائی تھی؟''

''مکینک کو دکھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔'' رضوان نے اپنی ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرتے ہوئے بتایا۔

''کیوں؟'' اویس نے پوچھا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تم جلدی آ جاؤ گے ذرا موٹر سائیکل کسی مکینک کو دکھا دینا۔''

''میں نے ایک کک ماری اور موٹر سائیکل اسٹارٹ...... پھر میں اسی موٹر سائیکل پر اپنے ایک دو کام کرنے کے لئے گیا کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔ بالکل ٹھیک ہے۔'' رضوان بولا۔

''مجھ سے تو اسٹارٹ ہو نہیں رہی تھی۔'' اویس سوچتے ہوئے بڑبڑایا۔

''اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔'' رضوان کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

''وہ کیا؟'' اویس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ نے کک مارنے سے پہلے موٹر سائیکل کے سوئچ میں چابی نہیں لگائی ہو گی۔'' وہ مسکرایا۔

''ویسے بائی دا وے موٹر سائیکل کا سوئچ ہوتا کہاں ہے؟'' اویس نے یوں پوچھا جیسے اس بات سے بالکل انجان ہو۔

''یہ ہم شام کو واپسی پر ڈنر تناول فرماتے ہوئے بتائیں گے۔ تب تک آپ انتظار کریں۔'' رضوان نے ایک ادا سے کہا اور سب کو خدا حافظ کہہ کر دفتر جانے کے لئے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد اپنے ہاتھ میں دفتری بیگ پکڑے اویس بھی لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ لفٹ میں اس کے علاوہ تین اور افراد تھے۔ ایسے ہی اس کے ذہن میں خیال آ گیا کہ آج عارفہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ حالانکہ وہ بھی اسی وقت جاتی تھی۔

اویس نے نیچے آ کر اپنی موٹر سائیکل نکالی۔ موٹر سائیکل واقعی پہلی کک پر اسٹارٹ ہو گئی۔ وہ باہر سڑک پر آ کر ابھی یہ جائزہ لے ہی رہا تھا کہ کون سی سڑک پانی سے بچی ہوئی ہے جو جانے کے لئے اختیار کی جائے۔ اچانک اس کی نگاہ سامنے گئی جہاں عارفہ ایک طرف کھڑی تھی۔ جیسے ہی اویس نے اُس کی طرف دیکھا وہ ہولے سے مسکرائی۔ اویس کا دل زور سے دھڑکا...... اُسے لگا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہے۔

عارفہ جس جگہ کھڑی تھی اُس کے دائیں بائیں پانی تھا۔ وہ چلتے ہوئے وہاں تک چلی تو گئی تھی لیکن پانی کی وجہ سے آگے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ پیدل جا سکتی۔ اُس نے اویس کی طرف دیکھ کر یوں اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو کہ میں اس سے آگے اور نہیں جا سکتی۔ جیسے وہ اپنی بے بسی ظاہر کر رہی ہو۔ اویس کو لگا وہ اس سے آنکھوں ہی آنکھوں میں مدد طلب کر رہی ہے۔ وہ موٹر سائیکل اُس کے پاس لے گیا۔ جس جگہ وہ کھڑی تھی وہاں اس نے اپنا پاؤں رکھا اور مسکرا کر بولا۔

''کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟''

وہ بھی مسکرائی۔ ''بس اسٹاپ کی طرف جانے کے لئے میں بہ مشکل یہاں تک تو آ گئی ہوں لیکن اس سے آگے جانے کے لئے مجھے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ مجھے آپ بس اسٹاپ تک اگر ڈراپ کر دیں تو مہربانی ہو گی۔''

''اس میں مہربانی والی کون سی بات ہے۔ ویسے آپ کو جانا کہاں ہے؟'' اویس نے پوچھا

''آفس۔'' اُس نے مختصراً بتایا۔

''کس کے آفس؟'' اویس کو یہ جاننے کا موقع مل گیا تھا کہ عارفہ کہاں نوکری کرتی ہے۔

''میں ایک گارمنٹس کمپنی میں جاب کرتی ہوں۔ بہت بڑی کمپنی ہے۔ آپ نے یقیناً نام سنا ہو گا۔ فاسٹ فیشن۔'' اُس نے بتایا۔

''ہاں...... میں نے اُس کمپنی کا نام سنا ہے۔ آئیے میں آپ کو اُس آفس تک چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ میرے راستے میں ہی ہے۔'' اویس نے عارفہ کو پیشکش کی۔

''شکریہ...... آپ کو خوامخواہ تکلیف ہو گی۔'' وہ بولی۔ ''آپ مجھے بس اسٹاپ تک لے جائیں میں چلی جاؤں گی۔''

''کوئی بات نہیں آپ بیٹھ جائیں۔ اس میں تکلیف کی کوئی بات نہیں ہے۔'' اویس نے کہا۔

وہ جھجکتے ہوئے اویس کی موٹر سائیکل کے پیچھے اس طرح سے بیٹھ گئی کہ یقیناً اُس نے کچھ فاصلہ ضرور رکھا ہو گا کہ سارے راستے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے اویس کو یہ احساس تک نہیں ہوا کہ کوئی لڑکی اس کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ دونوں ہی چپ تھے۔ اویس چاہتا تھا کہ اُس سے اُس خط کے بارے میں دریافت کرے اور اگر وہ اس کے بارے میں نہیں جانتی ہے تو وہ اُسے صاف لفظوں میں بتا دے کہ وہ ایک شادی شدہ شخص ہے، مجھے اپنی بیوی عینی سے بہت پیار ہے۔ اُس کی موجودگی میں مَیں کسی اور لڑکی کے ساتھ روابط قائم نہیں کر سکتا ہوں اور یہ مدد محض ایک ہی بلڈنگ میں رہتے ہوئے ہمسائے کے ناطے کر رہا ہوں۔ کوشش کے باوجود وہ اُس سے مزید کوئی بات نہیں کر سکا اور اُس کا آفس آ گیا۔

''شکریہ۔'' عارفہ نے اُترتے ہی کہا اور پھر اس کے شکریہ کے جواب میں اویس کیا کہتا ہے اس کا انتظار کئے بغیر ہی وہ اپنے آفس کی طرف چل پڑی۔ اویس نے بھی اپنی موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔

اُس دن آفس میں کام کچھ زیادہ ہی تھا۔ اویس کو دوپہر کو کھانا کھانے کا بھی موقع نہیں مل سکا۔ اس دوران عینی کے بھی دو فون آئے اور وہ اُس سے بھی ٹھیک سے بات نہیں کر سکا تھا۔ جیسے ہی آفس ٹائم ختم ہوا، ایک ضروری میٹنگ کی وجہ سے اویس کو مزید دو گھنٹے تک رکنا پڑا اور جب دفتر سے فارغ ہوا تو اس نے سیدھی گھر کی راہ لی۔

☆=======☆=======☆

سارا دن آسمان پر بادل ضرور چھائے رہے لیکن بارش نہیں ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں چلنے سے سردی میں دوچند اضافہ ہو گیا تھا اور موسم بہت ہی سرد ہو گیا تھا۔

دوپہر کو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اویس کو شدید بھوک لگ رہی تھی۔ آج فلیٹ میں کوئی بھی نہیں تھا کیونکہ آج سب نے ثمینہ کے گھر جانا تھا۔ ثمینہ کے بڑے بھائی نے اپنا نیا بزنس شروع کرنے کی خوشی میں پارٹی دی تھی۔ دعوت تو اویس کو بھی تھی اور اس نے بھی ساتھ جانا تھا لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے اس نے آفس سے فون کر کے معذرت کر لی تھی۔ کیونکہ اُنہیں

مغرب کی نماز کے بعد چلے جانا تھا اور اویس کو اندازہ نہیں تھا کہ اسے آفس میں کتنی دیر لگ جائے گی۔ چچی جان نے تاکید کی تھی کہ وہ پھر بھی آنے کی پوری کوشش کرے۔

فلیٹ کے دروازے کی ایک چابی اویس کے پاس بھی ہوتی تھی۔ اس نے اپنے بیگ سے وہ چابی نکالی، دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔

کپڑے بدلنے اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد اویس نے کچن کا رُخ کیا۔ فریج میں کھانے کا سامان موجود تھا، کھانا نکالنے سے قبل اس نے ایک بار گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے آٹھ کا وقت تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس نے یہ سوچا کہ دعوت پر چلا جاؤں، لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس سوچ کو اپنے دماغ سے خارج کر دیا، کہ پتہ نہیں وہ کھانا کھا چکے ہوں گے، اب جانا مناسب نہیں ہے۔ اویس نے کھانا گرم کیا اور مزے سے کھانے کے بعد برتن سمیٹے، اپنی جیکٹ پہنی اور موبائل فون ہاتھ میں لے کر باہر نکل گیا۔

اویس کا ارادہ تھا کہ وہ عینی کے ساتھ فون پر باتیں کرتے ہوئے کچھ چہل قدمی کرے گا۔ وہ فٹ پاتھ پر عینی کے موبائل کا نمبر ملاتا ہوا خراماں خراماں چل رہا تھا۔ وہ سڑک سیدھی اس علاقے کے پارک کی طرف جاتی تھی۔ اس سڑک پر ٹریفک کا آنا جانا بھی لگا رہتا تھا اور رات گئے تک اس جگہ ویرانی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

''کیا بات تھی آج فون پر بات کرنے کی بھی فرصت نہیں تھی؟'' فون ملتے ہی عینی نے پُرشکوہ کیا۔

''آج کام بہت تھا۔ ایک کے بعد دوسری میٹنگ تھی۔ ایک کے بعد دوسری فائل سامنے موجود ہوتی تھی۔ دوپہر کا کھانا اس وقت رات کے کھانے کے ساتھ کھا کر باہر نکلا ہوں۔'' اویس نے بتایا۔

''مجھے بھی آج دن اتنا طویل لگ رہا تھا کہ جیسے ختم ہی نہیں ہوگا۔'' عینی کے لہجے میں اُداسی تھی۔

''دن طویل کیوں لگ رہا تھا؟ گھر میں اکیلی تھی کیا۔ کوئی بات کرنے والا نہیں تھا۔'' اویس نے پوچھا۔

''آج تم سے جو بات نہیں ہوئی اس لئے دن بہت طویل لگ رہا تھا۔ بوریت بھی ایسی ہو رہی تھی کہ ہر چیز کاٹنے کو دوڑ رہی تھی۔'' عینی نے بتایا۔ ''تم سے بات ہو جاتی ہے تو جیسے وقت گزر جاتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے مجھے وقت گزاری پر رکھا ہوا ہے؟'' وہ مسکرایا۔

''تم ہو تو وقت گزر رہا ہے۔'' عینی متانت سے بولی۔ ''میں تو اس انتظار میں ہوں کہ کب تم مجھے اپنے پاس بلاتے ہو۔ کب یہ دوری ختم ہوتی ہے۔''

''میں کوشش کر رہا ہوں۔ بارش کی وجہ سے کل رات میں پھر پراپرٹی ڈیلر کے پاس نہیں جا سکا۔ کل لنچ ٹائم پر پراپرٹی ڈیلر سے ملوں گا۔'' اویس نے کہا۔ اس کا ایک ہاتھ جیکٹ کی جیب میں تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں موبائل ہونے کی وجہ سے وہ کان کو لگا ہوا تھا۔

''لنچ ٹائم پر تم صرف لنچ کرنا۔ پراپرٹی ڈیلر کے پاس آفس سے فارغ ہو کر جانا۔'' عینی کے لہجے میں تاکید تھی۔ ''آج دوپہر کو کیا کھایا تھا؟''

''بتایا تو تھا کہ دوپہر کا بھی اب کھا کر آ رہا ہوں۔'' اویس نے جواب دیا۔

''تو کیا تم نے دوپہر کو کچھ نہیں کھایا تھا؟ پیسے بچا رہے ہو کہ موٹے ہو رہے ہو۔ کیا تمہاری کہیں توند تو نہیں نکل آئی اور تم اب پیٹ اندر کرنے کے چکر میں ہو؟'' عینی نے ایک ساتھ تفکر آمیز لہجے میں سوال کر دیئے۔

اویس ہولے سے ہنسا۔ ''جو تم نے پوچھا ہے ان میں ایک بھی بات نہیں ہے۔ دراصل آج مجھے دوپہر کا کھانا کھانے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ مجھے کیا کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا، جو اپنے ساتھ ٹفن لے کر آتے ہیں۔ اُن کے ٹفن اسی طرح واپس چلے گئے تھے۔ یہ بات میں نے تمہیں پہلے بھی بتائی تھی تمہارا دھیان کہاں ہے؟''

''یہ کیا بات ہوئی۔ کمپنی کام لینا ہی جانتی ہے۔ ملازمین کے کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے کیا؟'' عینی اس کا سوال نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

''ایسی بات نہیں ہے کبھی کبھی کام کی زیادتی ہو جاتی ہے۔'' اویس نے اُسے سمجھایا۔

اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے پیچھے چل رہا ہے۔ باتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس نے کچھ توجہ نہیں دی تھی لیکن اس بار اسے لگا جیسے کسی نے اس کے کندھے پر ہولے سے ہاتھ مار کر اُسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اویس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور یک دم چونک پڑا۔

اس کی پُشت پر تقریباً دو فٹ کے فاصلے پر وہی شخص اپنے اُسی حلئے میں چلا آ رہا تھا۔ وہی اوور کوٹ، پتلون اور سر پر تنکوں کا بنا ہیٹ تھا۔ اویس نے متحیر نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا اور عینی سے بولا۔

"عینی...... میں تمہیں بعد میں فون کرتا ہوں۔"

"اب کیا ہوا ہے؟" عینی متحیر ہوئی۔

"نہیں کچھ نہیں...... میں ابھی کال بیک کرتا ہوں۔" اویس نے کہہ کر موبائل فون بند کرنے کے بعد اُسے اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھا اور اُس شخص کی طرف رُخ کر کے رک گیا۔

علاقے کا پارک آ گیا تھا اور وہ دونوں پارک کے جنگلے کے ساتھ کھڑے تھے۔ اندر پارک میں اتنی گہما گہمی نہیں تھی۔ اس کی وجہ کل رات کی شدید بارش کی وجہ سے پارک میں کھڑا ہونے والا پانی تھا۔ پارک سے ملحق ایک غیر ملکی ریسٹورنٹ تھا، وہاں اچھا خاصا رش تھا۔

"تم......؟" اویس نے اُس کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں میں۔ تم نے مجھے پہچان لیا۔ ہماری کل پہلی ملاقات ہوئی تھی۔" اُس نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے اپنے مخصوص پُر اسرار لہجے میں کہا۔

اویس نے اُس کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ "تم کوئی بہروپئے ہو۔ اچانک آتے ہو اور غائب ہو جاتے ہو۔ کسی چھلاوے کی طرح تمہارے اندر پھرتی ہے۔ تم کیا مجھے کرتب دکھاتے پھر رہے ہو۔ دس، بیس روپے درکار ہیں کہ آج اُس ریسٹورنٹ میں کچھ کھانا چاہتے ہو؟" اویس نے ریسٹورنٹ کی طرف دیکھے بغیر اپنے انگوٹھے کا اشارہ اس طرف کیا۔

وہ اویس کی بات سن کر ہنسا۔ "میں بہروپیا نہیں ہوں۔ نہ تجھے کوئی کرتب دکھا رہا ہوں اور نہ ہی مجھے دس، بیس روپے کی ضرورت ہے۔ اس ریسٹورنٹ میں کھانا کھانا میری خواہش نہیں ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہارے ساتھ میں نے دوستی کی ہے۔ اس لئے تمہارے سامنے آ جاتا ہوں۔"

اویس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "جانے کس دوستی کی بات کر رہے ہو تم۔ جاؤ اور مجھے بھی جانے دو۔"

"یہی تو کام کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کہ تم جاؤ۔ تمہارا کام شروع ہونے والا ہے۔ تم اس چہل قدمی کو یہیں ختم کرو اور واپس اپنی بلڈنگ میں چلے جاؤ۔" اُس کے لہجے میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔

"کیوں...... کیوں میں چلا جاؤں اور میرا کیا کام شروع ہونے والا ہے بند کرو اپنا یہ ڈرامہ۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر استعجاب اور استفسار کی جھلک عیاں ہو گئی تھی لیکن اویس اُس کی بات پر یقین بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اُس نے اویس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "کوئی تمہیں اپنی مدد کے لئے آواز دے سکتا ہے...... تمہیں مدد کے لئے پکار سکتا ہے اور تمہیں اُس کی مدد کرنی چاہئے اور تم اس کی مدد کرو گے۔"

"کس کی مدد؟" اویس نے سوالیہ نگاہیں اس پر مرکوز کر دیں۔ اویس کو اُس کی بات پر بالکل یقین نہیں تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اُسے ڈانٹ کر اپنے سامنے سے چلے جانے کے لئے مجبور کر دے۔ اُسے اُلجھن ہونے لگی تھی۔

"دیکھو...... میں تم سے غلط بات نہیں کرتا ہوں۔ تم شاید بھول گئے ہو کہ کل اگر میں تمہیں آواز دے کر نہ روکتا تو وہ کار تمہیں کچل کر گزر جاتی۔" اُس نے پارک کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے اویس کو یاد کرانے کی کوشش کی ہو۔

جو بات اویس اپنے دماغ سے محو کر چکا تھا، وہ اُس نے پھر یاد کرا دی تھی۔ اویس نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر کسی شعلے کی طرح یہ خیال اس کے دماغ میں آیا کہ کار کی تیز رفتار آواز اُس نے سن لی ہوگی جسے وہ سن نہیں سکا تھا، اور اس شخص نے اُسے خبردار کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی ہے۔

"ٹھیک ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔" اویس نے اُس سے جان چھڑانے کے لئے کہا اور آگے جانے کے لئے مڑا۔ وہ عقب سے بولا۔

"کل جو تمہیں خط ملا تھا وہ میری طرف سے تھا۔ ہم دونوں کی پہلی ملاقات کا سندیسہ تھا۔ وہ خط کسی لڑکی نے نہیں لکھا تھا۔"

اُس کی یہ بات سن کر اویس چونک کر رک گیا۔ اس راز کے منکشف ہونے پر وہ تذبذب سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت ٹپکنے لگی۔ اویس نے گھوم کر اُس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ اُس کی دونوں آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر خفیف تبسم کی لکیر تھی۔

اس سے پہلے کہ اویس کچھ بولتا اُس نے متانت سے کہا۔ "اپنی بلڈنگ کی طرف لوٹ جاؤ...... ابھی اور اسی وقت...... تمہاری مدد کی ضرورت ہے...... عارفہ کو۔"

"عارفہ......؟" اویس نے اُس کے منہ سے عارفہ کا نام سنا تو وہ چونک پڑا۔

کل کا واقعہ اور خط اویس کو کچھ اور سوچنے پر مجبور کرنے لگے تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے اس کی بات پر یقین کرنا چاہئے یا نہیں؟ اویس کے دماغ سے آواز آئی کہ آزمائش کرنے میں

کوئی حرج نہیں ہے۔ ابھی پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ ہو جائے گا۔ وہ اجنبی، اویس کی طرف بڑھا اور اس کی پشت پر آ گیا۔ اُس نے اویس کے نزدیک ہوتے ہوئے کہا۔ ''وقت ضائع مت کرو۔''

''اگر یہ جھوٹ ہوا تو......؟'' اویس نے کہہ کر ساتھ ہی گردن گھما کر اپنے عقب میں دیکھا اور اُسے اُس وقت شدید حیرت کا جھٹکا لگا کہ وہ اس کے پیچھے نہیں تھا۔

اویس نے متلاشی نگاہوں سے دور تک دیکھا، ہر طرف نظر دوڑائی وہ اُسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک اویس نے پہلی بار محسوس کیا جیسے اس کے آس پاس سے گزرنے والے لوگ اُسے عجیب نگاہوں سے دیکھ کر گزر رہے ہیں۔ اویس نے اُن کی نگاہوں کی کوئی پروا نہیں کی۔

یک دم وہ ایک بار پھر اویس کے سامنے آ گیا۔ اویس نے ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی بولا۔ ''اگر میری بات جھوٹ ہوئی تو پھر میں کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گا اور اگر سچ ہوئی تو......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''تو......؟'' اویس حیرت کا پہاڑ اُٹھائے ہوئے تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا ہے اور کون ہے۔ ابھی سامنے تھا اور ابھی نظروں سے اُوجھل ہو کر پھر سامنے کھڑا تھا۔

''تو پھر تم مجھ سے دوستی بھی کرو گے اور میری بات بھی مانو گے۔'' اس نے شرط رکھی۔

''اور اگر جھوٹ ہوا تو تم میری سزا کے حقدار ہو گے۔'' اویس نے بھی شرط عائد کر دی۔

''مجھے منظور ہے۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔

اویس دیکھنا چاہتا تھا کہ اس بار کیا ہوتا ہے۔ اپنی بات میں وہ سچا ثابت ہوتا کہ جھوٹا۔

''ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔''

اویس نے مزید اپنے آپ کو اُلجھانے کی بجائے بلڈنگ کی طرف دوڑ لگا دی۔ اویس کو اچانک بھاگتا ہوا دیکھ کر دیکھنے والے تعجب سے چونکے لیکن اویس کو اس وقت کسی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا وہ اپنی بات میں واقعی سچا ہے؟

اویس بھاگتا ہوا اُس بلڈنگ تک پہنچا اور لفٹ کے ذریعے اُوپر چلا گیا۔ اویس اپنے فلیٹ کے پاس پہنچا اور اُس راہداری میں کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھنے لگا، اُسے کچھ بھی غیر معمولی دکھائی نہیں دیا۔ اویس کو تو عارفہ کے فلیٹ کا بھی پتہ نہیں تھا۔ راہداری میں مکمل سکوت تھا۔ ہر فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ وہ کچھ دیر اسی طرح کھڑا رہا اور سوچنے لگا کہ عارفہ کہیں نیچے یا

اوپر والی منزل پر تو نہیں رہتی۔

اویس کچھ دیر اسی طرح سوچتا رہا۔ اُسے وہ پُراسرار شخص اور اس کی باتیں فریب لگیں۔ وہ جھوٹا اور بہروپیا تھا۔ اویس کو غصہ آ گیا اور اُس نے اپنے فلیٹ کے اندر جانے کے لئے جونہی ایک قدم اُٹھایا۔

اچانک لفٹ کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ وہ آدمی تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا اویس کے پاس سے گزرا اور دو فلیٹ چھوڑ کر تیسرے فلیٹ کے دروازے کے سامنے رکتے ہی اُس نے دروازے پر دستک دی۔ اویس اُس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جانے کیوں اُسے یہاں کچھ گڑبڑ سی لگ رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد دروازہ جیسے ہی کھلا اُس شخص نے ایک جھٹکے سے دروازہ دھکیلا اور اندر چلا گیا۔ اویس حیرت سے دیکھنے لگا، کچھ دیر کے بعد اونچی بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ مرد غصے سے اپنا گلا پھاڑ کر کہہ رہا تھا۔

''میں تمہیں لینے کے لئے آیا ہوں۔ تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلو۔ ابھی چلو میرے ساتھ۔ اسی وقت۔''

دوسری نسوانی آواز میں بھی غصہ تھا۔ اویس نے اُس کے بولتے ہی پہچان گیا تھا کہ وہ آواز عارفہ کی تھی۔ ''تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے فلیٹ میں آنے کی۔ چلے جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ نکل جاؤ میرے فلیٹ سے۔''

''مجھے جرأت کا بتاتی ہے۔ مجھے بتاتی ہے۔'' وہ مرد پہلے سے بھی زیادہ سیخ پا ہو کر چیخا اور پھر ایسا لگا جیسے اُس مرد نے عارفہ کے منہ پر تھپڑ مار دیا ہو۔ آواز کے ساتھ عارفہ کے منہ سے چیخ کی آواز بھی نکلی۔

''چھوڑو میری بیٹی کو۔ چھوڑو۔'' غالباً وہ عارفہ کی ماں کی آواز تھی۔

''اے بڑھیا پیچھے ہٹ۔'' اُس کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فلیٹ کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا، پھٹے ہوئے ہونٹ اور نکلتے ہوئے خون کے ساتھ عارفہ باہر نکلی اور چیخ کر بولی۔ ''کوئی پولیس کو بلائے...... یہ شخص ہمیں مار دے گا۔'' پھر یک دم اس کی نگاہ اویس پر پڑی اور اس کی طرف لپکی، اسی اثنا میں وہ مرد بھی باہر نکل کر آ گیا تھا اور عارفہ کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا۔ اس آدمی کا چہرہ قہر آلود تھا۔ آنکھوں سے جیسے شعلے برس رہے تھے۔ اویس مجسمہء حیرت بنا ہوا تھا۔ عارفہ اُسے مخاطب کرتی ہوئی بولی۔

”میری مدد کیجئے یہ ہمیں مار دے گا...... مجھے اس سے بچائیے۔“

اُس شخص نے پیچھے سے عارفہ کو بالوں سے پکڑ لیا اور ایک بار پھر مارنے کے لئے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ ٹھیک اسی وقت اویس اُن کی جانب بڑھا اور اس سے پہلے کہ اُس شخص کا ہاتھ عارفہ کے منہ پر پڑتا اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”چھوڑو اسے۔“ اویس نے غصے سے کہا اور اُسے ایک طرف دھکا دے دیا۔ وہ پرے جا گرا۔ عارفہ اس کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ اس کی ماں خوفزدہ اپنے فلیٹ کے دروازے پر کھڑی تھی۔ جبکہ دوسرے فلیٹس سے لوگ اپنے اپنے اَدھ کھلے دروازوں سے باہر جھانک رہے تھے۔

وہ شخص اُٹھا اور زہر آلود نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تم کون ہوتے ہو ہمارے بیچ میں آنے والے۔ یہ ہم میاں بیوی کا معاملہ ہے۔“

اویس پر پہلی بار یہ انکشاف ہوا کہ عارفہ شادی شدہ ہے اور وہ شخص اس کا شوہر ہے۔ عارفہ تیزی سے اس کے سامنے آکر اویس سے تیز لہجے میں بولی۔

”اس سے میری شادی ہوئی تھی لیکن اس کی بُری عادتوں کی وجہ سے میں نے اس سے الگ ہونے کا عدالت میں کیس کیا ہوا ہے اور کیس کا فیصلہ میرے حق میں ہونے ہی والا ہے۔ مجھے اس سے بچا لیجئے۔ یہ ایک ظالم شخص ہے۔ اس کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ یہ مجھے مار دے گا۔ میری مدد کریں مجھے اس سے بچائیں۔“ عارفہ اس کے سامنے ہاتھ جھوڑ کر التجا کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے تھے۔

”بکواس کرتی ہے۔ تجھے میرے ساتھ رہنا ہوگا۔ تجھے میں نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ساتھ چلو۔ تاکہ میں عدالت کو یہ ثابت کرسکوں کہ تم میرے ساتھ رہتی ہو۔“ وہ ایک بار پھر چلاتا ہوا آگے بڑھا۔ اویس، عارفہ کے سامنے آگیا۔ اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے درشت لہجے اور غصے سے کہا۔

”اگر تم نے اب کوئی ایسی حرکت کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔“

”اگر نہ گیا تو کیا کرلو گے تم؟“ اُس نے آنکھیں نکالیں۔

”دیکھنا چاہتے ہو تو میں تمہیں دکھاؤں کہ میں تمہارا کیا حال کرسکتا ہوں۔ چند منٹوں میں تمہارا کیا حشر ہوسکتا ہے؟“ اویس نے اس کی آنکھو[illegible] آنکھیں پیوست کردیں۔

اویس کے کہنے کا انداز ایسا خوفناک تھا کہ جیسے وہ واقعی اُس کے کسی بھی قدم کا جواب منہ توڑ دے گا کہ اُسے اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ وہ اپنی جگہ رک گیا۔ اویس کی دھمکی کا اثر اس کے چہرے پر خوف کی صورت میں صاف عیاں تھا۔ اسی اثنا میں ایک فلیٹ سے ایک اور نوجوان باہر نکل آیا۔ جو اُسے گھور رہا تھا۔ اُس شخص نے پہلے اویس کی طرف اور پھر اُس نوجوان کی طرف دیکھا۔ اُسے اب یقین ہو گیا تھا کہ اس کے کچھ بھی کرنے سے اب اس کی اچھی خاصی پٹائی ہوسکتی ہے۔

”دیکھ لوں گا۔“ اس کے پاس یہ کہہ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

عارفہ نے روتے ہوئے اویس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کی ماں اُسے اندر لے گئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک بار پھر اس جگہ سکوت کا راج ہو گیا۔ اویس فلیٹ کے دروازے کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا کہ اُس پُراسرار شخص کی یہ بات بھی بالکل ٹھیک ثابت ہوئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ جو بھی کہتا ہے اس کی بات میں سچائی ہوتی ہے؟ وہ واقعی میرا دوست ہے...... کوئی بہروپیا نہیں ہے؟ لیکن وہ کون ہے؟

اویس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر گیا، اس کا رُخ اپنے کمرے کی طرف تھا۔ کمرے میں جاتے ہی اویس نے روشنی کی اور اُس دراز کو کھولا جہاں اس نے وہ خط رکھا تھا لیکن دراز میں وہ لفافہ نہیں تھا۔ اس نے ایک کے بعد دوسرا دراز دیکھا اور پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ اور اسی طرح سارا کمرہ چھان لیا لیکن اُسے وہ لفافہ کہیں نہیں ملا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کمرے کے درمیان میں کھڑا حیرت کی تصویر بنا سوچ رہا تھا کہ وہ لفافہ کہاں چلا گیا۔ جبکہ اس کے کمرے کی کسی چیز کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ پھر وہ لفافہ کہاں گم ہوسکتا ہے۔

’کیا مجھے صرف وہ پڑھنے کے لئے ہی دیا تھا۔ محض ایک پیغام دیا تھا۔ جو مجھے مل گیا اور پھر لفافہ غائب ہو گیا لیکن کیسے......؟ اویس سوچتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کر رہا تھا۔ اب وہ اُس پُراسرار شخص سے ملنا چاہتا تھا۔

☆=======☆=======☆

تین دن گزر گئے تھے۔

ان تین دنوں میں وہ پُراسرار شخص اویس کو کہیں بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ نہ ہی اچانک اس کے سامنے آیا تھا۔ اویس کو بھی اُس کا تب ہی خیال آتا تھا جب اُسے کام سے کچھ فرصت ہوتی تھی۔ ورنہ کام میں مصروف رہنے کے باعث تو اُسے اُس کا خفیف سا بھی خیال نہیں آتا

تھا۔ایک بار پھر وہ اس کے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔

دفتر سے واپسی پر اویس کسی نہ کسی پراپرٹی ڈیلر کے دفتر میں براجمان ہوتا تھا اور یا پھر کرائے کی رہائش دیکھنے کے لئے وہ پراپرٹی ڈیلر کے ساتھ شہر کے کسی نہ کسی علاقے میں ہوتا تھا۔اب وہ بھی شدت سے یہ چاہنے لگا تھا کہ اُسے کوئی اچھی اور مناسب رہائش مل جائے تا کہ وہ عینی کو اس شہر میں لے آئے۔اس کے بغیر وہ بہت اُداس سا ہو گیا تھا۔

اُس شام اویس کو پراپرٹی ڈیلر نے ایک فلیٹ دکھایا۔وہ ایک اچھے علاقے میں تھا۔صاف ستھرا اور بالکل نیا فلیٹ بنا تھا۔پراپرٹی ڈیلر نے بتایا کہ اس کا مالک بسلسلہ روزگار بیرونِ ملک آباد ہے۔وہاں وہ کسی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے۔اس کی بیوی اور بچے بھی ساتھ ہیں۔فی الحال وہ اس فلیٹ کو کسی اچھی اور مختصر فیملی کو کرائے پر دینے کا خواہش مند ہے۔

اب اویس کی فیملی سے کیا مختصر فیملی ہو سکتی تھی۔ایک میاں اور ایک اُس کی بیوی......اویس کو پہلی ہی نظر میں وہ فلیٹ اچھا لگا۔کرایہ بھی اس کے حساب سے ٹھیک ہی تھا اور پھر اس جگہ کا فاصلہ اس کے آفس سے بہت دور نہیں تھا۔

''مجھے یہ فلیٹ پسند ہے۔آپ میری بات کرائیں۔''اویس نے فوراً ہامی بھرتے ہوئے کہا۔

''اس کی بات مجھ سے ہی کرنی ہوگی۔یہ فلیٹ میرے سپرد ہے۔کرایہ اور ایڈوانس میں نے بتا دیا ہے۔اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔فلیٹ جس حالت میں ہے اُسی حالت میں واپس ہوگا۔کسی بھی ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری آپ کی ہوگی۔''پراپرٹی ڈیلر نے بتایا

''ہم دو تو افراد ہیں۔کیا ٹوٹ پھوٹ کریں گے۔''اویس مسکرایا۔

''دراصل یہ فلیٹ اُنہوں نے اپنی رہائش کے لئے بنایا ہے۔اس فلیٹ کا مالک بیرونِ ملک نوکری کرتا ہے۔دو سال کے بعد وہ اپنی نوکری سے سبکدوش ہو جائے گا۔تب وہ یہاں رہائش اختیار کر لے گا۔اس لئے جو معاہدہ ہوگا اس کے مطابق آپ کو یہ فلیٹ خالی کرنا پڑے گا۔''پراپرٹی ڈیلر نے کہا۔

اویس نے اس کی بات سن کر سوچا کہ دو سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔اس دوران ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا ذاتی فلیٹ خریدنے کے قابل ہو جائے۔لہٰذا اس نے اُس کی تمام شرائط مان لیں اور اگلے دن اسی وقت لکھے ہوئے معاہدے کے کاغذ پر سائن کرنے اور ایڈوانس وغیرہ دینے کا طے کر کے وہ اُس فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اویس نے پہلے عینی کو فون کیا۔کچھ ہی دیر بعد اُس سے رابطہ ہو گیا۔اویس نے رسمی بات چیت کے بعد بتایا۔''مبارک ہو۔ہمیں ایک بہت ہی خوبصورت اور بہت اچھے علاقے میں کرائے پر فلیٹ مل گیا ہے۔''

''کیا واقعی......؟''عینی بے یقینی کے انداز میں خوش ہوتے ہوئے تقریباً چیخی۔

''ہاں واقعی......اب تم جلدی سے لاہور آنے کی تیاری کر لو۔کل اسی وقت مجھے اس فلیٹ کی چابی مل جائے گی۔''اویس بھی خوش تھا۔

''کل کیوں،آج ہی چابی لے لیتے۔''عینی کو جلدی تھی۔

''ایک معاہدہ لکھا جائے گا اور اس کے بعد چابی میرے حوالے ہوگی۔اس لئے کچھ صبر کرو اور تیاری رکھو۔''اویس نے تسلی دی۔

''اس وقت کہاں ہو؟''اس نے پوچھا۔

''اس عمارت کے باہر کھڑا تمہیں فون کر رہا ہوں اور اب میں فون بند کرنے لگا ہوں۔فلیٹ میں جا کر تمہیں دوبارہ فون کروں گا۔''اویس نے بتایا اور فون بند کر دیا۔

اویس نے موٹر سائیکل کو کک ماری اور موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔اویس ایک اچھا فلیٹ مل جانے پر خوش تھا۔اس سے بھی زیادہ خوشی اُسے اس بات کی تھی کہ اب عینی بھی اس کے پاس آ جائے گی اور وہ ایک ساتھ رہنے لگیں۔دونوں کے درمیان حائل دوری ختم ہو جائے گی۔ان ہی پُر مسرت خیالات میں وہ اُس عمارت میں جا پہنچا جہاں فلیٹ میں اس کی رہائش تھی۔

موٹر سائیکل کھڑی کرنے کے بعد اویس اُس کی چابی اپنی اُنگلی میں گھماتے ہوئے لفٹ کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایک بڑے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے،اپنے سینے پر ہاتھ باندھے وہی پُراسرار شخص کھڑا دکھائی دیا۔اُس کا وہی حلیہ تھا۔اُس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔اُس کی نگاہیں اویس کی طرف مرکوز تھیں اور ہونٹوں پر ایک خفیف تبسم کی لکیر عیاں تھی۔اویس اُسے دیکھتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔وہ اُس سے ملنا چاہتا تھا۔بہت سے سوالات کا انبار اس کے دماغ میں تھا۔وہ اُس سے ہر سوال کرنا چاہتا تھا اور ہر سوال کا جواب لینا چاہتا تھا۔اویس کے لفٹ کی طرف جاتے قدم اُس کی طرف بڑھنے لگے۔جونہی وہ اُس کے قریب پہنچا اُس نے دوسری طرف چلنا شروع کر دیا۔اُس کی رفتار قدرے تیز تھی۔اویس نے اُسے دوسری طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اُسے پکارا۔

"اے......رکو۔"

اُس نے اویس کی آواز پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنی ہی دھن میں چلتا رہا۔ البتہ جونہی اویس نے اُسے آواز دی تھی اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے اُس سمت ضرور دیکھا، اور پھر اُس کی متحیر نگاہیں اویس پر مرکوز ہوگئی تھیں۔ اویس نے ایک لمحے کے لئے اُس آدمی کی طرف دیکھا، اُس نے اُس کی حیرانگی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ اُس پُراسرار شخص کے پیچھے بھاگنے لگا، وہ دوسرے دروازے سے نکل کر اس عمارت کے عقب میں چلا گیا۔ اس طرف چاردیواری کے ساتھ ایک چھوٹا آہنی گیٹ تھا جو بند ہی رہتا تھا۔ اُس وقت وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ شخص یک دم رک گیا۔ دیوار کے ساتھ دو خالی ڈرم سیدھے رکھے ہوئے تھے۔ اُس شخص نے ایک چھوٹی سی جست لگائی اور ایک خالی ڈرم پر ٹانگیں لٹکا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہیں ایک بار پھر اویس کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ ہونٹوں پر وہی تبسم کی لکیر عیاں تھی۔ اویس اُس کے قریب جا کر سامنے کھڑا ہوگیا۔

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" اویس نے اُس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" وہ لاپروائی سے بولا۔

"تم کون ہو؟" اویس نے جاننا چاہا۔

"اس دن والی میری بات سچ ثابت ہوئی تھی۔ شرط کے مطابق اب میں تمہارا دوست ہوں۔" اُس نے اویس کا سوال نظرانداز کر دیا۔

"میرا مطلب یہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کیا ہو؟ کوئی چھلاوے ہو، مداری ہو، آتے ہو مجھے کچھ کہتے ہو اور پھر کہیں غائب ہو جاتے ہو۔" اویس نے ایک ساتھ کئی سوال کر دیئے۔ وہ جاننے کے لئے مضطرب تھا کہ آخر وہ ہے کیا؟ جو ہونے والا واقعہ پہلے ہی بتا دیتا ہے۔

"باقی سب باتیں چھوڑ دو۔ ایک بات کا جواب دو۔ جو بھی میں نے تمہیں کہا کیا وہ غلط نکلا؟" اُس نے کہہ کر اویس کے چہرے پر اپنی جواب کی منتظر نگاہیں جما دیں۔

اویس نے جواب دیا۔ "وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن......"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے مسٹر اویس۔" اُس نے یک دم اس کی بات کاٹ کر متانت سے کہا۔ پہلی بار اُس کے ہونٹوں سے تبسم کی ہلکی لکیر معدوم ہوئی تھی۔

"میں نے کہا ناں......" اویس نے کہنا چاہا لیکن اُس نے اپنے اُسی لہجے میں اس کی

بات کو کاٹ دیا اور اپنا سوال ایک بار پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے دہرایا۔

"جو بھی میں نے تمہیں کہا کیا وہ غلط نکلا؟"

"نہیں...... جیسا تم نے کہا ویسا ہی ہوا۔" اویس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"میری باتوں پر یقین آیا؟" اُس نے دوسرا سوال کیا۔

سوالوں کا انبار تو اویس کے ذہن میں تھا۔ بہت کچھ تو وہ اُس سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن ایک کے بعد دوسرا سوال وہ کر رہا تھا۔ اویس نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہارے بارے میں جاننا ہے۔ تم کون ہو، کہاں سے آتے ہو اور کہاں گم ہو جاتے اور جو بھی تم مجھے بتاتے ہو اس کا پہلے سے تمہیں کیسے علم ہوتا ہے؟"

اویس کے ایک ساتھ کئی سوال سن کر وہ مسکرایا۔ "میری باتوں پر یقین ہے؟"

"تم پہلے مجھے میرے سوالوں کا جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ تم کوئی بازی گر ہو کیا؟"

اویس نے اس بار قدرے تیز لہجے میں پوچھا۔ اپنے کسی سوال کا جواب نہ پا کر اسے اچانک غصہ آ گیا تھا اور اُلجھن سی ہونے لگی تھی۔

اویس کے غصے اور تیز لہجے کی پروا کئے بغیر وہ ڈرم سے نیچے اُترا اور جس راستے سے وہ دونوں اس طرف آئے تھے اُسی راستے پر اخراماں خراماں قدم اُٹھاتے ہوئے وہ بولنے لگا۔

"تم کرائے پر فلیٹ لے رہے ہو، اپنی بیوی کو اس فلیٹ میں اپنے ساتھ رکھنے کے لئے کوشش کر رہے ہو، میری مانو تو وہ فلیٹ مت لو۔"

"کیوں...... کیوں نہ وہ فلیٹ لوں میں؟" اویس اُس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھوں میں اس کی بات سن کر حیرت دوڑ آئی تھی۔

"یہ تجھے تمہارا دوست کہہ رہا ہے۔" وہ بغیر بولا۔

"کون دوست؟" اویس نے منہ بنا کر کہا۔

"میں اور کون۔" اُس نے اپنے سینے پر اُنگلی رکھی۔ اُس نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے بتاؤ کہ میں وہ فلیٹ کیوں نہیں لوں۔" اویس نے استفسار کیا۔

"میری بات ماننے کے لئے تیار ہو تو مت لو وہ فلیٹ؟" اُس نے پھر وہی کہا۔ "تم میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہو کہ تم مجھ سے دوستی کرو گے۔ ایک دوست ہونے کے ناطے کہہ رہا ہوں کہ وہ فلیٹ مت لو۔ اس کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"جب تک تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے میں کیسے تم پر یقین کرلوں۔ مجھے یہ سب تمہاری بازی گری لگتی ہے۔" اویس اس کی بات پر تب تک یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جب تک کہ وہ اُسے اپنے بارے میں سب کچھ بتانے پر رضامند نہیں ہو جاتا تھا۔

"کیا تم ایک بار پھر مجھے آزمانا چاہتے ہو؟ جبکہ اُس دن تمہارے ساتھ یہ بات طے ہو گئی تھی کہ اگر غلط ہوا تو میں پھر کبھی تمہارے راستے پر نہیں آؤں گا اور سچ ہونے کی صورت میں تم مجھ سے دوستی کرلو گے۔" وہ کہتا ہوا لفٹ کے پاس چلا گیا۔ اس وقت وہاں کوئی اور نہیں تھا۔

"تم مجھے اپنے بارے میں بتانا نہیں چاہتے ہو۔" اویس بولا۔ "میں جب بھی اس بارے میں سوال کرتا ہوں تم بات کہیں اور لے جاتے ہو لیکن اب میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ باتیں پھر بھی ہو سکتی ہیں۔ کل تم اس فلیٹ میں ایڈوانس لے کر جا رہے ہو۔ مت جانا۔" اُس نے پھر اویس کو تنبیہ کی۔

"کیوں نہیں جاؤں میں تم سے یہی پوچھ رہا ہوں۔" اویس اس بار غصے سے چیخا۔ اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے وہ اس کے کندھوں کے اُوپر سے اس کے عقب میں دیکھنے لگا۔ اویس کو لگا جیسے اس کے پیچھے کوئی ہے، یا کچھ ایسا ہو رہا ہے کہ وہ اُس طرف دیکھنے کے لئے مجبور ہو گیا ہے۔ اویس نے بھی اپنی گردن گھمائی اور عقب میں دیکھنے لگا۔ اس کے عقب میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اویس نے دائیں بائیں گردن گھمائی، متلاشی نگاہوں سے دیکھا...... کسی کو نہ پا کر اس نے پھر اپنے سامنے کھڑے اس پُراسرار شخص کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ وہ اس جگہ سے غائب تھا۔

اویس مضطربانہ انداز میں اُسے متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یک دم اس کی نگاہ اس بلڈنگ کے چوکیدار پر پڑی۔ وہ ایک طرف کھڑا اس کی طرف متحیر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اویس اس سے آنکھیں چار ہوتے ہی بولا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں اُدھر جا رہا تھا سر......" اُس نے جواب دیا اور پھر چل پڑا۔ دو قدم چل کر وہ رک گیا۔ "سر ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں پوچھو۔" اویس اس پُراسرار شخص کے اچانک غائب ہو جانے پر اُلجھن کا شکار تھا۔

"ابھی آپ......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں بولو کیا آپ؟" اویس نے کہا۔

"چلتا ہوں سر...... آپ ناراض ہی نہ ہو جائیں۔" وہ ڈرتے ہوئے بولا۔

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو...... نہیں ناراض ہوتا۔" اویس کو لگا جیسے وہ کچھ خاص پوچھنا چاہتا ہے۔

اُس نے جھجکتے ہوئے پوچھ ہی لیا "سر ابھی آپ اکیلے کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

"میں اکیلا باتیں کر رہا تھا۔" اس کی بات سن کر اویس چونکا۔ "تم مجھے کب سے دیکھ رہے تھے؟"

وہ کچھ ڈرتے اور جھجکتے ہوئے بولا۔ "سر میں تو اوپر کام جا رہا تھا۔ جب آپ اس طرف سے اکیلے ہی باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے تو میں آپ کو دیکھ کر رک گیا تھا......"

اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی اور کو دکھائی نہیں دیتا ہے۔ جب میں اُس رات پارک کے قریب اس سے باتیں کر رہا تھا تو تب بھی لوگ میری جانب دیکھ رہے تھے، لیکن میں نے کسی پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ صرف مجھے دکھائی دیتا ہے؟ اویس سوچتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگا اور اسی سوچ میں اس نے لفٹ کا بٹن دبا دیا۔ اویس کو یہ جان کر اور بھی شدت سے حیرت کا جھٹکا لگا۔ لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ یہ پروا کئے بغیر کہ چوکیدار اس جگہ کھڑا اس کے جواب کا متمنی ہے، وہ لفٹ کے اندر چلا گیا اور لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔

☆=======☆=======☆

اویس کو عجیب سی بے چینی لگ گئی تھی۔

اگر اویس سے یہ بات چوکیدار نہ کرتا تو اس کے علم میں یہ بات ہی نہ آتی کہ وہ کسی اور کو دکھائی نہیں دیتا ہے۔ جس وقت وہ اُس سے باتیں کر رہا ہوتا تھا تو اس کی طرف دیکھ کر لوگ شاید یہی سمجھتے ہوں گے کہ وہ پاگل ہے۔ چوکیدار کی اس بات کا تو اس نے اُسے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا اور سوچتا ہوا لفٹ کا بٹن دبا دیا تھا۔ وہ اُسے اس بات کا جواب بھی کیا دیتا۔ اس کا چپ رہنا ہی بہتر تھا۔

رات کا کھانا بھی اویس نے عجلت اور بے قراری کی کیفیت میں کھایا۔ اویس کی اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے سب نے ہی پوچھا کہ اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے اور اُس نے یہ کہہ کر سب کو مطمئن کر دیا کہ آج کوئی خاص بھوک نہیں ہے۔

اویس کی سوچ ایک ہی جگہ منجمد تھی کہ وہ کسی اور کو دکھائی نہ دینے والا آخر ہے

کون؟ اویس سوچتے ہوئے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

یک دم وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کا رُخ نشست گاہ میں براجمان چچا جان کی طرف تھا۔ اس وقت وہ ایک رسالہ ہاتھ میں لئے بڑے انہماک سے پڑھنے میں مصروف تھے کہ اویس کی آمد اور اُن کے پاس بیٹھنے کا بھی اُنہیں پتہ نہیں چلا۔

اویس ٹیلی وژن کا ریموٹ ہاتھ میں لے کر مختلف چینلز بدلتا رہا۔ اس دوران چچا جان نے ایک بار آنکھیں اُٹھا کر اس کی طرف دیکھ لیا اور پھر پڑھنے میں لگ گئے۔ کچھ دیر کے بعد اُنہوں نے رسالہ ایک طرف رکھا اور بولے۔ ''دلچسپ مضمون تھا۔ میں نے سوچا کہ ختم کر کے ہی تم سے کوئی بات کروں گا۔''

''مجھے بھی لگ رہا تھا کہ آپ کوئی دلچسپ چیز ہی پڑھ رہے ہیں۔'' اویس نے کہا۔

''ٹیلی وژن بھی بے کار چیز ہوگئی ہے۔ جتنے چینلز بڑھ گئے ہیں اتنا ہی ریموٹ کا استعمال بھی بڑھ گیا ہے۔ جس کے ہاتھ میں ریموٹ نہ ہو اُسے ٹیلی وژن دیکھنے کا مزہ ہی نہیں آتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ٹیلی وژن سے بھی زیادہ اہم اس کا ریموٹ ہوگیا ہے۔'' چچا جان حسب عادت کہتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

''آپ کو تو جن بھوتوں والی فلمیں اچھی لگتی ہوں گی؟'' اویس اُس موضوع کی طرف بڑھا جس کے لئے وہ چچا جان کے پاس آیا تھا۔

''سو میں سے ایک اچھی فلم ہوتی ہے۔'' چچا جان نے سر ہلایا۔

''ویسے چچا جان ایک بات تو بتائیں۔ یہ جن بھوت چڑیلیں کیا واقعی ان کا وجود ہوتا ہے۔'' اویس نے آخر بات کا آغاز کر ہی دیا۔

''ہاں...... ہوتا ہے۔ جن کا وجود ہے۔'' چچا جان نے اثبات میں سر ہلایا۔ ان کا پسندیدہ موضوع چھڑ گیا تھا۔ ان کے چہرے پُر جوش دکھائی دینے لگا تھا۔

''جن سے کسی انسان کی دوستی ہوسکتی ہے؟'' اویس نے اگلا سوال کیا۔

''ہاں ہوسکتی ہے۔ جس طرح سے ہم انسانوں میں اچھے برے انسان ہوتے ہیں، اسی طرح جنوں میں بھی اچھے اور شریر جن ہوتے ہیں لیکن جن کی کسی انسان کے ساتھ دوستی کا ہونا بہت کم ایسا ہوتا ہے۔'' چچا جان نے اپنے پسندیدہ موضوع پر دلچسپی سے بات کرتے ہوئے بتایا۔

اویس سوچنے لگا کہ مزید چچا جان سے کیا دریافت کروں۔ جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے کیا

وہ اُن کے علم میں لے آئے؟ لیکن پھر اویس نے سوچا کہ اُسے ابھی اس بات پر خاموشی ہی رکھنی چاہیئے۔ جب تک وہ اُس کے بارے میں پوری طرح سے معلومات حاصل نہیں کر لیتا، قبل از وقت اُسے اس کے بارے میں چچا جان سے بات کرنے سے اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔

اویس جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں جا رہے ہو...... بیٹھو میں تمہیں ایک بہت مزے کا واقعہ سناتا ہوں۔ سنو گے تو مزہ آ جائے گا۔'' چچا جان نے اویس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ وہ مجبوراً چچا جان کے پاس بیٹھ گیا۔

چچا جان، اویس کو اپنی جوانی کا واقعہ سنانے لگے۔ جب اچانک اُن کی ایک جن کے ساتھ سرِراہ ملاقات ہوگئی تھی...... وہ ایک ایک باریکی کے ساتھ اپنا واقعہ سنا رہے تھے اور اُن باریکیوں کی وجہ سے اُن کا واقعہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ اویس کی سعادت مندی ایسی کہ وہ وہاں سے اُٹھ بھی نہ سکا اور رات ساڑھے بارہ بجے جب اُن کا وہ واقعہ اپنے اختتام کو پہنچا تو اُسے اُٹھنے کا موقع ملا اور وہ سیدھا اپنے کمرے میں جا کر بستر میں گھستے ہی سو گیا۔

☆=======☆=======☆

ناشتے کے بعد اویس اپنے آفس چلا گیا۔

دوپہر کو پراپرٹی ڈیلر کا اویس کو فون آ گیا۔ اویس نے اُسے بتایا کہ وہ ٹھیک سات بجے اُسی فلیٹ پر ایڈوانس کی رقم لے کر پہنچ جائے گا۔ آپ اگری منٹ کا کاغذ لیتے آیئے گا۔

دراصل اویس ایڈوانس کی رقم دینے سے قبل ایک بار پھر فلیٹ کو اچھی طرح سے دیکھنا چاہتا تھا۔

پراپرٹی ڈیلر نے اُسے تاکید کی وہ ٹھیک سات بجے تک آ جائے۔ اُسے کہیں اور بھی جانا تھا۔

عینی کا بھی اویس کو دوبار فون آ چکا تھا کہ وہ وقت پر فلیٹ کا ایڈوانس وغیرہ دینے کے لئے چلا جائے۔ عینی کو اویس سے بھی زیادہ فکر تھی۔

آفس ٹائم ختم ہوتے ہی اویس تیزی سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف چل پڑا۔ ساڑھے چھ بجے کا وقت تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا اُس فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایڈوانس کی رقم اس کے کوٹ کے اندر والی جیب میں تھی۔ اچانک وہ اپنی موٹر سائیکل کو بریک لگانے پر مجبور ہوگیا۔ کیونکہ وہ پُراسرار شخص سڑک کے کنارے اُسی حلیئے میں ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک رہا تھا۔ اویس نے اُس کے پاس ہی بریک لگا دی۔

''میں نے کہا تھا کہ وہ فلیٹ مت لو۔'' وہ یک دم بولا۔

"تم میرے سوا کسی اور کو بھی دکھائی دیتے ہو کیا؟" اویس نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں...... میں صرف تمہیں دکھائی دیتا ہوں۔" اویس کے اس سوال کا جواب اُس نے جھٹ سے دے دیا۔ اُس کا جواب سنتے ہی وہ ایک بار پھر چونکا اور دائیں بائیں دیکھا۔ اس سڑک پر ٹریفک دوڑ رہی تھی۔ کوئی آس پاس نہیں کھڑا تھا۔ جو اسے دیکھ رہا ہو۔

"کیا تم کوئی جن ہو؟" اویس نے کہہ کر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"تم اُس فلیٹ کی طرف مت جاؤ۔" اس بار اویس کی بات کو نظر انداز کرنے کی اس کی باری تھی۔

"میں جاؤں گا۔" اویس نے ضد سے کہا۔

"پھنس جاؤ گے۔" وہ بولا۔

"کیسے؟" اویس نے پوچھا۔

"کیونکہ وہاں فلیٹ میں ایک لاش تمہارے لئے مصیبت کھڑی کر سکتی ہے۔" اُس کا لہجہ پُراسرار ہو گیا۔

اویس اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لاش کا سن کر وہ اندر سے ڈر گیا تھا۔ ایک سنسنی اس کے جسم میں دوڑ گئی لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ خالی فلیٹ ہے۔ وہاں کوئی رہتا ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ جھوٹ بول رہا ہے اور پھر پراپرٹی ڈیلر اس سے پہلے وہاں موجود ہو گا۔ اس لئے اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اویس نے موٹر سائیکل کا گیئر لگایا اور چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ "میں جا رہا ہوں۔ مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ہے۔"

"افسوس کہ تم نے ابھی تک مجھے اپنا دوست نہیں مانا۔ ٹھیک ہے بعد میں ملاقات ہو گی۔" اُس کا چہرہ اویس کی بات سنتے ہی متانت میں نہا گیا۔

اویس آگے بڑھ گیا۔ وہ اس کی بات پر یقین اس لئے کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ وہ اُسے اپنی حقیقت نہیں بتا رہا تھا اور اُسے آزمانے کا مزید موقع بھی مل رہا تھا۔ اویس کی دانست میں یہ بات بھی تھی کہ اس بار اس کا انکار سن کر وہ اُسے اپنے بارے میں بتانے پر مجبور ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

☆=======☆=======☆

جب اویس اُس بلڈنگ میں پہنچا تو رات کے سوا سات بج چکے تھے۔

اویس سیڑھیوں کے ذریعے سے دوسری منزل پر پہنچا کیونکہ لفٹ کے دروازے پر ایک پرچی چسپاں تھی جس پر لکھا تھا کہ 'لفٹ خراب ہے۔'

جو فلیٹ وہ کرائے پر لینا چاہتا تھا اس کے دروازے پر کھڑا ہو کر اُس نے جونہی ہینڈل پر ہاتھ رکھا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ پراپرٹی ڈیلر اندر موجود ہے۔ اویس کو اندر جانے کے لئے دروازے پر دستک دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ خالی فلیٹ تھا وہ بنا تردد اندر جا سکتا تھا۔

جونہی اویس نے اندر قدم رکھا اُسے ایک رعب دار آواز سنائی دی اور وہ چونک کر رک گیا۔ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "تیرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ ہماری کسی بات پر تم دھیان ہی نہیں دے رہے ہو۔ تجھے کتنی بار فون کئے، پیغام بھیجے اور تم ہو کہ کوئی لفٹ ہی نہیں۔"

"میں تم لوگوں کی اب مزید ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔" یہ پراپرٹی ڈیلر کی آواز تھی۔

"اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے جانتے ہو۔" ایک تو اس کی آواز گرج دار تھی اور دوسرا فلیٹ خالی ہونے کی وجہ سے آواز اور بھی گونج رہی تھی۔

اویس یہ جاننے کے لئے کہ یہ کون لوگ ہیں آگے بڑھا اور ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ وہاں ایک کھڑکی تھی جو کہ ٹی وی لاؤنج کی طرف کھلتی تھی۔ اُسے لگ رہا تھا کہ وہ ٹی وی لاؤنج میں تھے۔ اویس نے کھڑکی کا تھوڑا سا پٹ کھول کر باہر دیکھا۔ ٹی وی لاؤنج میں خطرناک شکل وصورت والے تین افراد کھڑے تھے اور اُن کے سامنے پراپرٹی ڈیلر کھڑا تھا۔ گھبراہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"اب میں تم لوگوں کو ایک بھی پیسہ نہیں دوں گا۔" پراپرٹی ڈیلر نے دوٹوک کہا۔ "میں بہت پیسہ دے چکا ہوں۔"

"نہیں دو گے تو تم پھر کس کام کے۔" وہ غصے سے بولا۔ "ہم تو اُسے رکھتے ہیں جو ہمارے کام کا ہو۔"

"بہتر ہے کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔" پراپرٹی ڈیلر نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "اور کوشش کرنا کہ آئندہ تم مجھ سے کوئی رابطہ نہ کرو۔"

اُس آدمی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ "چلو بھئی صاحب چلنے کے لئے کہہ

رہے ہیں۔"

وہ تینوں جانے کے لئے جونہی دروازے کی طرف بڑھے، یک دم برق رفتاری سے وہ آدمی گھوما اور ہاتھ میں پکڑے لمبے پھل والے چاقو کو پراپرٹی ڈیلر کے سینے میں اتار دیا۔ یک دم خون کا فوارہ چل پڑا۔ یہ دیکھتے ہی اویس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ پراپرٹی ڈیلر گر گیا اور تڑپنے لگا۔ خون سے سارا فرش بھر گیا تھا۔ وہ کچھ دیر اُسے دیکھتے رہے اور جیسے ہی پراپرٹی ڈیلر ساکت ہوا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

اویس کمرے میں ڈرا اور سہا ہوا کھڑا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کمرے میں نہ آجائیں ورنہ وہ پکڑا جا سکتا تھا اور وہ اُسے کسی بھی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ وہ اس قتل کا چشم دید گواہ تھا، لیکن وہ فلیٹ سے باہر نکل گئے۔

جب اویس کو تسلی ہوگئی کہ وہ فلیٹ سے چلے گئے ہیں تو وہ کمرے سے باہر نکلا اور پہلے پراپرٹی ڈیلر کو دیکھا، اس کی خون میں لت پت لاش فرش پر پڑی تھی۔ وہ دہشت ناک نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا اور اویس کو اُس پُراسرار شخص کی بات یاد آرہی تھی جب اس نے اس فلیٹ کو لینے کے لئے منع کیا تھا اور اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہاں ایک لاش ملے گی اور تمہارے لئے مصیبت کھڑی ہوسکتی ہے۔

جب اس کی مصیبت کھڑی ہوجانے کی بات اویس کو یاد آئی اس نے اس جگہ سے فوراً نکل جانے کے بارے میں سوچا اور تیزی سے باہر جانے کے لئے بھاگا۔ جونہی اُس نے دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل گھمایا دروازہ مقفل تھا۔ وہ باہر سے دروازہ لاک کر گئے تھے۔

اویس نے دو، تین بار ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ لاک تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی پراپرٹی ڈیلر کی لاش کے ساتھ ہی فلیٹ میں بند ہوگیا تھا۔ اویس پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کہ وہ پھنس سکتا ہے اور اویس واقعی پھنس گیا تھا۔ اس فلیٹ میں لاش بھی تھی اور وہ بھی پھنسا ہوا تھا۔ اس پُراسرار شخص کی یہ بات بھی سچ ثابت ہوئی تھی۔

فلیٹ سے باہر نکلنے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ آنے جانے کے لئے جو دروازہ تھا وہ باہر سے لاک کر گئے تھے۔ ایسے لوگ گم نام کال کے ذریعے سے پولیس کو بھی مطلع کر دیا کرتے ہیں کہ فلاں جگہ لاش پڑی ہوئی ہے اور اویس کو یہ خوف بھی کھا... لگا تھا کہ اگر انہوں نے ایسا کر دیا ہوگا تو لاش کے پاس اس وقت وہ ہی ہے...... جس سے اُسے قتل کیا گیا ہے وہ

ہتھیار بھی اس کے سینے میں پیوست تھا۔ پراپرٹی ڈیلر کے قتل کے الزام میں اُسے گرفتار کرلیا جائے گا اور پھر اس کا بچنا محال ہوگا۔

اویس کسی کو اپنی مدد کے لئے پکار بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا کروں اور یہاں سے کیسے چپ چاپ نکلوں کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔

اویس مضطرب ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور پھر وہ بیڈروم میں چلا گیا۔ ایک چھوٹا دروازہ بالکونی کی طرف کھلتا تھا۔ اس نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا۔

وہ اس بلڈنگ کا عقب والا حصہ تھا۔ سامنے سڑک اور اس کے ساتھ آٹو مارکیٹ تھی۔ موٹر سائیکل، وغیرہ کے سپیئر پارٹس کی دکانوں کی وہ بڑی مارکیٹ تھی۔ جہاں موٹر سائیکل وغیرہ ٹھیک کرنے کا کام بھی رات گئے تک ہوتا رہتا تھا۔ اس مارکیٹ کے پیچھے مین سڑک دکھائی دے رہی تھی جہاں کاریں اور ہیوی ٹریفک کا گزر ہوتا تھا۔ وہ ایک مصروف شاہراہ تھی۔ اویس بالکونی میں چلا گیا۔ بالکونی میں کیونکہ اندھیرا تھا اس لئے اُسے کوئی بھی ایک ہیولے کی شکل میں ہی دور سے دیکھ سکتا تھا۔

اس بالکونی کے نیچے بارہ فٹ کے فاصلے پر ایک اور ایسی بالکونی تھی۔ بلکہ ہر فلیٹ کا نقشہ ایک جیسا ہی تھا، ہر فلیٹ کے اس طرف ایسی ہی بالکونی دکھائی دے رہی تھی۔ اویس کو اس جگہ سے فرار ہونا تھا۔ اس جگہ رکنا اس کے لئے خطرہ تھا۔ اس نے جائزہ لیا۔ بالکونی کے ساتھ نیچے کی طرف باتھ روم کا پائپ جا رہا تھا۔ اویس نے سوچا کہ اس پائپ کے ذریعے سے وہ نیچے والی بالکونی میں جا سکتا ہے۔ اس فلیٹ سے ہی وہ باہر نکل سکتا تھا۔ بے شک یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا لیکن اُسے چستی کا مظاہرہ کرکے یہاں سے فرار ہونا تھا اور کچھ بھی تھا اُسے ہر قیمت پر ہمت کرنی تھی۔

اویس نے ایک بار پھر ارد گرد اور پائپ کا جائزہ لیا اور خدا کا نام لے کر پائپ کے ذریعے سے اس بالکونی سے نیچے اُس بالکونی تک جانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی ذرا سی غلطی یا پائپ کا اپنی جگہ سے اُکھڑ جانا اس کی جان لے سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اس بلڈنگ کی دوسری منزل پر یہ کارنامہ اپنی جان بچانے کے لئے سرانجام دے رہا تھا۔

اویس احتیاط سے نیچے کی طرف جاتا رہا۔ وہ بہت سنبھل کر اُتر رہا تھا اور اس کے پیر نیچے والے فلیٹ کی بالکونی کی گرل کو جا لگے۔ وہ جونہی اس بالکونی میں اُترا، یک دم چونک پڑا۔ وہاں ایک سات سال کا بچہ اسے اس بالکونی میں آتا، حیرت سے منہ کھولے اس کی جانب

دیکھ رہا تھا۔ اویس نے جلدی سے کمرے کی طرف کھلنے والے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر اندر جھانکا اُسے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس بچے کی حیرت کو نظرانداز کر کے اندر چلا گیا۔ اس فلیٹ کا نقشہ بھی اس فلیٹ جیسا ہی تھا۔ اس لئے اُسے دروازے تک جانے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ کچن میں پریشر کُکر کے چلنے کی آواز آرہی تھی، ٹی وی لاؤنج میں دو چھوٹے بچے کھلونوں سے کھیل رہے تھے جنہوں نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا، ٹیلی وژن چل رہا۔ وہ بھاگتا ہوا جیسے ہی دروازے تک پہنچا اس کے عقب سے بچے کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

''مما......''

اویس نے گھوم کر پیچھے کی طرف دیکھا وہ بچہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ گھبراہٹ اور خوف اس کے چہرے سے مترشح تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی اُس کی ماں نے کچن سے آواز دی۔

''ایک منٹ بیٹا آٹا گوندھ کر آرہی ہوں۔''

اویس نے دروازے کا لاک کھولا اور باہر نکل گیا۔ باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا، سیڑھی کی طرف چلا گیا، اور اپنے چہرے سے ہر طرح کی گھبراہٹ اور خوف کے لبادے کو ایک طرف ہٹاتا ہوا سیڑھیاں اُترنے لگا، اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ آسانی سے نیچے فلیٹ تک بھی آگیا اور اس فلیٹ سے اُسے باہر تک جانے میں بھی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

موٹر سائیکل پر سوار ہوتے ہی اویس نے پیچھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا اور تیزی سے اس علاقے سے نکل گیا۔ کچھ آگے جا کر اس نے پراپرٹی ڈیلر کے دفتر میں فون کیا۔ کچھ دیر کے بعد اس کے بیٹے نے فون اُٹھایا تو اویس نے پہلے پراپرٹی ڈیلر کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ اُس فلیٹ میں گئے ہوئے ہیں۔

''آپ انہیں اطلاع کر دیں کہ میں آج نہیں آسکتا، مجھے دفتر میں ہی دیر ہو گئی ہے۔ میں کل رابطہ کروں گا۔ تکلیف کے لئے معذرت۔'' اویس نے معذرت خواہ لہجے میں کہا اور فون بند کر کے پھر موٹر سائیکل اسٹارٹ کر لی۔

☆=======☆=======☆

اُس رات اویس ٹھیک سے سو نہیں سکا۔

اپنے کمرے میں جا کر پہلے اس نے عینی کو فون کر کے یہ اطلاع دی کہ آج وہ کام کی

زیادتی کی وجہ سے پراپرٹی ڈیلر کی طرف جا نہیں سکا، اس لئے آج کوئی بات نہیں ہو سکی۔ عینی نے اس کی بات سن کر پہلے اس کے آفس میں کام کے انبار کو کوسا اور پھر اُسے تاکید کی کہ کل چاہے چھٹی کرنی پڑے کل فلیٹ کا کام ختم کر کے ہی چھوڑنا۔ اویس نے اُسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ عینی کو اصل بات نہیں بتانا چاہتا تھا ورنہ وہ پریشان ہو جاتی۔

اس کے بعد اویس کو بار بار قتل کا وہ واقعہ اور اُس پُراسرار شخص کی کہی ہوئی بات یاد آتی رہی۔ زندگی میں پہلی بار اس نے کسی انسانی جان کو اپنی نگاہوں کے سامنے قتل ہوتا ہوا دیکھا تھا۔ وہ خوفزدہ بھی تھا کہ اُسے کسی نے دیکھ نہ لیا ہو، اور وہ واقعی کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائے۔ ان ہی خیالوں، سوچوں اور کروٹیں بدلتے ہوئے رات گزر گئی۔

☆=======☆=======☆

صبح ابھی اویس بستر میں ہی تھا اور اُٹھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اُسے خیال آیا کہ آج کا اخبار دیکھا جائے۔ شاید اس میں پراپرٹی ڈیلر کے قتل کی خبر شائع ہوئی ہو۔ وہ کمرے سے باہر نکلا تو چچا جان حسبِ معمول اخبار پڑھنے میں مشغول تھے۔ اویس کو دیکھتے ہی اُنہوں نے اخبار کا پہلا صفحہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''لو بھئی پڑھو۔''

''آپ پڑھیں۔'' اویس بولا اور محسوس کرایا کہ وہ اخبار پڑھنے کی غرض سے یہاں نہیں آیا ہے۔

''تم یہ صفحہ پڑھو تب تک میں ادارتی صفحہ پڑھ لیتا ہوں۔ ویسے بھی کسی بھی اخبار کی ساری جان اُس کے ادارتی صفحے میں ہوتی ہے۔'' چچا جان نے عینک ناک پر ٹھیک کی۔ ''یوں سمجھو کہ میرے ہاتھ میں اس وقت اخبار کی جان ہے۔''

اویس، چچا جان کی بات سن کر مسکرایا۔ اخبار کا پہلا صفحہ لے کر وہ متلاشی نگاہوں سے پراپرٹی ڈیلر کے قتل کے بارے میں خبر دیکھنے لگا۔ اُسے وہ خبر اخبار کے دوسرے صفحے میں نظر آئی۔

اویس جلدی سے اُس خبر کو پڑھنے لگا۔ شہر کے معروف پراپرٹی ڈیلر کے قتل کے بارے میں خبر زیادہ تفصیل سے نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پرانی دشمنی کا شاخسانہ بیان کیا گیا تھا اور قتل کی اطلاع کسی گم نام ٹیلی فون کال نے دی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی۔

اویس نے اخبار ایک طرف رکھ دیا اور اُٹھتے ہوئے اُس نے یک دم رک کر چچا جان سے

پوچھا۔

''چچا جان ایک بات تو بتائیں۔''

''پوچھو...... پوچھو......'' چچا جان جلدی سے بتانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ''کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ کھل کر پوچھو۔''

''کیا واقعی بھوت اور جن ہوتے ہیں؟'' اویس نے سوال کیا۔ ''یہ حقیقت ہے یا کہ کوئی کہانی ہے۔''

چچا جان نے جیسے ہی اس کا سوال سنا، اُن کے اندر جیسے ایک طاقت سی آ گئی تھی۔ اُن کا پسندیدہ موضوع تھا۔ چنانچہ وہ بولے۔ ''یہ سوال تو تم نے پہلے بھی پوچھا تھا۔''

''میرا مطلب ہے کہ جن انسان کی طرح ہوتے ہیں؟'' اویس نے جلدی سے سوال گھمایا۔

''اُن کے پاس طاقت ہوتی ہے کہ وہ کوئی بھی روپ اختیار کر سکتے ہیں۔'' چچا جان نے بتانے کے بعد اس کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولے۔ ''کیا بات ہے آج کل کسی جن سے تو ملاقات نہیں ہو رہی؟''

''ارے نہیں چچا جان...... میں تو ایسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ ویسے چچا جان ہم کیسے یہ جان سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے کوئی انسان نہیں بلکہ جن کھڑا ہے۔'' اویس نے ایک اور سوال کیا۔

''اس بارے میں کوئی عام آدمی نہیں جان سکتا...... یہ عالم لوگ ہی جان سکتے ہیں۔ یہ اُن کا ہی کام ہے۔'' چچا جان نے جواب دیا۔

''ہوں......'' اویس نے گردن اثبات میں ہلائی۔ ''ٹھیک ہے چچا جان شام کو بات ہو گی۔ ابھی مجھے جانے کے لئے تیار بھی ہونا ہے۔''

''شام کو جلدی آ جانا میں تمہیں بہت کچھ اور بھی بتاؤں گا۔'' چچا جان بولے۔ وہ اس موضوع پر اور بھی بات کرنے کے لئے پوری طرح سے پر تولے ہوئے تھے۔ اویس اب اس پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں چچا جان شام کو بات کرتے ہیں۔'' وہ تیار ہونے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا

☆=======☆=======☆

اس واقعے کے بعد اویس چاہتا تھا کہ وہ پُراسرار شخص اُسے جلد از جلد ملے تا کہ وہ اُس

کی دوستی بھی قبول کر لے اور اُس کے بارے میں جاننے کی کوشش بھی کرے لیکن سارا دن گزر جانے کے باوجود وہ پُراسرار شخص یا جن، وہ جو کوئی بھی تھا اُسے کہیں نہ تو دکھائی دیا اور نہ ہی اُس نے سامنے آ کر پہلے کی طرح اس کا راستہ روکا۔

وہ جو کچھ بھی کہتا تھا وہ ٹھیک ہی ہوتا تھا۔ اس کی کہی ہوئی ایک بات بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔ وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا، یہ بات تو طے تھی کہ وہ کوئی انسان نہیں تھا اور نہ ہی کوئی بہروپیا تھا۔ وہ کوئی اور ہی مخلوق تھی۔ اویس اس سے ملنے کے لئے مضطرب ہو گیا تھا۔

عینی کا فون آیا تو اُس نے سب سے پہلا سوال یہ ہی کیا کہ وہ فلیٹ لے لیا ہے کہ نہیں؟

''نہیں...... بات طے نہیں ہوئی۔'' اویس نے اصلیت بتانے کی بجائے جھوٹ کا سہارا لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عینی قتل کے اس واقعے کو سننے کے بعد پریشان ہو جائے۔

''کیوں کیا ہوا'' عینی نے متحیر ہو کر پوچھا۔

''کچھ شرطیں سخت ہو گئی تھیں۔ یہ نہیں ہو گا وہ ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔'' اویس نے بات ٹال دی۔

''تو پھر اب......؟'' عینی کی اُداسی سے بھری ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''میں ایک اور فلیٹ دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں۔ جیسے ہی کوئی بات بنی تمہیں فون کرتا ہوں۔'' اویس نے اُسے اُمید کی ڈور سے الگ نہیں ہونے دیا۔ وہ جانتا تھا کہ عینی اب اُداس ہوئی ہے۔ دو ہفتوں سے وہ بھی ویک اینڈ پر گھر نہیں جا سکا تھا۔

عینی سے بات ہونے کے بعد دیر تک وہ عینی اور کبھی اُس پُراسرار شخص کے بارے میں سوچتا رہا۔

☆=======☆=======☆

موبائل کی مسلسل بیل نے اویس کو نیند سے جگا دیا۔

اویس نے خمار میں ڈوبی آنکھوں سے تپائی پر رکھے موبائل کی طرف دیکھا، جو اُسے کمرے کے زیرو پاور کے روشن بلب میں دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا، اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس نے موبائل اُٹھا لیا۔ موبائل کو آن کرنے کے لئے اس نے بٹن دبایا لیکن بیل مسلسل ہو رہی تھی۔ گہری خاموشی میں ہونے والی بیل کی آواز تیز تلوار کی مانند تھی، جیسے خاموشی کو وہ دور تک چیر رہی ہو۔ اس نے اُٹھ کر اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو غور سے دیکھا، اس موبائل پر بیل نہیں ہو رہی تھی۔ اُسے حیرت ہوئی کہ پھر بیل کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟

اویس کی نگاہ دیوار میں نصب لکڑی کے ریک پر گئی، وہاں اس کا ایک اور موبائل پڑا ہوا تھا۔ بیل اُس موبائل پر ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے اُس موبائل کی طرف بڑھا اور اُسے اُٹھاتے ہی آن کیا اور کان سے لگا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے آواز آئی۔

''فون اُٹھانے میں اتنی دیر......''

اویس چونک پڑا۔ وہ اُسی پُراسرار آدمی کی آواز تھی۔ جس کا وہی مخصوص لہجہ تھا۔ اُس نے کہا۔ ''تم......؟''

''میں نے سوچا اس بار سامنے جانے کی بجائے فون پر بات کرتے ہیں۔'' دوسری طرف سے اُس کی آواز آئی۔

''کہاں ہو تم؟'' اویس نے متلاشی نگاہوں سے نادانستہ طور پر کمرے میں دیکھا۔

''یہیں پاس ہوں......تم ابھی آ جاؤ۔ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ کتنی دیر میں آ سکتے ہو؟'' اُس کی اطمینان سے بھری آواز آئی۔

''تم کہاں ہو اور اس وقت؟'' اویس نے دیوار پر لگی گھڑی پر وقت دیکھنے کی کوشش کی

جو کہ بلب کی مدھم روشنی میں اُسے صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''اس وقت کیا ہے۔ اندھیرا ضرور ہے لیکن ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا ہے، چہل پہل شروع ہو چکی ہے۔ باہر نکل کر تو دیکھو۔ تم ایسا کرو موبائل کو کان سے لگائے لگائے میری باتیں سنتے ہوئے اس عمارت سے باہر نکل آؤ اور دیکھو۔'' وہ بولا۔

اویس نے جلدی سے گھڑی کے پاس جا کر وقت دیکھا، اور ایک ہاتھ میں جیکٹ پکڑی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ بھی اُس پُراسرار آدمی سے ملنا چاہتا تھا، بہت کچھ جاننا چاہتا تھا، اس لئے اس کی بات پر عمل کرنے میں اُس نے کسی تغافل سے کام لینے کی کوشش نہیں کی۔

لفٹ میں کھڑے کھڑے اویس نے جیکٹ پہنی اور وہ اُسے موبائل فون پر صبح سویرے کی ٹھنڈی اور ہلکی ہلکی ہوا اور اُس کے احساس کے بارے میں بتانے لگا۔ جب وہ عمارت کے گیٹ کی طرف بھاگنے کے انداز میں جا رہا تھا تو وہاں پر موجود سیکورٹی گارڈ نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا اور اندھیرے کی چادر ہولے ہولے سرک رہی تھی۔

اویس جونہی عمارت کے گیٹ سے باہر نکلا، اُس پُراسرار شخص کا موضوع بدل گیا۔ جو صبح کے وقت کی منظر کشی کر رہا تھا وہ اچانک بولا۔

''مسٹر اویس......تمہارے بلاک میں ایک پارک ہے۔ میں وہاں ہوں۔ فون بند کر رہا ہوں۔ تم بھاگ کر میرے پاس پہنچو، تمہارے پاس ستائیس سیکنڈ ہیں۔ لیٹ ہو گئے تو ملاقات نہیں ہو گی۔ بھاگو۔'' اس کے ساتھ ہی موبائل فون میں خاموشی چھا گئی اور اویس نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔

پارک زیادہ دور نہیں تھا۔ جب وہ پارک کے مین گیٹ پر پہنچا تو وہ سامنے سیمنٹ کے بنے بنچ پر براجمان تھا۔ اُس کا رُخ پارک کے مین گیٹ کی طرف تھا۔ اُس نے وہی اپنا مخصوص لباس پہنا ہوا تھا، تنکوں کا بنا ہیٹ اس کے سر پر جما ہوا تھا، ہونٹوں پر وہی مخصوص مسکراہٹ عیاں تھی۔ وہ تیزی سے جا کر اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ایک طویل عرصے کے بعد اویس اس طرح سے بھاگا تھا، اس لئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔

''پچیس سیکنڈ کے بعد تم آئے ہو۔ دو سیکنڈ پہلے۔'' اُس نے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔ یہ بتاتے ہوئے اُس نے گھڑی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ بولا۔ ''میرے برابر میں بیٹھ جاؤ۔''

اویس نے اس کی اس بات پر بھی عمل کیا اور سیمنٹ کے بنے بنچ کے دوسرے کونے پر میں بیٹھ گیا۔ اُن دونوں کے درمیان باقی بنچ کی جگہ خالی تھی۔ اویس نے پارک میں نظر دوڑائی اکادکا ہی کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس جگہ سردی کا بھی کچھ زیادہ ہی احساس تھا لیکن وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

''کیسا لگا صبح صبح آنا۔'' اُس نے پوچھا۔

''اچھا لگا۔'' اویس نے مختصراً جواب دیا۔ ''مجھے کیوں بلایا ہے؟''

''کوئی بھی بات جاننے کی جلدی کیوں ہوتی ہے تمہیں؟'' اُس کے لہجے میں اطمینان تھا۔

''اُس سے بھی کہیں زیادہ جلدی مجھے یہ جاننے کی ہے کہ تم کون ہو، اور تمہاری اصلیت کیا ہے؟'' اویس متانت سے بولا۔

وہ چپ ہو کر سامنے دیکھنے لگا۔ دن کا اُجالا پھیل رہا تھا، دور سورج کی جگہ لالی پھوٹ رہی تھی۔ پارک میں آنے والوں کا رش بڑھ گیا تھا۔ اویس کو پہلی بار اس بات کا اندازہ ہوا کہ صبح سویرے سردی کی پروا کئے بغیر کتنے لوگ سیر کے لئے آتے ہیں۔ جو لوگ صبح سویرے سیر کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے لئے سرد گرم موسم مانع نہیں ہوتا۔

وہ بولا۔ ''ایک وعدہ کرو۔''

''کیا وعدہ کروں......؟'' اویس نے پوچھا۔

''میرے بارے میں تم جو بھی جانو گے اپنے تک ہی رکھو گے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔ میرا راز تم کسی کو نہیں بتاؤ گے۔'' اس نے تاکید کی۔

''لیکن میں اپنی بیوی سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔'' اویس نے صاف لفظوں میں بتایا۔

''وقت آئے گا تو تم اسے بتا دینا لیکن تم اس سے بھی میرے بارے میں چھپا کر رکھو گے۔'' کچھ دیر کی خاموشی حائل رہنے کے بعد اس نے اُٹھتے ہوئے سورج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرا تعلق تمہاری دنیا سے نہیں ہے۔ میں انسان نہیں ہوں۔ بہت کچھ میرے اختیار میں ہے اور بہت سے کاموں میں بے اختیار ہوں۔ مجھے ایک دوست کی ضرورت تھی، تم مجھے مل گئے۔''

''تم انسان نہیں ہو؟'' اویس کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ وہ اس کے عقب میں بیٹھا تھا اور اس سے بات کرتے ہوئے دائیں بائیں بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کسی کو دکھائی

نہیں دے رہا ہوگا اور پارک میں موجود لوگ اُسے اکیلے کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر وہ لوگ اس کی ذہنی کیفیت پر شک بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہ بات کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔

''نہیں میں انسان نہیں ہوں۔'' وہ اس کی طرف گھوما۔

''جن ہو......بھوت ہو......؟'' اویس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے منہ سے یہ حقیقت جان کر اس کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ خوف کا ایک جھٹکا اُسے لگا تھا۔

''تم مجھے کوئی بھی نام دے دو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ مزید بولا۔ ''میں کچھ بھی ہوں، تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' اس سے قبل اویس نے اس کے لہجے میں اتنی گہری متانت نہیں دیکھی تھی۔

اس کی اس بات سے اویس کو کچھ تسلی ہوئی اور جو خوف اس کے جسم میں سرایت کر گیا تھا، وہ کم ہو گیا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''تم مجھے جو بھی کہہ کر پکارنا چاہو پکار لو۔ وہی میرا نام ہوگا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' وہ بولا۔

''دوست ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور باتیں بھی چھپاتے ہو۔'' اویس نے شکوہ کیا۔

''جتنا میں بتا سکتا تھا وہ میں نے بتا دیا اور جو میں نہیں بتا سکتا وہ میں نہیں بتاتا۔'' شاید اس نے اپنی مجبوری بیان کی۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ اب کچھ ہونے والا ہے۔'' اویس نے پوچھ کر ایک بار پھر دائیں بائیں نگاہیں گھمائیں۔

وہ پھر سیمنٹ کے بنے بنچ کے دوسرے کونے پر براجمان ہو گیا۔ اویس اس کی طرف دیکھنے کی بجائے سامنے دیکھ رہا تھا اور اس کے کان اس کا جواب سننے کے منتظر تھے۔

''میری طاقت کا بہت سا حصہ سلب ہو چکا ہے اور طاقت کا کچھ حصہ میرے پاس ہے۔ ایک خاص وقت کی حد میں مَیں جان سکتا ہوں کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ کیا ہوگا۔ جو کہ تمہیں میں بتا دیتا ہوں۔'' اُس نے بتایا۔

''تمہاری طاقت کس نے سلب کی ہے۔'' اویس نے دریافت کیا۔

''بہت سی باتیں میں تمہیں اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں بتا سکتا۔ بہت کچھ تمہیں وقت کے ساتھ ساتھ پتہ چلتا رہے گا۔ بس یہ بات ذہن میں رکھو کہ میں تمہیں جو بھی بتاؤں گا

وہ سچ ہوگا۔ تم بہت کچھ روک سکتے ہو، بس ہمت کی ضرورت ہے تمہیں اور تم ایک باہمت نوجوان ہو۔ اسی لئے میں نے تم سے دوستی کی ہے۔ ورنہ اس شہر میں اور بھی ہیں جن سے میں دوستی کر سکتا تھا۔'' اُس نے کہا۔

''اب کیا ہونے والا ہے؟'' اویس نے اچانک سوال کیا۔

''میں یہ نہیں بتا سکتا۔ میں اتنا بااختیار نہیں ہوں۔ جس چیز کا مجھے پتہ چلے گا اُس سے میں تمہیں آگاہ کر دیا کروں گا۔ تم میرا ذکر اپنی بیوی سے بھی نہیں کرو گے۔'' وہ بولا۔ ''تمہاری ترقی ہو رہی ہے۔ کمپنی کی طرف سے تمہیں رہائش کے لئے ایک فلیٹ مل رہا ہے۔''

''میری ترقی ہو رہی ہے؟'' اویس ایک بار پھر چونکا۔

''ہاں......'' اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تمہاری ترقی ہو رہی ہے۔''

''یہ ناقابلِ یقین ہے۔'' اویس خوشگوار حیرت سے بولا۔

''تم ایسا کہہ سکتے ہو لیکن یہ سچ ہے۔'' اُس کا لہجہ پریقین تھا۔

''تم مذاق کر رہے ہو۔'' اویس کی حیرت دوچند ہو گئی۔

''کمپنی کی طرف سے جو تمہیں فلیٹ ملے گا وہ جس بلڈنگ میں ہے اس پلاٹ کا نمبر ستائیس ہے۔ دوسری منزل کا ساتواں فلیٹ اور اس فلیٹ کا نمبر ہے......ستائیس۔'' اس نے اس کی حیرت نظرانداز کرتے ہوئے بتایا۔

اس بار اویس کو حیرت دوسری بات پر ہو رہی تھی اور حیرت کی وجہ تھی وہ ستائیس کا ہندسہ جو بار بار آ رہا تھا۔ ''پلاٹ نمبر ستائیس......دوسری منزل کا ساتواں فلیٹ یعنی کہ دو اور سات اور جو فلیٹ اُسے مل رہا ہے اس کا نمبر ہے ستائیس......''

''تمہاری زندگی میں ستائیس کے ہندسے کی بہت اہمیت ہے۔'' اس نے یہ کہہ کر اویس کو مزید حیران ہونے پر مجبور کر دیا۔

''ستائیس کا ہندسہ۔'' اویس نے حیرت میں غوطہ زن دہرایا۔

''ہاں......جیسے تم نے کمپنی میں ستائیس تاریخ کو انٹرویو دیا تھا، ستائیس تاریخ کو تمہیں نوکری ملنے کا لیٹر ملا، تمہاری شادی ستائیس تاریخ کو ہوئی، تمہاری تاریخ پیدائش ستائیس ہے۔'' وہ ایک کے بعد ایک بتانے لگا۔

اس کے بتانے پر اویس کو پہلی بار احساس ہوا کہ ستائیس تاریخ کس قدر اُس کے ساتھ منسلک ہے اور اس کی اہمیت بھی اُجاگر ہو کر اُس کے سامنے آئی۔ اویس نے کبھی اس طرف

توجہ نہیں دی تھی۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

''جاؤ اور اپنی ترقی کا مزہ لو۔'' وہ کہہ کر اُٹھا اور ایک طرف چل پڑا۔ اویس تیزی سے اس کے پیچھے چل پڑا لیکن وہ اُسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے آس پاس وہاں لوگ موجود تھے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کے سامنے وہ اکیلا باتیں کرتا ہوا پاگل دکھائی دے۔ اویس اس کے ساتھ پارک سے باہر نکل گیا۔ وہ اُس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ باہر آتے ہی پارک کے جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اس جگہ وہ اُس سے بات کر سکتا تھا۔

''ہاں کیا بات ہے۔'' اس نے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

''کیا میں تمہیں جب چاہوں بلا سکتا ہوں؟'' اویس نے پوچھا۔

''نہیں......جب میں چاہوں گا تب ہی تمہارے پاس آؤں گا۔'' اُس نے بلاتامل جواب دیا۔

''اور تمہارا نام کیا ہے......'' اویس نے ایک بار پھر پوچھا۔

''جو تم چاہو، کہہ کر بلا لیا کرو۔'' اُس نے پھر وہی جواب دیا۔

''مثلاً......؟'' اویس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

''جو بھی۔'' اس نے خوش دلی سے کہا اور ہنسا۔

''تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ اچانک آتے ہو اور اچانک چلے جاتے ہو۔ اچانک کچھ بھی کہہ دیتے ہو۔ تم اپنی مرضی کے راجہ ہو میں تمہارا نام کیا تجویز کر سکتا ہوں۔؟'' اویس نے کہا۔

وہ مسکرایا اور بولا۔ ''میرا نام شمک ہے۔''

''شمک......؟ یہ کیا نام ہوا۔'' اویس نے اس کا نام لیتے ہوئے عجیب سا منہ بنایا۔

''اس لئے تو کہا تھا کہ تم مجھے جو بھی نام دینا چاہو دے دو۔'' وہ بولا۔ ''تم مجھے اس نام سے پکار سکتے ہو۔''

''پھر ہاتھ ملاؤ۔ آج سے میں تمہارے ساتھ دوستی پکی کرتا ہوں۔'' اویس نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اُس سے کئی بار مل چکا تھا۔ آج اس نے اپنی حقیقت اُس پر منکشف کر دی تھی۔ اویس کو خوف بھی محسوس ہوا تھا لیکن وہ جلد ہی اس کی باتوں سے معدوم ہو گیا تھا۔

''وقت آیا تو تم سے گلے ملوں گا۔'' شمک مسکرایا اور اس نے اویس سے مصافحہ نہیں کیا۔

اویس نے اپنا بڑھا ہوا ہاتھ ہٹالیا۔ وہ بولا۔

''ایک بات یاد رکھنا۔ جس موبائل پر میں نے تم سے رابطہ کیا تھا اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنا۔ میرا تم سے اسی فون پر رابطہ ہوگا۔'' چند ثانئے کی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہا۔ ''وہ دیکھو۔'' اُس نے دائیں طرف اشارہ کیا اور اویس کی گردن اس جانب گھوم گئی۔ وہاں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جونہی اُس نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا، وہ اس جگہ موجود نہیں تھا۔ وہ اُس کی نگاہوں سے بھی غائب ہو چکا تھا۔

آج اس نے اویس کو جو کچھ اپنے بارے میں بتایا تھا اس سے اُسے کم از کم یہ تسلی تو ہوئی تھی کہ وہ کون ہے۔ عام حالات میں اگر کوئی ایسی مخلوق اُسے کہتی کہ میں انسان نہیں ہوں تو شاید وہ ڈر کر کانپنے لگتا۔ ممکن تھا کہ وہ سنتے ہی بے ہوش ہو جاتا لیکن وہ بڑی ہوشیاری سے اس کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ پہلے اُس نے اپنا اعتماد اس پر بحال کیا اور اس کے بعد اُس نے اپنی حقیقت اس پر منکشف کی۔ جبکہ اس کا ذہن پہلے ہی اس بات کو قبول کر چکا تھا کہ وہ انسان نہیں ہے۔ اس لئے جیسے ہی اس نے اپنی زبان سے کہا کہ وہ انسان نہیں ہے تو جو خوف یک دم اس پر غالب ہوا تھا وہ جلدی معدوم بھی ہو گیا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر جب اویس نے وہ موبائل فون الماری میں اُسی جگہ رکھا تو وہ چونک سا گیا۔

اویس نے مڑ کر دوبارہ وہ فون اُٹھالیا۔ اُس کی خیرہ نگاہیں موبائل سے پہلے اس کے پاس پڑی بیٹری پر گئی اور پھر اُس نے موبائل کو دیکھا۔ وہ موبائل اُس کے استعمال میں نہیں ہوتا تھا۔ اس کی بیٹری اور سم کارڈ نکال کر اُس نے رکھا ہوا تھا اور موبائل کے آن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور اس موبائل فون پر اُسے مسٹر شمک نے کال کی تھی اور جاتے ہوئے یہ بھی تاکید کی تھی کہ وہ اس فون کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرے اسی فون پر وہ اُس سے رابطہ کیا کرے گا۔

بہت دیر تک وہ اس پر حیران ہوتا رہا اور اس موبائل فون کو اُٹھا کر اپنے دوسرے موبائل کے پاس رکھ دیا جو اُس کے استعمال میں رہتا تھا۔

☆=======☆=======☆

اویس آفس پہنچا تو نوٹس بورڈ پر ایک نوٹس چسپاں تھا۔

جس میں لکھا ہوا تھا کہ آج دن گیارہ بجے ایک چھوٹی سی تقریب ہے جس میں ترقی پانے والوں کے نام اناؤنس کئے جائیں گے۔ یہ نوٹس پڑھ کر وہ پُر جوش ہو گیا۔ اس کے ذہن

میں کوئی ابہام نہیں تھا۔ اپنی ترقی کے بارے میں وہ اب اپنے افسران کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ یہ تو اس کے علم میں ہی تھا کہ اس کی ترقی ہو رہی ہے اور اُسے رہائش کے لئے ایک فلیٹ بھی مل جائے گا۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب وہ سب میٹنگ ہال میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ پھر افسران آئے اور رسمی باتوں اور کام کرنے والوں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے مختصر تقریر ہوئی اور اس کے بعد ترقی پانے والے پہلے شخص کا نام لیا گیا۔ پھر دوسرے کا اور تیسرا نام جب اویس کا پکارا گیا تو سب کے چہرے حیرت سے دنگ رہ گئے۔ شاید کسی کو یہ شک بھی نہیں تھا کہ اویس کی ترقی ہو جائے گی۔

جہاں اُسے کچھ اور مراعات سے نوازا گیا وہاں اُسے فلیٹ کی چابی بھی دی گئی جہاں وہ رہائش اختیار کر سکتا تھا۔

پلاٹ نمبر ستائیس کی دوسری منزل میں واقع وہ ساتواں فلیٹ تھا جس کا نمبر ستائیس تھا۔

تالیوں کی گونج میں جب اویس فلیٹ کی چابی لے رہا تھا تو اس کی چور متلاشی نگاہیں مسٹر شمک کو دیکھ رہی تھیں کہ شاید وہ یہاں کہیں ہو لیکن وہ اُسے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا

ترقی پانے پر اویس کو سب نے مبارک باد دی۔ کسی نے دل سے تو کسی نے محض رسم ادا کی تھی۔ ایک مبارک باد ایسی تھی جس کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ وہ خلوص سے بھرپور ہے۔ وہ مبارک باد مس عطیہ کی تھی۔

مس عطیہ اس کی کولیگ تھی۔ وہ ایک اچھی اور دل کی صاف لڑکی تھی۔ وہ سب کے بارے میں اچھا سوچتی تھی۔ اس کے دل میں کسی کے لئے بھی کوئی میل نہیں تھی۔

''اب آپ کی طرف ایک اچھا سا ڈنر بنتا ہے۔'' مس عطیہ نے اویس کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں ...... میری بیوی آجائے پھر تمہیں گھر بلاؤں گا۔ تم میری بیوی سے بھی ملنا اور اچھا سا ڈنر بھی ہوگا۔'' اویس خوش دلی سے بولا

''زبردست ...... کب آرہی ہیں وہ۔'' مس عطیہ خوش ہو گئی۔

''شاید چند دنوں میں۔'' اویس نے اپنے کندھے اچکائے۔

''میں آپ کی بیوی سے ضرور ملنا چاہوں گی۔'' مس عطیہ مسکرا رہی تھی۔

''ضرور ملواؤں گا۔'' اویس نے سر ہلایا۔

"وش یو گڈ لک۔" اس نے کہا۔

"تھینکس۔" اویس ترقی پانے پر بہت مسرور تھا۔

عطیہ کے جاتے ہی اویس نے سب سے پہلے اپنے والدین کو اپنی ترقی کی خوشخبری سنائی، اُن سے ڈھیروں دعائیں لینے کے بعد جب اُس نے عینی کو بتایا کہ ترقی کے ساتھ اُنہیں رہائش کے لئے ایک فلیٹ بھی مل گیا ہے تو سنتے ہی وہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔ اس خوشخبری کو سن کر اس سے بات ہونا مشکل ہو رہی تھی۔

اویس نے عینی کو بتایا کہ اس اتوار کو وہ گھر آ رہا ہے اور پھر وہ بھی اس کے ساتھ ہی آ جائے گی۔ ان دونوں کے لئے یہ تصور ہی بہت پُر مسرت تھا کہ اب وہ ایک ساتھ ایک شہر میں رہیں گے۔

☆=======☆=======☆

پلاٹ نمبر ستائیس کی دوسری منزل کا ساتواں فلیٹ جس کا نمبر ستائیس تھا، اس کے دروازے کے سامنے اویس کھڑا تھا۔

دروازے کے لاک میں چابی لگانے سے پہلے اویس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ دل ہی دل میں خدا سے خیر و عافیت کی دعا مانگی اور اس سے فارغ ہوا تو اُس نے چابی گھمائی اور دروازے کو کھول کر پہلے اندر نگاہ ڈالی اور دائیں قدم اندر رکھتے ہوئے اس نے پھر خدا کا نام لیا اور اُسی کے نام سے ابتدا کی۔

وہ فلیٹ بہت ہی خوبصورت تھا۔ بیڈروم میں ایک ڈبل بیڈ تھا، ڈرائینگ روم میں فرنیچر قرینے سے رکھا ہوا تھا، ایک فریج تھی۔ دراصل یہ فلیٹ کمپنی کے جی ایم نے چند ماہ کے لئے اپنی رہائش کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اُن کی ذاتی رہائش تیار ہو رہی تھی۔

یہ تمام سہولتیں اُنہیں کمپنی نے دی تھیں اور جب وہ اپنی ذاتی رہائش میں چلے گئے تو یہ سامان جوں کا توں ہی پڑا رہا۔ جسے استعمال کرنے کی کمپنی نے اویس کو اجازت دے دی تھی۔

اویس اور عینی کے لئے اس فلیٹ میں رہائش اختیار کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ تین دن کے بعد سنڈے تھا اور اویس کو اس دن کا شدت سے انتظار تھا۔

فلیٹ کو دیکھنے کے بعد جب اویس باہر نکلا تو اس کے اسی موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی جس کے اندر بیٹری ہی نہیں تھی۔ بیل ہوتے وقت اس کی روشنی بھی نہیں جل رہی تھی اور اسکرین بھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بس بیل ہو رہی تھی۔

"ہاں مسٹر شمک۔" اویس نے موبائل فون کان کو لگاتے ہی کہا۔

"کیا حال ہے" وہ اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔" اویس نے جواب دیا۔

"کیسا لگا فلیٹ۔" اُس کی مخصوص آواز اُبھری۔

"خوبصورت ہے۔ مجھے تو بہت ہی اچھا لگا ہے۔ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے ایسا فلیٹ مل جائے گا۔" اویس کی آواز خوشی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"خوش قسمت ہو کہ ایسی اچھی کامیابی اتنی جلدی مل گئی ہے۔ اب ایک کام کرو۔" وہ بولا۔

"وہ کیا؟" اویس نے فوراً دریافت کیا۔

"جب اپنی بیوی کو اس فلیٹ میں لے آؤ تو اگلے ہفتے آفس سے ایک ماہ کے لئے چھٹیاں لے لینا۔" مسٹر شمک نے کہا۔

"وہ کیوں؟" اویس نے حیرت سے پوچھا۔

"تم نے کبھی چھٹی نہیں کی آسانی سے چھٹیاں مل جائیں گی۔ بس تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ۔" اس کی آواز آئی۔

"ردوبدل...... وہ کیا؟" اویس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگلے ہفتے تمہاری سالگرہ بھی ہے ناں؟" وہ یک دم بولا۔ "دنوں کو موج مستی میں گزارنا۔ خوب مزے کرنا۔"

"تمہیں میری سالگرہ کا پتہ ہے کیا۔" اویس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے یوں کہا جیسے وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"پتہ ہے تو کہہ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری سالگرہ کی تاریخ یاد ہے...... گڈ لک۔" وہ بولا۔

"سنو...... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اویس نے کہا۔

"ابھی نہیں۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"مسٹر شمک...... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اویس نے زور دے دیا۔

دوسری طرف سے آواز آنی بند ہوگئی اور اویس نے دو، تین بار ہیلو...... ہیلو کہہ کر موبائل اپنی جیب میں رکھ لیا۔ عجیب تھا۔ اُس کا آنا جانا، بولنا کچھ کہنا، چپ ہونا سب کچھ اچانک ہی ہوتا تھا۔

فلیٹ ملنے کی خوشخبری جب اویس نے چچا جان اور سب گھر والوں کو سنائی تو وہ بھی بہت خوش ہوئے اور جب اس نے یہ بتایا کہ اب وہ وہاں منتقل ہو جائے گا تو جیسے سب ہی اُداس ہو گئے لیکن چچا جان نے یہ کہہ کر سب کی اُداسی دور کر دی کہ اویس کون سا دور جا رہا ہے۔ یہاں سے سات کلو میٹر کے فاصلے پر ہی تو اس کا فلیٹ ہے۔ اپنی گاڑی میں جاؤ تو مزے ورنہ اس جگہ تک یہاں سے دو نمبر بس جاتی ہے یہ بھی آ جایا کریں گے اور ہم بھی چلے جایا کریں گے۔ بہر حال سب ہی خوش ہوئے تھے۔

یہاں اویس ایک بات اور سوچ رہا تھا۔ اس جگہ سے اُس علاقے کا فاصلہ سات کلو میٹر تھا جہاں اُسے فلیٹ ملا تھا اور یہاں سے وہاں تک دو نمبر بس جاتی تھی۔ یعنی کہ کسی نہ کسی طرح سے دو اور سات کا ہندسہ یہاں بھی منسلک تھا۔

☆=======☆=======☆

اویس آفس میں کام کر رہا تھا جب اُسے چچا جان کا فون موصول ہوا کہ اُنہیں حافظ عبدالقدوس صاحب کا فون آیا تھا کہ وہ اُس سے آج ہی ملنا چاہتے ہیں۔ اویس کچھ دیر کے بعد آفس سے ان سے ملنے کے لئے نکل گیا۔

اویس کی آمد کے بارے میں جانتے ہی اُنہوں نے اُسے اپنے مخصوص کمرے میں بلا لیا۔ کمرا مسحور کن خوشبو کی مہک میں نہایا ہوا تھا۔ اس کمرے میں جاتے ہی ایک عجیب ہلکے پھلکے سکون کا احساس آدمی کو اپنے حصار میں لے لیتا تھا۔ کچھ خیر خیریت کی باتوں کے بعد وہ اپنے شیریں لہجے میں بولے۔ ''آپ سے ایک بات پوچھنا تھی۔''

''جی حکم کیجئے۔'' اویس سعادت مندی سے گویا ہوا۔

''اُس دن ہم فجر کی نماز کے بعد ٹہلنے کے لئے باہر نکلے تو آپ صبح پارک میں موجود تھے۔'' اُنہوں نے کہہ کر اویس کی جانب دیکھا۔

''ہاں میں اس دن وہاں موجود تھا۔'' صبح سویرے پارک میں ہونے والی مسٹر شمک سے ملاقات اس کے ذہن میں گھوم گئی۔

''آپ کے ساتھ ایک صاحب بھی تھے۔'' ان کی نگاہیں بدستور اویس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

اویس ان کی بات سن کر کچھ تذبذب کا شکار ہوا۔ ''ہا...... ہاں آپ نے دیکھا تھا کیا؟''

''کب سے ملاقات ہے ان کے ساتھ؟'' اُنہوں نے سوال کیا۔

اویس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ ان سے قطعاً جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ ''یہی کوئی بیس، پچیس دن ہو گئے ہیں۔''

''ہم اسی وقت آپ کی طرف آنا چاہتے تھے لیکن وہ اُٹھ کر باہر کی طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ بھی چل پڑے تھے۔ میں اکیلا ہی تھا۔ عمر کے اس حصے میں تیز نہیں چل سکتا۔'' ابھی وہ کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور کسی ایسی شخصیت کے آنے کی اطلاع دی جو غیر متوقع اور اچانک ان کے ہاں آ گئی تھی۔ حافظ صاحب سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے۔ ''دراصل ہم کل ایک ماہ کے لئے انڈیا جا رہے ہیں۔ مختلف شہروں میں خطاب ہیں اور جو ابھی آئے ہیں وہ میرے اُستاد ہیں۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ مجھے اسی وقت اپنے اُستادِ محترم کے پاس جانا ہوگا۔ آپ ایک کاغذ پر اپنا موبائل نمبر لکھ دیں۔ میں آپ سے آج ہی رابطہ کروں گا اور ہاں کبھی موقع ملے تو اس کا بازو پکڑ لینا۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔''

اس کے ساتھ ہی وہ عُجلت میں اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اپنے استادِ محترم کی آمد کے سامنے وہ کسی غفلت سے کام نہیں لینا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے اجازت لی اور اس کمرے سے چلے گئے۔ اویس نے ایک کاغذ پر اپنا نام اور موبائل نمبر لکھ دیا۔ اُسے اس بات پر حیرانی ضرور تھی کہ جو کسی کو دکھائی نہیں دیتا وہ حافظ صاحب کو نظر آ گیا تھا اور وہ اس کے ساتھ اس کے بارے میں یقیناً کوئی اہم بات کرنا چاہتے ہوں گے۔

☆=======☆=======☆

رات کا کھانا کھانے کے بعد اویس حسبِ عادت ٹہلنے کے لئے باہر نکل گیا۔

وہ خراماں خراماں چلتا ہوا جا رہا تھا۔ اویس اس خیال میں کھویا ہوا تھا کہ اب عینی بھی اس کے ساتھ چہل قدمی کے لئے ہوا کرے گی۔ عینی کو چہل قدمی کرنے کا اس سے بھی زیادہ شوق تھا اور وہ اس شہر میں آ کر بہت خوش ہوگی۔ اویس اس کے خیالوں میں کھو گیا تھا اور اُسے یہ بھی لگنے لگا تھا جیسے عینی اُس کے ساتھ چل رہی ہے۔

پھر یک دم اویس کو حافظ صاحب کا خیال آ گیا جن کے فون کا وہ اسی وقت سے انتظار کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ایک بہت ہی متحرک اور مصروف شخصیت ہیں۔ یقیناً وہ اسی وجہ سے ابھی تک اُس سے رابطہ نہیں کر سکے ہوں گے۔

''ہیلو۔'' اویس اپنے ہی خیالوں میں مستغرق چلا جا رہا تھا کہ اُسے یہ آواز سنائی دی۔ اُس نے چونک کر اس جانب دیکھا مسٹر شمک کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر وہی مخصوص

مسکراہٹ عیاں تھی۔

''تم یہاں؟'' اویس نے رک کر پوچھا۔

''چلتے رہو۔'' وہ بھی اُس کے ساتھ چلنے لگا وہ دونوں ایک دوسرے کے برابر چل رہے تھے۔اُن دونوں میں کم از کم ایک فٹ کا فاصلہ تھا۔

''جب میں کہتا ہوں کہ ملو تب تم ملتے نہیں ہو اور جب تمہاری مرضی ہوتی ہے تو تم اچانک آجاتے ہو۔'' یہ کہتے ہوئے اویس کو اندیشہ تھا کہ وہ آج حافظ صاحب سے ہونے والی ملاقات کا تذکرہ کرے گا۔

''اچانک اور میں لازم وملزوم ہیں۔'' وہ مسکرایا۔''اور پھر تم ہی نے تو کہا تھا کہ میں اپنی مرضی کا راجہ ہوں۔''

''میں تم سے ہاتھ ملانا چاہتا ہوں۔'' اویس نے اچانک کہا۔

''کیوں؟'' وہ چلتے ہوئے بولا۔

''مجھے ترقی ملی ہے اور میں اپنے دوست سے اس خوشی میں ہاتھ ملانا چاہتا ہوں۔'' اویس نے جواب دیا۔

''اس سے کیا ہوگا۔'' وہ مسکرایا۔

''مجھے خوشی ہوگی۔'' اویس نے کہا۔

''خوشی تو میں تمہارے چہرے پر دیکھ رہا ہوں۔'' اُس نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔''یہ قسمت اور نصیب کی بات ہوتی ہے کچھ لوگوں کو بہت جلد بہت کچھ مل جاتا ہے اور بہت سے اُسی جگہ کھڑے رہتے ہیں جہاں سے اُنہوں نے چلنے کا آغاز کیا تھا۔''

''لیکن......'' اویس نے کہنا چاہا۔اُس نے اُس کی بات کاٹ دی۔

''اپنی سالگرہ پر کیا تحفہ لینا چاہتے ہو۔'' شاید اس نے یہ بات موضوع بدلنے کے لئے کی تھی۔

''کس سے تحفہ لینے کی بات کررہے ہو تم؟'' اویس نے پوچھا۔

''مجھ سے۔میں تمہیں تمہاری سالگرہ پر ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔جو تمہیں پسند ہو جو تمہیں اچھا لگے۔'' اُس نے کہا۔

''تحفے میں دیا ہوا تو ایک پھول، ایک دعا ہی بہت ہوتی ہے۔تم جو چاہو مجھے دے دینا۔'' اویس برملا بولا۔

اُس نے اویس کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔''یہاں رک جاؤ۔یہ جگہ رکنے کے لئے مناسب ہے اور پھر یہاں میں نے تم سے ضروری بات بھی کرنی ہے۔میری بات غور سے سننا۔''

اویس رک گیا۔وہ اس علاقے کا بڑا چوراہا تھا اور وہ دونوں ایک طرف چوراہے کی ایک نکڑ میں کھڑے تھے۔اس جگہ ٹریفک کا رش رہتا تھا اور رات نو بجے کے بعد اس رش میں کمی آجاتی تھی۔اس چوراہے میں مختلف دکانیں تھیں۔رات نو بجے کے بعد دکانیں بند ہونا شروع ہوجاتی تھیں اور جیسے ہی تقریباً دس بجے تک تمام دکانیں بند ہوجاتی تھیں تو یہاں کسی آتی جاتی کار کا گزر رہ جاتا تھا۔

وہ بولا۔''جہاں تم کھڑے ہو اس جگہ تمہاری کولیگ مس عطیہ کھڑی ہوگی۔بالکل اسی جگہ۔''

اس کے اچانک کہنے پر اویس نے چونک کر پہلے اس جگہ کو دیکھا جہاں وہ کھڑا تھا اور پھر متحیر نگاہوں سے اس کی طرف دکھا۔اُسے حیرت تھی کہ یہ مس عطیہ کا ذکر کیوں کررہا ہے۔کیا یہ اُسے جانتا ہے؟

''جیسے ہی وہ سڑک عبور کرنے کے لئے اس فٹ پاتھ سے ایک قدم نیچے رکھے گی اُس طرف سے ایک کار آئے گی۔'' مسٹر شمک ہاتھ کے اشارے سے اویس کو بتا رہا تھا اور وہ ششدر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر وہ چپ رہ کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔اویس اس کا منہ تک رہا تھا۔

وہ پھر بولا۔''کار بے قابو ہوگی اور رفتار میں ہوگی۔'' اس کا لہجہ پُراسرار ہوگیا تھا۔جیسے سنسان علاقے میں سانپ کی پھنکار ہو۔یہ کہہ کر وہ چپ ہوگیا۔اویس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔وہ کوشش کررہا تھا کہ وہ کم سے کم بات کرے، کیونکہ لوگ آجارہے تھے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اُسے مشکوک نگاہوں سے دیکھے۔

وہ پھر بولا۔''وہ کار مس عطیہ کو ٹکر ماردے گی۔''

''نہیں۔'' اویس کے منہ سے یک دم نکلا اور اس کے پاس سے گزرتی ہوئی ایک خاتون رک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔اویس نے یک دم اپنی جیب سے موبائل فون نکالا اور کان سے لگالیا۔وہ خاتون سر مار کر آگے چلی گئی۔دراصل اس کے منہ سے 'نہیں'، یک دم اور خوفزدہ سی آواز میں نکلا تھا کہ اس خاتون کا سن کر رکنا حیرت کی بات نہیں تھی۔

"وہ بے قابو کار مس عطیہ کو ٹکر مار دے گی۔" اُس نے پھر دہرایا۔ "اور مس عطیہ اُس جگہ جا گرے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" اویس نے تڑپ کر کہا۔ موبائل فون اس کے کان کو لگا ہوا تھا اور وہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کسی سے فون پر بات کر رہا ہے۔ اس کا لہجہ ان حیرت انگیز لمحات میں بھی آہستہ ہی تھی۔ اس کی نگاہیں مسٹر شمک پر مرکوز تھیں۔

"ایسا ہوگا۔" مسٹر شمک نے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا۔

"یہ کب ہوگا؟" اویس نے بے تابی سے پوچھا۔

وہ چپ ہو گیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اس کی خاموشی اویس کو زہر لگ رہی تھی۔ اویس نے پھر پوچھا۔ "یہ کب ہوگا۔" اویس نے موبائل فون اپنے کان سے لگایا ہوا تھا اور اس سے لگتا تھا کہ وہ کسی سے فون پر باتیں کر رہا ہے۔ اس لئے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہو رہا تھا۔

اویس کا لہجہ مضطرب تھا۔ "یہ کب ہوگا؟"

"یہ نہیں جاننا چاہو گے کہ کار میں کون ہوگا۔" اُس نے اویس کی بات کا جواب دینے کی بجائے یہ سوال کیا۔

"کون ہوگا کار میں؟" اویس کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔

"سرخ رنگ کی بے قابو کار ہو گی۔ تیزی سے نکلے گی یہاں سے۔" وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔

"کار کون چلا رہا ہوگا؟" اویس نے یک دم تیز لہجے میں پوچھا۔ اس کا تیز لہجہ سن کر ارد گرد کے لوگ چونکے لیکن اس کے کان کو لگا موبائل فون اس کی ڈھال بنا ہوا تھا۔ اویس یہ سب سنتے ہی شدید حیرت سے دوچار ہو گیا تھا۔

اُس کی نگاہوں میں عجیب سی سرخی اُتر آئی تھی۔ اس کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔ "سرخ کار میں تم ہو گے......وہ کار تم چلا رہے ہو گے۔"

"مم......میں؟" اویس گھبرا گیا۔ یہ انکشاف اس کے لئے انتہائی حیران کن تھا۔ کہ جو کار مس عطیہ کو ٹکر مارے گی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر اویس ہوگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"ہاں تم۔" اس نے کہا۔ "تم چلا رہے ہو گے وہ کار۔"

"لیکن میرے پاس کوئی کار نہیں ہے۔ بلکہ میرے کزن کے پاس بھی جو کار ہے وہ سفید رنگ کی ہے۔" اویس نے جلدی سے کہا۔ اس کے دل کی دھڑکن اور تیز ہو گئی تھی اور بولتے ہوئے اُس کے ہونٹ تھرتھرانے لگے تھے۔

"وہ کار سرخ ہی ہو گی۔" اُس نے جیسے اویس کو یقین دلانے کے انداز میں کہا۔ "اور تمہارے پاس کار آ جائے گی۔"

"لیکن وہ سرخ کار میرے پاس کہاں سے آئے گی؟" اویس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"آئے گی اور ضرور آئے گی۔" اس کے لہجے میں لاپروائی تھی اور کہتے ہوئے اس میں بے یقینی کی خفیف جھلک بھی عیاں نہیں تھی۔

"یہ واقعہ کب ہوگا۔" اویس نے اس خیال سے پوچھا تا کہ وہ وقت سے پہلے اس کا سدِباب کر سکے۔

وہ چپ تھا اور اویس اس سے وقت معلوم کرنے کے لئے بے قراری سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں دائیں بائیں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی کو متلاشی نگاہوں سے دیکھ رہا ہو۔ پھر وہ دو قدم آگے چلا گیا۔ وہ اُسے دیکھ رہا تھا اور اس بات کا متمنی تھا کہ وہ اُسے اس کے سوال کا جواب دے تا کہ وہ مس عطیہ کو وقت سے پہلے ہی بچانے کے لئے کوئی کوشش کرے۔

"تم مجھے میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو۔" اویس اپنی بے چینی پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ مسٹر شمک چلتا ہوا اس چوک سے آگے چلا گیا تھا اور اویس اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"مجھے وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔" اُس نے دور تک دیکھا اور وہ متفکر تھا۔

"تم کیا دیکھنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اویس نے پوچھا۔

"مجھے دیکھنے دو۔" اس نے اویس کے سوال کی کوئی پروا نہیں کی۔

"تم میری بات کا جواب دو کہ یہ سب کب ہوگا۔ کیا وقت ہوگا۔ آج، کل، کب۔" اویس پوچھنے لگا۔

اچانک چلتے ہوئے کوئی اویس سے ٹکرایا اور اس کی توجہ مسٹر شمک سے ہٹ گئی اور جیسے ہی سنبھل کر اس نے پھر مسٹر شمک کی طرف دیکھا وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اویس نے دائیں بائیں دیکھا لیکن وہ اس کی نظروں سے بھی اُوجھل ہو گیا تھا۔ جیسے اچانک وہ اس

کے سامنے آیا تھا اسی طرح اچانک وہ چلا بھی گیا تھا۔

اویس پندرہ بیس منٹ تک اس جگہ کھڑا رہا۔ اس کی عجیب بے چین اور بے قرار سی حالت ہوگئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اویس کے پوچھنے پر بھی اُس نے اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ عطیہ کے ساتھ حادثہ کب رُونما ہونے والا ہے۔ اویس اس جگہ کھڑا ہوکر عطیہ کا انتظار بھی نہیں کرسکتا تھا۔

اویس یہ بات عطیہ سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس چوراہے کی طرف مت جانا، ورنہ تمہیں ایک سرخ کار کچل دے گی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہ براجمان ہوگا۔ کیا وہ اس کی بات سن کر یقین کرے گی یا کہ اسے مذاق سمجھ کر خوب ہنسے گی؟ اور پھر کیا وہ یہ سب کچھ اُس سے کہہ سکتا تھا؟ مگر کیسے کہتا؟ کس بنیاد پر؟ اس حقیقت کو کھول کر وہ کیا کہتا کہ اُسے یہ سب بتانے والا کون ہے؟ اسے کیسے پہلے ہی علم ہوگیا؟

عطیہ کو کچھ بھی بتانا فضول تھا۔ اویس نے یک دم سوچا، کیونکہ جس سرخ کار کے ساتھ عطیہ کو حادثہ پیش آنا تھا اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر اُسے ہونا تھا۔ اس کے پاس سرخ کار نہیں تھی اور عطیہ کو اس حادثے سے بچانے کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ واپس فلیٹ میں جا کر اپنے کمرے میں بند ہوجائے۔ اُسے کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اویس ان سوچوں میں دیر تک غوطے لگاتا رہا۔ سچ بات یہ تھی کہ اُسے بھی مسٹر شمک کی یہ بات مذاق ہی لگی تھی۔ وہ خواہ مخواہ سوچوں میں سرگرداں اپنا دماغ خود ہی چاٹ رہا تھا۔ اُس نے اُسے محض اُلجھایا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی ترقی کی خوشی میں اس نے ان کے ساتھ مذاق کیا ہو۔ اویس سوچتے ہوئے واپس اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔

☆=======☆=======☆

اویس ابھی بلڈنگ کے مین گیٹ سے داخل ہی ہوا تھا کہ چوکیدار نے اُسے آواز دے دی۔

''سر......''

اویس فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کرسی پر وہ بیٹھتا تھا اس پر اس عمارت کے ایک رہائشی اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ ان کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ اویس اکثر اُنہیں آتا جاتا دیکھتا تھا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے۔

''کیا بات ہے۔'' اویس نے پاس جا کر پوچھا۔

''یہ ابھی ابھی آئے ہیں۔ ان کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ یہ دل کے مریض ہیں۔ سینے میں شدید درد ہے۔ ان کی فیملی بھی کہیں گئی ہوئی ہے۔'' چوکیدار نے بتایا۔

اویس نے ان کی نبض دیکھی اور پوچھا۔ ''انکل......اس موقعے پر آپ کوئی دوائی کھاتے ہیں تو مجھے بتائیں کیا وہ آپ کی جیب میں ہے، آپ کے فلیٹ میں ہے۔ سر پلیز مجھے اس بارے میں بتائیں۔''

''مم......مجھے ڈاکٹر سبحانی کے پاس لے چلو......ساحل ہاسپٹل میں۔'' وہ بہ مشکل بولے۔ تکلیف کی شدت سے اُنہوں نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا۔ ان کی طبیعت کافی خراب تھی۔

''ان کی کار وہ کھڑی ہے۔ پارک بھی نہیں کرسکے۔'' چوکیدار نے فوراً ایک طرف اشارہ کیا۔ اویس نے جلدی سے اس جانب دیکھا اور جونہی اس کی نگاہ کار پر پڑی اس کا دل کانپ گیا۔ کیونکہ اس کار کا رنگ سرخ تھا۔

''اوہ خدایا۔'' اویس کے منہ سے نکلا۔

''جلدی پلیز۔'' ان کی درد سے بھری آواز نکلی۔ ''میری مدد کرو مجھے فوری ہاسپٹل لے جاؤ۔ میں مر رہا ہوں۔'' ان کی زبان سے بہ مشکل جملہ نکلا۔

اویس نے دائیں بائیں دیکھا کہ شاید اُسے کوئی اور نظر آجائے تاکہ اس گاڑی میں وہ انہیں لے جائے۔ وہ ڈر گیا تھا لیکن پاس کوئی بھی نہیں تھا۔

''جلدی کیجئے سر......انہیں شدید درد ہے۔'' چوکیدار نے تشویش سے کہا۔ ''آپ کیا سوچ رہے ہیں؟''

وہ درد اور تکلیف سے نڈھال ہوتے جارہے تھے۔ ان کی زندگی بچانے کا سوال تھا اور مسٹر شمک کی وہ بات بھی اویس کو گھیرے ہوئے تھی کہ سرخ کار کی ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ مس عطیہ کو کچل دے گا اور ساحل ہاسپٹل جانے کے لئے راستہ بھی وہی تھا۔ اس چوراہے سے آگے جا کر دائیں طرف وہ ہاسپٹل تھا۔ اویس عجیب شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ اس صورتِ حال میں نہ تو وہ راہِ فرار حاصل کرسکتا تھا اور نہ ہی لے جانے سے انکار کے الفاظ اپنے منہ سے نکال سکتا تھا اور انہیں اس سرخ کار میں لے جاتے ہوئے اُسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔

وکیل کی طبیعت مزید خراب ہورہی تھی۔ وقت ضائع کرنا اس کی زندگی کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ لاچار اویس نے اس کار کی ڈرائیونگ سیٹ ڈرتے اور گھبراتے

ہوئے سنبھال لی۔ وہ کار موڑ کر ان کے پاس لایا، اس کی نگاہیں یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ کوئی اور مل جائے تو وہ انہیں سرخ کار میں لے جانے کی ڈیوٹی اس کے سپرد کر کے وہ اپنے فلیٹ میں چلا جائے۔ وکیل صاحب کو اویس اور چوکیدار نے سہارا دے کر کار میں آگے بٹھایا۔ ایک بار پھر اس نے دائیں بائیں دیکھا کہ شاید کوئی آ جائے لیکن جانے سب لوگ کہاں چلے گئے تھے، کہ کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ اویس کی آنکھوں کے سامنے مس عطیہ کا چہرہ بار بار آ رہا تھا۔

مجبوراً اویس کار ڈرائیو کرتا ہوا اسے بلڈنگ سے باہر لے گیا۔ اس ہسپتال تک جانے کے لئے ایک دوسرا راستہ بھی تھا، لیکن وہ گھوم کر اُس طرف جاتا تھا۔ جبکہ وکیل صاحب کی حالت ایسی ہوئی جا رہی تھی کہ اُنہیں جلد از جلد ہسپتال پہنچانا بہت ضروری تھا۔ ان کی زندگی بچاتے ہوئے وہ کسی کوتاہی کا مرتکب بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

عجیب صورتِ حال تھی کہ ایک کی جان بچانے کے لئے اویس جا رہا تھا جبکہ دوسرے کی جان اس کے ہاتھوں جانے کا خطرہ تھا۔ اس کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کرے...... کیسے اس چوراہے تک نہ جائے۔ کچھ ایسا ہو جائے کہ وکیل صاحب کی طبیعت سنبھل جائے، اور اُسے اس جگہ سے کار واپس لے جانے کا موقع مل جائے۔

”مجھے شدید...... درد...... ہو رہا...... ہے...... پلیز...... تیز چلو۔“ وکیل صاحب نے بہ مشکل کہا۔

ان کی آنکھیں بند تھیں اور شاید وہ اس عمر میں بھی مضبوط قوتِ ارادی کے مالک تھے کہ اُنہوں نے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اویس نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ سامنے وہ چوراہا نظر آنے لگا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ اس لئے اُسے دور سے اس طرف مس عطیہ کھڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بے چین تھا کہ کسی طرح سے مس عطیہ کے ساتھ رابطہ ہو جائے اور وہ اسے مطلع کر سکے کہ وہ اس جگہ پر اگر ہے تو یہاں سے ہٹ جائے۔

گاڑی چلاتے ہوئے اویس نے اپنی جیب سے موبائل فون نکالا اور مس عطیہ کا نمبر ملانے لگا، جونہی اس سے رابطہ ہوا وہ بولا۔

”مس عطیہ...... تم کہاں ہو؟“

”آپ اویس بول رہے ہیں؟“ مس عطیہ نے اویس کی گھبرائی ہوئی آواز سنی تو پوچھا۔

”ہاں میں اویس بول رہا ہوں آپ اس وقت کہاں ہیں......؟“ اویس نے عجلت سے پوچھا۔ الجھن اس کے چہرے سے مترشح تھی۔

اچانک وکیل صاحب شدید درد سے ایسے کراہے کہ اویس کو فوراً ان کی طرف دیکھنا پڑا۔ اس نے موبائل فون اپنی گود میں رکھا اور وہ ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر ملنے لگا۔ اسی اثنا میں سامنے ایک سائیکل سوار کار کے اتنا قریب آ گیا کہ اگر وہ یک دم اسٹیرنگ نہ گھماتا تو وہ پیچھے سے اسے ٹکر مار دیتا۔ جونہی اویس نے اسٹیرنگ گھمایا اس کی نگاہ اسی جگہ پر چلی گئی جہاں مس عطیہ کندھے سے ہینڈ بیگ لٹکائے فٹ پاتھ سے نیچے اُتر رہی تھی۔

”اوہ...... شٹ۔“ اویس نے دانت پیسے۔ اُسے دیکھتے ہوئے اس کا خوف اور بھی بڑھ گیا۔ اس کا موبائل فون گود سے کھسک کر نیچے اس کے پیروں میں گر گیا تھا۔

اس گھبراہٹ اور خوف میں کار بھی بے قابو ہو گئی تھی۔ اویس، مس عطیہ کو ہر ممکن بچانا چاہتا تھا۔ دائیں طرف ٹریفک تھی۔ اس طرف وہ کار نہیں گھما سکتا تھا۔ اس کی سائیڈ پر فٹ پاتھ تھا۔ اویس نے عطیہ سے دس فٹ کے فاصلے پر کار کی بریک لگا دی۔

بریک لگنے سے کار کے ٹائروں کی چیخ بلند ہوئی، اس آواز کو سنتے ہی مس عطیہ نے گھبرا کر اس کی کار کی طرف دیکھا، اتنے میں اویس کے عقب سے آنے والی کار نے اس کی کار کی اچانک بریک لگنے سے کار کو ٹکرانے سے بچاتے ہوئے تیزی سے بائیں موڑا اور کسی تیر کی طرح وہ اس کی کار کے برابر سے گزر کر پھر اپنی سائیڈ کی طرف آنے کے لئے جونہی اسی رفتار میں اس کار کا اسٹیرنگ گھوما وہ کار بے قابو ہو گئی اور کار مس عطیہ سے ٹکرائی اور مس عطیہ اُڑتی ہوئی دور جا گری۔

اویس فوراً کار سے باہر نکلا اور مس عطیہ کی طرف بھاگا۔ وہ سڑک پر خون میں لت پت پڑی تھی۔ اویس حیرت اور خوف سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لوگ جمع ہو رہے تھے، ایک کھلبلی مچ گئی تھی۔ اُسے ہسپتال پہنچانے کے لئے فوراً شور برپا ہو گیا تھا۔ دوسری طرف وکیل صاحب بھی کار میں نڈھال پڑے تھے۔ اویس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ مس عطیہ کی مدد کے لئے بھاگے یا کہ وکیل صاحب کو ہسپتال پہنچائے۔ وہ ایک بار پھر اپنی کار کی طرف بڑھا۔ کیونکہ مس عطیہ کو لوگ ہسپتال پہنچانے کے لئے ایک کار میں ڈال رہے تھے۔

جونہی اویس، مس عطیہ کو ٹکر مارنے والی کار کے پاس سے گزرا وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ جس کار نے مس عطیہ کو ٹکر ماری تھی، وہ بھی سرخ رنگ کی کار تھی۔ اویس اس کار کو حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

☆=======☆=======☆

سول ہسپتال ۔کے شعبہ حادثات وارڈ میں مس عطیہ ہسپتال کے کمرے میں بیڈ پر چت لیٹی ہوئی تھی۔

اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ایک ٹانگ فریکچر ہوگئی تھی وہاں پلستر چڑھا ہوا تھا۔ کمر کی ہڈی کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی جسم پر چوٹیں آئی تھیں۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ مس عطیہ کی حالت خطرے سے باہر ہے لیکن علاج معالجے کے لئے اُسے ہسپتال میں ڈاکٹر کے زیر علاج رہنا پڑے گا۔

اویس نے وکیل صاحب کو ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ ان کا علاج شروع ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کیونکہ ان کے فیملی ڈاکٹر تھے ان سے وکیل صاحب کے بیٹے کا فون نمبر لے کر اویس نے اُسے فون کر کے اطلاع کر دی تھی۔

وکیل صاحب کے بیٹے نے ہسپتال پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ جونہی وکیل صاحب کی فیملی آ گئی اویس کو اس جگہ سے جانے کا موقع مل گیا۔ وہ سیدھا اس ہسپتال میں پہنچ گیا جہاں مس عطیہ زیر علاج تھی۔

اویس بہت دیر تک اُس کمرے کے باہر کھڑا رہا جہاں مس عطیہ زخمی حالت میں لیٹی ہوئی تھی۔ اُس نے متعدد بار اُٹھ کر دروازے میں لگے شیشے سے مس عطیہ کو دیکھا، لیکن اس کی اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہ اس وقت ہوش میں تھی۔ اس کی فیملی کے افراد وہاں موجود تھے۔ مس عطیہ کے والد صاحب سے جب اویس نے مصافحہ کیا تھا تو اُس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا تھا کہ جس وقت یہ حادثہ پیش آیا تھا وہ اس وقت وہاں ہی موجود تھا لیکن وہ خود دل کی تکلیف میں مبتلا ایک مریض کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بروقت مس عطیہ کی مدد نہیں کر سکا تھا۔ وہ اور مس عطیہ ایک ہی کمپنی میں کام کرتے ہیں۔

''آپ مل لیں...... عطیہ ہوش میں ہے۔'' اچانک مس عطیہ کے والد صاحب اویس کے پاس جا کر بولے۔ اس وقت کمرے میں صرف مس عطیہ کی والدہ ہی تھیں۔

اویس نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا اور کمرے میں چلا گیا۔ مس عطیہ کو اس حالت میں دیکھ کر اویس کو شدید دکھ ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ اُسے مسٹر شمک پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ جس نے وقت نہ بتا کر ایک معصوم اور اچھی لڑکی کو اس حال میں پہنچا دیا تھا۔ اگر وہ مزید بتا دیتا تو وہ اس حادثے کے ہونے سے قبل ہی مس عطیہ کی مدد کر سکتا تھا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' اویس نے پاس جا کر مس عطیہ سے پوچھا۔

مس عطیہ نے اویس کی طرف متحیر نگاہوں سے دیکھا اور اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے خود سوال کر دیا۔ ''آپ کو کیسے پتہ چلا؟'' اس کی آواز نحیف تھی۔

''یہ حادثہ میری نگاہوں کے سامنے ہی پیش آیا تھا۔ میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔'' اویس نے جواب دیا۔

''ہاں آپ نے مجھے اس وقت فون بھی کیا تھا لیکن بات پوری نہیں ہوئی تھی۔ ہسپتال میں مجھے آپ لے کر آئے تھے؟'' مس عطیہ نے یاد کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''نہیں میں کیونکہ خود ایک مریض لے کر جا رہا تھا اس لئے میں تمہاری عین وقت پر کوئی مدد نہیں کر سکا۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ وہ صاحب دل کی تکلیف میں مبتلا تھے اور میں اُنہیں ہسپتال لے کر جا رہا تھا۔'' اویس نے بتایا۔

''اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔ آپ اس وقت خود مشکل میں تھے۔ وہ کون تھے۔'' مس عطیہ کی آواز میں غنودگی تھی۔

''خیر یہ باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔ تم بتاؤ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔'' اویس کی نگاہیں اس کے چہرے پر تھیں۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' ایسا لگتا تھا جیسے مس عطیہ پھر نیند کی وادی میں جا رہی تھی۔

''آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ میری ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی ہے۔ فکر اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔'' اویس نے مس عطیہ کو حوصلہ دیا۔

''ڈاکٹر صاحب نے اور کیا میرے بارے میں بتایا ہے آپ کو؟'' مس عطیہ کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ نیند میں سوال کر رہی ہے۔ غنودگی اس پر غالب آ رہی تھی۔

''اور یہ کہ آپ جلد گھر چلی جائیں گی۔ آپ آرام کریں میں پھر آؤں گا۔'' اویس نے ہولے سے کہا اور اس جگہ سے اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ افسردہ تھا۔

جونہی وہ کمرے سے باہر نکلا وہ چونک پڑا۔ راہداری میں دیوار کے ساتھ جہاں بیٹھنے کے لئے لکڑی کے بنچ رکھے ہوئے تھے، وہاں ایک بنچ پر کچھ لوگوں کے ساتھ مسٹر شمک بھی بیٹھا ہوا تھا۔

پہلے دن سے لے کر اب تک اس کا وہی حلیہ تھا۔ وہ اپنی جگہ یوں براجمان تھا جیسے وہ اپنے خیالوں میں مستغرق اس بات سے بے نیاز ہے کہ اس سے کچھ فاصلے پر اویس کھڑا اُسے

دیکھ رہا ہے۔

اویس چلتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ وہ مسٹر شمک کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بنچ پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے پہلے اویس کی طرف دیکھا اور پھر اس جگہ کی طرف نظر ڈالی جو اس کی دانست میں خالی تھی۔

اویس اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے برعکس مسٹر شمک نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا بلکہ وہ اپنی ہی سوچوں میں مستغرق تھا۔ اس بنچ پر بیٹھا ہوا وہ آدمی حیرت سے کبھی اویس کی طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی اس کی نگاہ بنچ کی اس خالی جگہ پر چلی جاتی تھی۔ وہ اس مخمصے میں تھا کہ یہ شخص اس جگہ کھڑا کیا دیکھ رہا ہے؟

''کچھ مت کہنا۔ کچھ کہو گے تو یہ سب لوگ سمجھیں گے تم پاگل ہو گئے ہو جو دیوار کے ساتھ باتیں کر رہے ہو۔'' مسٹر شمک اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ اویس کو غصہ آ رہا تھا۔ ''میں تم سے کوئی بات کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔''

کچھ توقف کے بعد وہ پھر بولا۔ ''میں نے کہا تھا کہ مس عطیہ کو حادثہ پیش آنے والا ہے۔ سرخ کار بھی تمہارے پاس آ گئی تھی۔ اسے تم چلا بھی رہے تھے۔ میری بات میں کوئی مغالطہ تو نہیں تھا مسٹر اویس۔'' وہ کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

اویس کا دل چاہا کہ وہ ابھی چیخ کر اپنے دل و دماغ میں سوالوں کے انبار کی بارش اس پر کر دے لیکن اس جگہ بولنا اس کے لئے مناسب نہیں تھا۔ وہ برداشت کر کے چپ رہا اور اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟'' مسٹر شمک نے اس کی طرف دیکھ کر جیسے اس کے جواب کا انتظار کیا ہو۔ پھر وہ بولا۔ ''یقیناً تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو گے۔ آؤ میرے ساتھ باہر جا کر بات کرتے ہیں۔''

شمک باہر جانے کی طرف چل پڑا۔ اویس نے بھی اس کے پیچھے قدم اُٹھا دیئے۔ یک دم وہ رک گیا اور اویس کو بھی رکنا پڑا۔ شمک نے اویس کی طرف دیکھا۔ ایک نظر دوسری طرف دیکھ کر شمک بولا۔

''میں باہر لان میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تم اس کمرے کے دروازے کے سامنے جا کر رک جاؤ جہاں مس عطیہ زخمی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ ایک شخص ہاتھ میں اسلحہ لئے بھاگتا ہوا آئے گا اور وہ اس کمرے میں جا کر مس عطیہ کے سر پر ریوالور رکھ سکتا ہے۔ تاکہ

وہ اس کی آڑ میں اس ہسپتال سے باہر جا سکے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔'' اویس نے دھیمے لہجے میں دانت پیسے۔ وہ اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

''میری باتوں کو بکواس مت کہو۔ جب وہ بھاگتا ہوا آئے گا تو اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہو گا کہ وہ مس عطیہ کے کمرے میں جا کر اسے یرغمال بنا لے۔'' شمک کہہ کر اس کی کسی بات کا انتظار کئے بغیر اس جگہ سے تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا باہر کی طرف چل پڑا۔

اویس اس جگہ کھڑا حیرت سے کبھی شمک کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا اور کبھی اس کی نگاہ عطیہ کے کمرے کی طرف اُٹھ جاتی تھی۔ اسے لگا کہ اس ہسپتال میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ شمک نے اس سے جان چھڑانے کے لئے یہ بہانہ کیا ہے۔ کون ہو سکتا ہے کہ کوئی اسلحہ تان کر اس طرف بھاگتا ہوا آ جائے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مس عطیہ کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ اس کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ عجیب مخمصے میں تھا۔

''عطیہ سو رہی ہے۔'' عطیہ کا باپ یک دم اویس کو دروازے کے پاس دیکھ کر بنچ سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

''میں یونہی ایسے ہی ادھر آ گیا تھا۔ آپ بیٹھیں۔'' اویس کی نگاہیں دائیں بائیں گھوم رہی تھیں۔

''آپ بھی ادھر آ جائیں۔'' عطیہ کے باپ نے کہا۔ ''وہاں بیٹھنے کے لئے جگہ ہے۔''

''ہاں میں بھی آتا ہوں ایک فون کر لوں، میں ہسپتال سے جانے ہی والا تھا۔'' اویس نے اپنی جیب سے فون نکال کر ایسے ہی نمبر ملانے شروع کر دیئے۔

اویس اس کمرے کے پاس ٹہلتے ہوئے دائیں بائیں نظر گھما رہا تھا۔ اسے کچھ بھی غیر معمولی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس ہسپتال میں کیسے کوئی ہنگامہ ہو سکتا ہے؟ یہ کوئی بینک تو نہیں ہے کہ کوئی اسلحہ لہراتا ہوا اس طرف آ جائے اور ایک ہلچل برپا ہو جائے؟ اویس اپنے آپ سے سوال کرنے لگا۔

اویس نے اپنا موبائل فون جیب میں ڈالا اور اس جگہ سے جانے کے لئے جونہی اس نے ایک قدم اُٹھایا، ٹھیک اس وقت اس کی نگاہ سامنے داخلی دروازے پر پڑی اور اس کی متحیر نگاہیں اسی جگہ جم گئیں۔

ایک درجن پولیس والوں کی حفاظت میں ایک وہیل چیئر اس طرف آ رہی تھی۔ اس وہیل چیئر پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جس نے قیدیوں والا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بے ہوش ہو۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ جس کی زنجیر ساتھ چلتے ہوئے ایک سپاہی کے ہاتھوں میں تھی۔ پولیس اس کے ارد گرد چل رہی تھی۔

اویس غیر ارادی طور پر کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس کی نگاہیں بدستور اس قیدی کی طرف تھیں۔ جو شاید میڈیکل چیک اپ یا ڈاکٹری سہولت کے لئے یہاں لایا گیا تھا۔

معاً اویس نے دیکھا کہ ساتھ چلتے ہوئے ایک سپاہی نے اپنی کمر کے ساتھ لٹکے ہوئے ریوالور کے کور کا بٹن کھول دیا۔ اویس یہ دیکھ کر چونکا۔ اسے لگا جیسے اس قیدی کو سوچی سمجھی اسکیم کے تحت یہاں سے فرار کرانے کی ایک کوشش ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس قیدی کو بھگانے کے لئے یہاں کسی بیمار کا بہانہ کر کے لایا گیا ہو۔

اچانک وہ قیدی جو سر جھکائے بے ہوشی کے عالم میں وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا، اپنی جگہ سے اُٹھا، اس سپاہی کے ریوالور پر ہاتھ رکھا اور آناً فاناً اسے نکال کر اپنے ہاتھوں میں لے کر اسی سپاہی کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے دھاڑا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔ ہٹ جاؤ پیچھے۔ ورنہ کوئی نہیں بچے گا" اس کی آواز میں ایسی دہشت تھی کہ اس جگہ خوف سرایت کر گیا۔

یک دم ایک ہلچل برپا ہوگئی۔ پولیس کے چلتے قدم رک گئے۔ وہ الرٹ ہو کر اسی جگہ کھڑے ہوگئے۔ اس ہسپتال میں موجود لوگ بھی یہ سب دیکھ کر جو جہاں تھا وہ اسی جگہ رک گیا اور جسے وہاں سے دائیں بائیں نکلنے کا موقع مل گیا، اس نے برق رفتاری سے وہ موقع ضائع نہیں کیا۔

"ہٹ جاؤ ایک طرف ہٹ جاؤ" وہ قیدی چیخا۔ وہ اس سپاہی کو دبوچے پیچھے بھی ہٹ رہا تھا۔ اویس سے وہ کچھ ہی فاصلے پر تھا۔

"تم یہ بے وقوفی مت کرو۔" جس سپاہی کو اس قیدی نے دبوچا ہوا تھا وہ بولا۔ اویس نے اس کی مدد کرتے ہوئے اُسے خود دیکھا تھا، اس لئے اس کی یہ بات اسے محض ایک ڈرامہ لگی۔

"بکواس نہیں کرو ورنہ گولی ماردوں گا۔" قیدی نے درشت لہجے میں اسے کہا۔ "کھوپڑی اُڑا دوں گا۔"

اچانک ایک گولی چلی اور وہ گولی قیدی کے کان سے گزرتی ہوئی پیچھے دیوار میں جا لگی۔ وہ گولی موقع دیکھتے ہوئے ایک سپاہی نے چلائی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ سب سپاہی اپنی جگہ چھوڑ کر دائیں بائیں ہوگئے۔ جس کو جو ڈھال ملی وہ اس کے پیچھے ہوگیا اور پوزیشن لے لی۔

ایک گولی اور چلی جو قیدی کی پنڈلی کے گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ خون اس جگہ پھیلنے لگا، قیدی کے لئے کسی محفوظ جگہ چھپنا ضروری ہوگیا تھا۔ اس نے سپاہی کو ایک طرف دھکا دیا اور خود پناہ کے لئے اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں مس عطیہ زخمی حالت میں دراز تھی۔ اویس سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

قیدی نے دائیں بائیں دیکھا۔ بھاگنے اور چھپنے کے لئے اس نے متلاشی نگاہوں کو گھمایا۔ اس کی نگاہ عطیہ کے کمرے کی طرف گئی۔ اس کمرے میں جا کر پناہ لینے کا سوچتے ہی اس نے اندر جانے کے لئے دروازہ کھولنا چاہا اسی اثنا میں اویس نے ہمت دکھائی اور اسے قابو کرنے کے لئے اس پر جست لگا دی۔ دونوں ایک ساتھ فرش پر جا گرے۔ قیدی کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ قیدی نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا اور اویس اس کے جسم سے الگ ہو کر ایک طرف جا گرا۔ اس سے پہلے کہ قیدی اپنی جگہ سے اُٹھتا، پولیس بھاگتی ہوئی اس کے سر پر پہنچ گئی اور وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ قیدی ان کی گرفت میں آ چکا تھا۔ جس سپاہی نے اس قیدی کی مدد کرنا چاہی تھی وہ بھی شور مچاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوگیا تھا۔ بلکہ اس کا شور سب سے زیادہ تھا۔

پولیس اس قیدی کو اُٹھا کر ڈریسنگ روم میں لے گئی۔ شاید کسی نے اس واقعے کی اطلاع کردی تھی۔ پولیس کی نفری اور آ گئی۔ سب ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔ دائیں بائیں پولیس کے آدمی پھیل گئے تھے۔

اویس نے کچھ دیر جائزہ لیا اور پھر تیزی سے وہ باہر کی طرف بھاگا۔ ہسپتال کے وسیع لان میں بنے ایک سیمنٹ کے بنچ پر شمک بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دور سے ہی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

اویس تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت لان میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ کچھ لیٹے ہوئے تھے، کچھ کھا پی رہے تھے اور ایسے بھی تھے جو ٹولیوں کی صورت

میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

سب سے پہلے اویس نے لوگوں کی طرف دیکھا اور شمک کے ساتھ بنچ پر بیٹھ گیا۔ دونوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

''اب کیا کہتے ہو؟'' شمک نے پوچھا۔

''پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کہا تھا کہ مس عطیہ کو جو کار ٹکر مارے گی وہ میں چلا رہا ہوں گا۔ پھر اسے دوسری کار نے کیسے ٹکر مار دی؟'' اویس نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اس کا لہجہ دھیما تھا اور اس کی کوشش تھی کہ کوئی اسے اکیلا باتیں کرتا ہوا دیکھ نہ لے۔

''عطیہ کے ساتھ حادثہ ہونا تھا اور وہ ہو گیا۔ تم نے کار روک دی ایک دوسری سرخ کار نے اسے ٹکر مار دی۔'' شمک نے اطمینان سے جواب دیا۔

''لیکن تم نے یہ نہیں بتایا تھا۔'' اویس بولا۔ ''تم نے مجھے ساری بات کیوں نہیں بتائی تھی۔

''اب میں نے جو بات بتائی تھی اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' شمک نے سوال کیا۔

''مجھے اس وقت اپنی اس بات کا جواب چاہئے۔'' اویس نے کہا۔

''چھوڑو ان باتوں کو۔ تم تو اپنی بیوی کو لے کر آنے والے تھے۔ تم جاؤ گے نہیں۔'' شمک نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

''تم نے مجھے پوری بات کیوں نہیں بتائی تھی۔ مجھ سے یہ کیوں چھپایا تھا کہ اسے دوسری کار ٹکر مارے گی۔'' اویس کا لہجہ خود بخود تیز ہو گیا۔ اس کا احساس ہوتے ہی اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ بہت سی باتیں مجھے پتہ چل جاتی ہے لیکن کچھ باتوں کو جاننا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ میں تمہاری کسی بھی بات پر پوری طرح سے اعتبار نہ کیا کروں۔'' اویس نے کہا۔

''ابھی جو کچھ میں نے بتایا تھا اس میں تو کوئی ابہام نہیں تھا۔'' شمک بولا۔ ''اسلحہ تانے ایک آدمی آیا، وہ مس عطیہ کے کمرے کی طرف بڑھا؟ کیا یہ سب ٹھیک ثابت نہیں ہوا۔ اس بارے میں بھی تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو۔''

''تمہاری کون سی بات پوری طرح سے ٹھیک ہوتی ہے اور کون سی نہیں میں کیسے جان سکتا ہوں۔'' اویس نے اُلجھن بھرے لہجے میں کہا۔

''مسٹر اویس ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جاؤ اور اپنی بیوی کو اس شہر میں لے آؤ۔ اپنی زندگی کو خوبصورت بناؤ۔'' شمک کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''تم فضول کی باتوں میں زیادہ اُلجھتے ہو۔''

''تم میری زندگی میں کیا آئے ہو، میرے لئے کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دیتے ہو۔ تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے۔'' اویس کے چہرے پر اُکتاہٹ عیاں تھی۔

شمک مسکرایا۔ ''تمہیں تو میرا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ جو حادثہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہوتا ہے وہ میں پہلے بتا دیتا ہوں۔ تجھے ہوشیار کر دیتا ہوں۔ تم میری دوستی کو آفت سمجھ رہے ہو۔''

''تم مجھے پوری بات نہیں بتاتے۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔'' اویس نے بلا تامل کہا۔

''جتنا پتہ ہوتا ہے وہ میں بتا دیتا ہوں۔ رہی بات پیچھا چھوڑنے کی تو یاد رکھو ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ دوستی کی ہے اور تم سے دوستی نبھاؤں گا۔'' شمک متانت سے بولا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ایک طرف جانے لگا۔

اویس بھی اس کے پیچھے چل پڑا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے شمک کی رفتار تیز ہونے لگی اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔ اچانک وہ اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔ اویس نے متلاشی نگاہوں کو دور تک دوڑایا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

''مجھے تمہاری دوستی نہیں چاہئے مسٹر شمک۔'' اویس نے کہہ کر اپنے سر کے بالوں میں اپنے ہاتھ کی اُنگلیاں داخل کیں اور سوچتے ہوئے اسی انداز میں کھڑا ہو گیا۔

☆=======☆=======☆

اویس نے سوچا کہ وہ شمک سے چھٹکارہ پالے۔ اس کی باتیں اس کے لئے اُلجھن پیدا کر رہی تھیں۔ جو وہ کہہ دیتا تھا پتہ نہیں وہ کیسے ہو جاتا تھا۔ یہ اس کی اپنی طاقت کا شاخسانہ تھا یا کچھ اور تھا؟ وہ اسے اپنے اشاروں پر نچا رہا تھا کہ واقعی یہ سب کچھ اس کی زندگی کا ایک حصہ تھا؟ اویس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

اویس ہسپتال سے نکل کر سیدھا حافظ عبدالقدوس کی طرف چلا گیا۔ وہاں جا کر اسے پتہ چلا کہ وہ ڈیڑھ ماہ کے لئے مختلف ممالک میں اپنے تبلیغی دورے پر چلے گئے ہیں۔ اویس کو یہ بھی بتایا گیا کہ وہ اس سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی مصروفیات میں وہ اس قدر کھو گئے

تھے کہ انہیں وقت ہی نہیں ملا۔

ایک حافظ عبدالقدوس ہی تھے جو اس کی مدد کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے ہی شمک کو اس کے ساتھ دیکھا تھا۔ ان کے سوا وہ کسی اور سے بات نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی اور سے اس کا اتنا گہرا تعلق تھا۔ لاچار اویس اس جگہ سے لوٹ گیا۔

☆=======☆=======☆

عام تعطیل تھی۔

اویس اپنے آبائی شہر، گھر والوں سے ملنے اور عینی کو اپنے ساتھ لانے کے لئے چلا گیا۔

سب گھر والے اس کی ترقی پر بہت خوش تھے۔ عینی کی خوشی نا قابل بیان تھی۔ یہ بات اور بھی پُرمسرت تھی کہ وہ اویس کے ساتھ چلی جائے گی۔ دونوں کے درمیان حائل دوری ختم ہو جائے گی۔

''ضرورت کا سامان پیک کرلو ہم نے آج شام ہی کو نکلنا ہے۔'' اویس نے عینی سے کہا۔

''آج شام ہی کو واپسی ہے؟'' عینی کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ ''کل جانے کا پروگرام نہیں تھا کیا؟''

''ہاں آج شام کو ہی واپسی ہے، کیوں کہ کل آفس بھی جانا ہے۔'' اویس بولا۔

''میں تو یہ سمجھی تھی کہ تم آفس سے ایک دو دن کی چھٹی لے کر آئے ہو گے۔'' عینی نے کہا۔

''تم جانتی ہو کہ میں آفس سے چھٹی نہیں لیتا۔ اس لئے آج ہی واپس جانا ہے۔ تم صرف ضروری سامان کپڑے وغیرہ لے لو۔ باقی سامان آہستہ آہستہ آتا رہے گا۔ ویسے بھی فلیٹ میں ہماری ضرورت کی چیزیں موجود ہیں۔'' اویس نے بتایا۔

''کیا کمپنی تم سے اتنی ہی خوش ہوگئی تھی کہ اس نے فلیٹ کے ساتھ استعمال کی چیزیں بھی دے دیں؟'' عینی نے پوچھا۔

''وہ فلیٹ ہمارے جی ایم صاحب کے زیرِ استعمال رہا تھا۔ ان کو وہ چیزیں ملی تھیں جو ابھی جوں کی توں ہی موجود ہیں۔'' اویس نے جواب دیا۔ ''اس سامان کو ہم استعمال کر سکتے ہیں۔''

عینی سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ''اویس ایک بات بتاؤ۔''

''پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔'' اویس نے اس کی طرف دیکھا۔

''کیا میرا دل وہاں لگ جائے گا۔'' عینی نے سوال کیا۔

''دل نہ لگنے والی کون سی بات ہے۔ وہ ایک بڑا شہر ہے۔ گھومنے پھیرنے کے لئے بہت سے مقامات ہیں۔'' اویس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''تم وہاں بہت خوش ہو گی۔''

''میرا مطلب ان چیزوں سے نہیں ہے۔'' عینی بولی۔

''تو تمہارا مطلب کن چیزوں سے ہے جس کی وجہ سے تمہیں کوئی خدشہ ہے کہ تمہارا دل اس جگہ نہیں لگے گا۔'' اویس نے سوال کیا۔

''یہاں سب ایک ساتھ رہتے ہیں۔ آنا جانا لگا رہتا ہے۔ ہنسی مذاق ہوتا ہے۔ وہاں فلیٹ میں تو میں اکیلی ہی رہا کروں گی۔ تم آفس چلے جایا کرو گے اور میں کیا کروں گی۔'' عینی نے بتایا۔

''تم میرا انتظار کیا کرو گی۔'' اویس جلدی سے بولا۔

''اس انتظار کا کیا فائدہ جب کہ مجھے پتہ ہوگا کہ تم آؤ گے شام کو ہی۔'' عینی نے منہ بنایا۔

''تو پھر تم بھی میرے ساتھ آفس چلی جایا کرنا۔ میں کام کیا کروں گا تم مجھے دیکھتی رہا کرنا۔'' اویس مسکرایا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔'' عینی نے اپنی پیشانی پر آئے بالوں کو جھٹکا دے کر پیچھے کی طرف کیا۔ ''میں تمہیں کام کرتے ہوئے دیکھتی رہوں اور دوسرے مجھے دیکھتے رہیں۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں وہاں بور نہیں ہونے دوں گا اور اگر تم نہیں جانا چاہتی ہو تو پھر تم یہیں رک جاؤ۔'' اویس نے آخری جملہ اُداسی سے کہا۔

''کیوں رک جاؤں؟ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ تمہارے بغیر رات اور دن گزار کر مجھے لگتا ہے جیسے میں تنہا کہیں دور صحرا میں رہتی ہوں۔'' عینی اچانک اویس کو گھورتے ہوئے بولی۔

''لیکن ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ تمہارا وہاں دل کیسے لگے گا۔'' اویس نے کہا۔ ''اسی لئے میں نے کہا تھا۔''

''وہ تو میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ اب بندا کوئی بات پوچھے بھی نہ۔'' عینی بولی۔

''مجھے کیا پتہ کہ تم بات پوچھ رہی ہو۔ ٹھیک ہے تم اُٹھو اور سامان پیک کرو۔ اچھا کیا کہ تم

نے مجھ سے پوچھ لیا۔'' اویس اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''سامان کیا کیا پیک کرنا ہے۔'' عینی نے پوچھا۔

''مجھے ہی پیک کرلو۔'' اویس ایک بار پھر مسکرایا۔

''تم کو میں نے بہت پہلے پیک کرلیا ہوا ہے، اپنے دل میں۔'' عینی نے پیار بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''پھر ایسا کرو کہ اپنے اور میرے کپڑے، اور جو دوسرا ضرورت کا سامان ہے وہ سوٹ کیس میں رکھ لو۔'' اویس مسکرایا۔

''کم از کم دو سوٹ کیس ہو جائیں گے۔'' عینی بولی۔

''تین بھی ہو جائیں تو کیا ہوگا۔ میں نے کوئی اپنے سر پر لاد کر تو نہیں لے کر جانے۔'' اویس نے جواباً کہا۔

''سب سے پہلے میں تمہارے کپڑے رکھتی ہوں۔ اس کے بعد اپنا سامان پیک کروں گی۔'' عینی نے کہتے ہوئے اویس کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ''تم کیا دیکھ رہے ہو۔''

''تمہیں دیکھ رہا ہوں۔'' اویس کی نگاہیں اس کے چہرے جمی ہوئی تھیں۔

''پہلی بار دیکھ رہے ہو؟'' عینی نے پوچھا۔

''نظر بھر کر دیکھ رہا ہوں۔'' اویس کے لہجے میں پیار تھا۔

''میں کہیں جا رہی ہوں کیا، جو مجھے نظر بھر کر دیکھ رہے ہو؟'' عینی کہہ کر شرارت سے مسکرائی۔

''تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔ تمہارے بغیر گزرے پل کس قدر تنہا تھے۔ اب ہم ایک ساتھ رہیں گے۔ پاس پاس۔'' اویس کی آنکھوں میں عینی کے لئے پیار تھا۔

''رومانٹک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔'' عینی نے کہہ کر مسکرائی اور اسٹور روم کی طرف چلی گئی۔

☆=======☆=======☆

شام سے پہلے اویس اور عینی اپنے فلیٹ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ ان کے پیروں میں دو بڑے سوٹ کیس پڑے ہوئے تھے۔ اویس نے فلیٹ کی چابی نکال کر عینی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''فلیٹ کا دروازہ تم کھولو۔''

''تم سے نہیں کھلتا کیا؟'' عینی نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اویس کی طرف دیکھا۔

''تمہارے مبارک ہاتھوں سے کھلے گا تو برکت رہے گی۔'' اویس بولا۔ ''آخر تم اس فلیٹ کی مالکن ہو۔ اس سلطنت کی ملکہ ہو۔''

''بادشاہ تو آپ ہوناں۔'' عینی جھٹ سے بولی۔

''لیکن حکمرانی کا جھنڈا ہم نے آپ کے ہاتھ میں ہی دے رکھا ہے۔ ہم آپ کے سامنے حقیر خادم ہیں۔'' اویس نے بڑے احترام سے اپنے سر کو کچھ خم کیا۔

''ڈرامے باز ہو گئے ہو۔'' عینی مسکرائی۔

''ڈرامے بازی کا سہرہ بھی ہم آپ کے ہی سر باندھتے ہیں۔'' اویس بلا تامل بولا اور عینی نے آنکھیں نکال کر اسے گھورا تو اویس نے جلدی سے دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔

اللہ کا نام لے کر عینی نے فلیٹ کے دروازے کا قفل کھولا اور جونہی وہ دروازہ کھول کر اندر گئی، وہ حیرت سے فلیٹ کو دیکھنے لگی۔ وہ دیکھتی ہوئی بیڈروم تک چلی گئی۔ جتنا بھی سامان اس فلیٹ میں موجود تھا وہ ان کی ضرورت اور استعمال کے لئے بہت تھا۔ اویس نے دونوں بڑے سوٹ کیس اُٹھا کر اندر لے آیا تھا۔

''یہ تو بہت خوبصورت فلیٹ ہے۔ میرے تصور سے بھی کہیں اچھا ہے۔'' عینی پُر مسرت لہجے میں بولی۔

''یہ جگہ تو اب خوبصورت ہوئی ہے۔ پہلے خوبصورت نہیں تھی۔'' اویس نے کہا۔

عینی نے پوچھا۔ ''کیا مطلب۔ مجھے لانے سے پہلے اس فلیٹ کی صفائی کی ہے۔ بہت گندا فلیٹ تھا کیا؟''

''تم آ گئی ہوناں اس لئے یہ جگہ خوبصورت ہو گئی ہے۔'' اویس نے ایک بار پھر اس کی طرف مسکرا کر وضاحت کی۔

''تم کچھ زیادہ ہی رومانٹک نہیں ہو گئے؟'' عینی نے سوال کیا۔

''میں تو پہلے بھی رومان سے بھرا ہوا تھا۔ میرا دل دل نہیں ہے ایک گلاب کا پھول ہے اس کی ہر پنکھڑی میں پیار کا رس بھرا ہوا ہے۔'' اویس نے اس کے سامنے اپنا سینہ پھیلا کر کسی رومانوی ہیرو کی طرح کہا۔

"میرے بغیر فلمیں زیادہ دیکھتے رہے ہو۔ یا وہ ڈرامے دیکھتے رہے ہو جن میں ایک جملہ چار قسطوں میں ادا ہوتا ہے۔" عینی نے اس کا جائزہ لیا۔

"دماغ خراب ہے میرا جو میں ایسے ڈرامے دیکھوں۔ جن میں اداکاری کم اور چہرے ہی چہرے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔" اویس نے اپنے کانوں کا ہاتھ لگایا۔

"کچن کہاں ہے؟" عینی نے اچانک پوچھا۔

"کسی دراز میں پڑا ہوگا۔" اویس نے جلدی سے جواب دیا۔

"کچن کا پوچھ رہی ہوں ماچس کی ڈبیہ کا نہیں۔" عینی نے وضاحت کی۔

"محترمہ آپ سب سے پہلے کچن ہی دیکھتی ہوئی اس بیڈروم میں آئی تھیں۔" اویس نے کہا۔

"میں نے موضوع بدلنے کے لئے تم سے پوچھا تھا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے اور میں کچھ بنانے جا رہی ہوں۔" عینی بیڈروم سے جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"تم کیا بناؤ گی؟" اویس نے پوچھا۔

"جو بھی کچن میں موجود ہوگا، وہ بنالوں گی۔" عینی نے کچن کی طرف جاتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن کچن میں کچھ نہیں ہے۔" اویس بولا۔ "فریج بھی خالی ہے۔"

"فریج میں پانی ہے؟" عینی نے رک کر سوال کیا۔

"وہ تو بہت ہے۔" اویس نے ہاتھ پھیلا کر جواب دیا۔

"وہی دو، چار بوتلیں پی لیتے ہیں۔ بھوک ہی مٹانی ہے۔" عینی نے بلا تامل کہا اور پھر کچن میں چلی گئی۔

"چھوڑو ہم کچھ کھانے کے لئے کہیں باہر جاتے ہیں۔ اس بہانے تم شہر کی سیر بھی کرلو گی۔" اویس نے پیشکش کی۔

"اب کہاں جاؤ گے۔ ابھی تو تم ڈرائیو کرتے ہوئے آئے ہو۔" عینی نے کہا۔ "تھک گئے ہوگے رہنے دو۔"

"فکر مت کرو۔ میں منہ ہاتھ دھولوں کھانا کہیں باہر کھاتے ہیں۔" اویس کہہ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

☆======☆======☆

اویس شہر کے بہترین غیر ملکی ریسٹورنٹ میں عینی کو لے کر چلا گیا۔

اس وقت ریسٹورنٹ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی بھی میز خالی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ سامنے کاؤنٹر پر بھی کھانے کا سامان لینے والوں کا رش تھا۔ اویس نے چاروں طرف دیکھا اور جونہی ایک میز سے ایک فیملی جانے کے لئے کھڑی ہوئی اویس جلدی سے عینی کو لے کر وہاں چلا گیا۔

عینی کو اس جگہ بٹھا کر اویس نے پوچھا۔ "کیا کھاؤ گی؟"

"جو مرضی لے آؤ۔" عینی نے جواب دیا۔

"تم بیٹھو میں لے کر آتا ہوں۔" اویس بولا۔

اویس کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ وہاں رش تھا۔ جونہی اسے کاؤنٹر میں کھڑے ہونے کے لئے جگہ ملی وہ اس جگہ کھڑا ہوگیا اور آرڈر دینے لگا۔

عینی کرسی پر بیٹھی آتے جاتے لوگوں اور خواتین کا جائزہ لے رہی تھی اچانک وہ چونک پڑی۔ ایک شخص اس کی جانب ہاتھ میں گلاب کا پھول لئے اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

عینی نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے سر پر تنکوں کا بنا ہوا ہیٹ جما ہوا تھا، وہی بڑھی ہوئی داڑھی، سانولا رنگ، بلیک ٹی شرٹ، اور اوپر سے اوورکوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ شمک تھا۔ جس نے اپنے ہاتھ میں پھول پکڑا ہوا تھا۔ عینی نے اس کا جائزہ لیتے ہی یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگائی کہ وہ بھکاری ہے۔

عینی نے اس کی طرف دیکھ کر دائیں بائیں دیکھا۔ اویس کاؤنٹر میں دوسری طرف منہ کئے کھڑا تھا۔ عینی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس بھکاری کو اس ریسٹورنٹ میں گھسنے کیسے دے دیا۔ جبکہ داخلی اور خارجی دروازے پر چوکیدار مستعد کھڑا تھا۔

"معاف کرو۔" عینی نے کہا۔

"آپ کو صرف پھول دینے کے لئے آیا ہوں۔ میں بھکاری نہیں ہوں۔" شمک اپنی مخصوص آواز میں بولا۔ وہ مسکرا بھی رہا تھا۔

عینی نے اُلجھن بھری نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ابھی چوکیدار کو آواز دے کر اس سے یہ سوال کرے کہ یہ بھکاری اندر کیسے آگیا۔ اویس ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا۔

"تم اندر کیسے آگئے؟" عینی نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

''دروازے سے اندر آیا ہوں۔'' وہ کہہ کر پھر مسکرایا۔

''جاؤ معاف کرو۔'' عینی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

شمک نے وہ پھول اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ ''یہ پھول قبول کریں۔ مجھے اچھا لگے گا۔''

''تم جاتے ہو کہ نہیں۔'' عینی غصے سے بولی۔ میوزک اور لوگوں کے بولنے کی آواز میں عینی کی آواز کسی کی سماعت تک نہیں گئی۔

شمک نے اپنی نگاہیں اُٹھا کر اویس کی طرف دیکھا جو کھانے پینے کے سامان کی ٹرے اُٹھا کر اس طرف آنے کے لئے گھوما ہی تھا۔ یک دم اس کی نگاہ شمک پر پڑی جو کہ عینی کے پاس کھڑا تھا۔ عینی اس کی طرف دیکھتے ہوئے عجیب اُلجھن کا شکار تھی۔ اویس نے دونوں کی طرف باری باری دیکھا اور اسے حیرت ہونے لگی کہ عینی کے چہرے سے لگتا ہے کہ جیسے وہ بھی شمک کو دیکھ رہی ہے۔

اویس تیزی سے عینی کی طرف بڑھا۔ اسی اثنا میں شمک خارجی دروازے کی طرف چل پڑا۔ اویس نے میز پر ٹرے رکھی اور شمک کو جاتا ہوا دیکھنے لگا۔ جیسے ہی داخلی دروازہ ایک آدمی کے اندر آنے کے لئے کھلا، اسی دوران شمک باہر نکل گیا۔

اویس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ عینی سے اس کے بارے میں سوال کرے کہ چپ رہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید عینی کو وہ دکھائی نہ دیا ہو۔ اویس نے عینی کے سامنے پڑا ہوا پھول بھی دیکھ لیا تھا۔

''یہ بھکاری اندر کیسے آ گیا؟'' عینی نے اویس سے پوچھا تو وہ چونکا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عینی کو دکھائی دیا تھا۔ ''یہ پھول یہاں رکھ گیا ہے۔''

''میں تو خود دیکھ کر حیران ہوا ہوں۔'' اویس نے کہہ کر پھول اُٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر اسے اٹھا کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

''پتہ نہیں اس ریسٹورنٹ کا تنخواہ پر رکھا ہوا بھکاری ہے۔ تب ہی وہ اندر آسکا ہوگا۔'' عینی نے اندازہ لگایا۔

''کیا کہہ رہا تھا تم سے۔'' اویس نے پوچھا۔

''یہ پھول دے کر کہنے لگا کہ مجھے اچھا لگے گا۔ مجھے کتنا برا لگ رہا تھا اس کا اندازہ نہیں تھا اسے۔'' عینی برا سا منہ بنا کر بولی۔

''تم نے کیا کہا۔'' اویس نے پوچھا

''میں نے کہا کہ معاف کرو اور کیا کہتی کہ میرے میاں کھانے کا سامان لینے لئے گئے ہیں کھا کر ہی جانا۔'' عینی نے کہا۔

''خیر چھوڑو اور کھاؤ۔'' اویس نے اس بات کو ختم کرنا چاہا۔

''اس کی شکایت ہونی چاہئے۔ پتہ تو چلے کہ یہ بھکاری آیا کیسے۔'' عینی بضد ہوگئی

''چھوڑو شکایت سے کیا ہوگا۔'' اویس اس معاملے کو اسی جگہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شمک کوئی بھکاری نہیں ہے لیکن اسے غصہ بھی آرہا تھا کہ وہ عینی کے پاس کیوں آیا تھا اور اس نے اسے پھول کیوں دیا تھا۔

''میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں کھاؤں بعد میں پہلے اس کی شکایت کروں۔'' عینی کو غصہ سا آرہا تھا۔

''چھوڑو اس بات کو اور کھاؤ۔'' اویس نے ٹرے اپنے اور عینی کے درمیان میں کرلی۔

اویس کھاتے ہوئے بھی شمک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی متلاشی نگاہیں کئی بار پورے ہال کا طواف کر چکی تھیں۔

☆=======☆=======☆

اپنے فلیٹ میں پہنچ کر اویس باتھ روم میں ہاتھ دھو رہا تھا کہ اچانک اسے خیال آیا کہ جو پھول شمک میز پر چھوڑ گیا تھا، اسے نکال کر تو وہ دیکھے کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔

اویس نے اپنے کوٹ کی جیب سے وہ پھول نکالا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ تروتازہ گلاب کا پھول تھا۔ اس کی ایک ایک پنکھڑی کھلی ہوئی تھی۔ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے وہ اس کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک وہ پھول پگھلنے لگا اور اویس کی ہتھیلی سرخ خون سے بھر گئی۔ اویس متوحش نگاہوں سے پھول کو خون میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھنے لگا اور پھر اس کی ہتھیلی سے خون ٹپک کر باتھ روم کے فرش پر گرنے لگا۔

اویس یہ سب دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے جلدی سے سینک کی ٹونٹی چلا کر اپنا ہاتھ پانی کے نیچے کر دیا۔ اس کا ہاتھ خون سے صاف ہونے لگا۔ جو پانی اس کی ہتھیلی پر پڑنے کے بعد نیچے گر رہا تھا اس کی رنگت سرخ سرخ ہو جاتی تھی۔ سرخ پانی سینک کے پائپ میں داخل ہو رہا تھا۔

جب اویس کی ہتھیلی صاف ہو گئی تو اس نے پہلے سینک کو اچھی طرح سے دھویا اور پھر

فرش کو خون سے صاف کرنے کے لئے جونہی اس نے دیکھا، فرش بالکل صاف تھا اور خون کا ایک قطرہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ متحیر نگاہوں سے باتھ روم کا فرش دیکھ رہا تھا۔ جہاں ابھی کچھ دیر ہی قبل خون گرا تھا۔

اپنے ہاتھ تولئے سے خشک کرنے کے بعد اویس نے ایک بار پھر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، جیب بالکل خالی تھی اور خون کا کوئی قطرہ جیب کے اندر نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں باتھ روم میں گھوم رہی تھیں۔

اویس استعجاب کی کیفیت میں باتھ روم سے باہر نکلا تو عینی نے اس کا لٹکا ہوا چہرہ اور سوچوں کے گرداب میں ڈوبی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

''ہوں؟'' اویس نے چونک کر سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

''میں نے پوچھا ہے کیا ہوا۔ منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟'' عینی نے استفسار کیا۔ ''باتھ روم میں جاتے ہی کیا پریشانی ہوگئی؟''

''کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں ہوا'' اویس ابھی تک پھول اور اس کا خون میں تبدیل ہوجانے میں اُلجھا ہوا تھا۔

''تم کہہ رہے ہو کہ کچھ نہیں ہوا لیکن تمہارا چہرہ تو کچھ اور ہی بتا رہا ہے۔'' عینی کو تشویش ہونے لگی۔

''نہیں تمہیں ایسا لگ رہا ہے۔'' اویس نے اپنے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ عیاں کی۔

''اویس ایک بات کہوں۔'' عینی نے کہا۔

''بات کہنی ہوتی ہے تو تمہیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہوتی ہے کہہ دیا کرو۔'' اویس بولا۔

''تم اپنے آفس سے ایک ماہ کی چھٹیاں لے لو۔'' عینی نے کہا۔

''کیوں......؟ ایک ماہ کی چھٹیاں کیوں لے لوں؟'' اویس نے سوال کیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ تم کام کر کے تھک گئے ہو۔ ہم کہیں گھومنے چلیں گے۔ ہمارا ہنی مون بھی ہوجائے گا۔'' عینی مسکرائی۔

''ابھی تو نہیں لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں آفس سے چھٹیاں لوں۔'' اویس نے جواب دیا۔

''کب تک ارادہ ہے آفس سے چھٹیاں لینے کا، جب ہم دونوں بوڑھے ہوجائیں

گے۔'' عینی بولی۔

''ایک دو ماہ کے بعد۔ موسم بھی اچھا ہوجائے گا'' اویس اُٹھ کر خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ وہ کس کام کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھا ہے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ ذہنی طور پر عینی کے سامنے موجود نہیں تھا۔ اس کی سوچ شمک کے دیئے ہوئے پھول اور اس خون کی طرف تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ شمک نے کوئی اشارہ تو نہیں دیا۔

''لوگ آفس سے چھٹی کرنے کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں ایک تم ہو کہ کام سے دلچسپی ہے، تفریح سے کوئی نہیں ہے۔'' عینی نے شکوہ کیا۔

''اچھا میں سوچتا ہوں۔'' اویس نے کہہ کر الماری میں رکھے ہوئے اس موبائل فون کو اُٹھا لیا جس پر شمک اس سے رابطہ کیا کرتا تھا۔ وہ موبائل بند تھا۔ اویس کی نگاہیں اس موبائل فون کی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی اسکرین پر تھیں۔

''میں دیکھ رہی ہوں کہ تم یہاں حاضر نہیں ہو۔ کسی کے فون کا انتظار تو نہیں ہے؟'' عینی نے مشکوک نگاہیں اس پر مرکوز کیں۔

''مجھے کون فون کرے گا۔ تم سے فون پر بات ہوجاتی تھی۔ اب تم یہاں آگئی ہو۔'' اویس نے کہا۔

''اسی لئے کمرے میں غائب دماغ کی طرح پھر رہے ہو۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے بھی تم حاضر نہیں ہو۔'' عینی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم کہاں جا رہی ہو؟'' اویس نے پوچھا۔

''اس کمرے سے باہر جا رہی ہوں۔'' عینی نے بتایا۔

''کمرے سے باہر کیوں جا رہی ہو؟'' اویس نے سوال کیا۔

''اتنے پریشان ہو کر پوچھ رہے ہو تم اویس۔ مجھے تمہارے سوال سے لگ رہا ہے جیسے اس کمرے سے باہر جنگل شروع ہوجاتا ہے۔'' عینی بلا تامل بولی۔

اویس اس کی بات سن کر ہنسا۔ شاید وہ اس لئے ہنسا تھا تا کہ جو پریشانی اس وقت اسے ہے وہ اس پر اپنی ہنسی سے پردہ ڈال سکے۔ اویس نے عینی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بیٹھ جاؤ۔ ہم باتیں کرتے ہیں۔ میں ایسے ہی اپنے دفتر کے ایک کام کے بارے میں سوچنے لگا تھا'' اویس نے بہانہ کیا۔

''اسی لئے کہتی ہوں کہ آفس سے ایک ماہ کے لئے چھٹیاں لے لو کہیں گھومنے کے لئے

چلتے ہیں۔" عینی نے ایک بار پھر کہا۔

"ٹھیک ہے اس بارے میں بھی سوچ لیتا ہوں۔" اویس نے فی الحال اس کی اس بات کو ٹالنا چاہا۔

"اس بات پر سوچنے کے لئے کتنے ماہ درکار ہیں تمہیں؟" عینی نے خشک نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"جلد ہی سوچ لوں گا۔ تم فکر مت کرو۔" اویس کہہ کر ایک بار پھر بناوٹی انداز میں مسکرایا۔

☆=======☆=======☆

اویس کے اندر کی بے چینی معدوم نہیں ہوئی تھی۔ رات بھی ان ہی خیالوں میں گزر گئی تھی۔ آفس میں کام کرتے ہوئے بھی وہ اس بارے میں سوچتا رہا تھا کہ خون آلود پھول دینے کا اس کا کوئی مقصد ضرور ہے۔ اس نے کوئی نہ کوئی اشارہ کیا ہے لیکن وہ تب تک اس بات کی تہہ تک نہیں جاسکتا تھا جب تک کہ شمک اس سے نہ ملتا اور شمک، عینی کو پھول دینے کے بعد ایسا غائب ہوا تھا کہ وہ نہ تو اس کے سامنے آیا تھا اور نہ ہی اس کے موبائل پر اس نے رابطہ کیا تھا۔ بیٹری اور سم کارڈ کے بغیر مکمل بند کیا ہوا موبائل اس کی جیب میں رہتا تھا۔

آفس میں کام کرتے ہوئے بھی اس کا دھیان شمک اور عینی کی طرف ہی رہا۔ دوپہر کے بعد اچانک اویس کا ارادہ بن گیا کہ وہ آفس سے ایک ماہ کے لئے چھٹیاں لے لے اور عینی کو لے کر کسی پُرفضا مقام پر چلا جائے۔ اس کا ذہن بھی تبدیل ہو جائے گا اور ان اُلجھنوں سے چھٹکارہ بھی مل جائے گا۔

اویس نے کمپیوٹر پر درخواست لکھی اور جونہی اس نے اپنا سر اُٹھایا، شمک اس کے کیبن کے باہر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی اویس کی نظر اس کے چہرے پر پڑی، شمک باہر جانے کے لئے چل پڑا۔

اویس جلدی سے اپنے کیبن سے باہر نکل کر تیزی سے شمک کی طرف لپکا۔ شمک باہر نکل چکا تھا۔ اویس اس کے پیچھے ہی باہر نکل آیا۔ شمک تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا اوپر کی منزل کی طرف چل پڑا۔ اوپر والی منزل ابھی زیرِ تعمیر تھی اور کام رکا ہوا تھا۔ اوپر تنہائی تھی۔ شمک سیڑھیاں پھلانگ رہا تھا۔

شمک اوپر جاتے ہی ایک جگہ رک گیا۔ اویس اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ شمک

نے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"ایک ماہ کی چھٹیاں لے رہے ہو۔ اچھی بات ہے۔ میں خود چاہتا تھا کہ تم آفس سے چھٹیاں لے لو۔"

"تم نے وہ پھول عینی کو کیوں دیا تھا۔" اویس اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"تمہیں ایک ماہ کی چھٹیاں نہیں ملیں گی۔" شمک لاپروائی سے بولا۔ اویس اس کی طرف متحیر دیکھنے لگا۔ وہ پھر بولا۔ "تمہیں ستائیس چھٹیاں ملیں گی۔"

"ستائیس......؟" اویس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا کر ایک مسکراہٹ نچھاور کی۔ "ستائیس دن کی چھٹیاں ہوں گی۔"

"اس پر بعد میں بات کرتے ہیں پہلے تم میرے سوال کا جواب دو......" اویس پھر اپنے سوال کی طرف پلٹا۔

"میں نے اس شہر میں تمہاری بیوی کو پھول پیش کر کے خوش آمدید کہا تھا۔" شمک نے اس کی بات کاٹ دی۔

"وہ پھول خون میں تبدیل ہو گیا تھا۔" اویس نے جلدی سے کہا۔

"اچھا؟" شمک نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم حیران ایسے ہو رہے ہو جیسے تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے۔" اویس نے متانت سے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں جمائیں۔

"مجھے تم سے پتہ چل رہا ہے۔ کیونکہ میں تمہارے فلیٹ کے اندر نہیں جاتا ہوں اور نہ ہی کبھی جاؤں گا۔" شمک نے جواب دیا۔

"وہ پھول خون میں کیسے بدل گیا، مجھے یہ سوچ کر پریشانی ہو رہی ہے۔" اویس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے حیرت ہے کہ وہ نازک پھول خونی کیسے ہو گیا؟" شمک کا چہرہ معنی خیز ہو گیا تھا۔

"ایک نازک پھول خون میں کیسے نہا سکتا ہے۔ اس کی ایک ایک پنکھڑی میں خون کیسے آ جاتا ہے...... مجھے حیرت ہے مسٹر اویس۔"

"تمہیں سب پتہ ہے تم جان بوجھ کر مجھے نہیں بتا رہے ہو۔" اویس کا لہجہ تیز ہو گیا تھا اور الجھن بڑھ گئی تھی۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے دوست مانا ہی نہیں ہے۔ تمہارا شک میری ہر بات کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔"

"یہ سچ ہے کہ تمہاری ہر بات کے ساتھ میرا شک جڑ جاتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اس لئے کہ تم نے مس عطیہ کے بارے میں مجھے پوری بات نہیں بتائی تھی۔" اویس کا بدستور لہجہ تیز تھا۔

شمک اطمینان سے بولا۔ "اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ جتنا میرے علم میں تھا وہ میں نے بتا دیا تھا۔"

"تم میرا پیچھا چھوڑ نہیں سکتے۔" اویس نے درشت انداز میں کہا۔

"اس سے کیا ہوگا مسٹر اویس؟" شمک نے اس کی طرف دیکھا۔

"میری زندگی میں جو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا۔ کم از کم میں پہلے سے ہی ذہنی کوفت سے تو بچا رہوں گا۔" اویس بولا۔

"کیا یہ اچھا نہیں ہے میرے پہلے بتا دینے سے تم ہوشیار ہو جاتے ہو اور اپنی طرف بڑھتے ہوئے حادثے کو روک سکتے ہو۔" شمک نے نگاہیں دوسری طرف کر لیں۔

"مس عطیہ کی طرف بڑھتے ہوئے حادثے کو تو میں نہیں روک سکا۔" اویس نے بلا تامل کہا۔

"جب تم کرائے پر وہ فلیٹ لے رہے تھے تو میرے بتانے پر تم اگر رک جاتے تو تمہیں وہاں سے فرار کے لئے پائپ کا سہارا نہ لینا پڑتا۔" شمک نے یاد دلایا۔

"میں تو یہ جانتا ہوں کہ اب تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔" اویس اس سے نجات چاہتا تھا۔ "تم مصیبت کا بتاتے ہو اور اس سے بچنے کا راستہ مجھے نہیں دکھاتے۔"

"اب یہ ممکن نہیں ہے۔ تم آفس سے چھٹیاں لو۔ جو کہ تمہیں ایک ماہ کی نہیں ملیں گی۔ پھر ملاقات ہوگی۔" شمک کا لہجہ پہلی بار اتنا سنجیدہ ہوا کہ اویس بھی اس کی جانب دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔

شمک اسے حیرت میں غوطہ زن چھوڑ کر سامنے کی طرف چلا گیا۔ سامنے کھڑکی کے لئے جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ شمک چلتا ہوا اس میں سے گزرا اور نیچے ایسے گرا جیسے کوئی نیچے کود رہا ہو۔ اویس یک دم چونکا اور بھاگتا ہوا اس جگہ تک گیا۔ نیچے سڑک پر کہیں بھی شمک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

☆=======☆=======☆

اپنے کیبن میں آ کر اویس کا دل چاہا کہ وہ چھٹیوں کے لئے لکھی ہوئی درخواست کمپیوٹر میں سے ڈیلیٹ کر دے۔ پھر نا چاہتے ہوئے بھی اُس نے اس کا پرنٹ نکالا اور وہ اُٹھ کر اپنے سینئر کے پاس چلا گیا اور درخواست اس کے آگے رکھ دی۔

اس وقت اویس کا سینئر خوشگوار موڈ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے تو وہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا اور ساتھ ہی اس نے چائے بھی منگوالی۔ اس کے بعد اس نے درخواست پر نوٹ لکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہم آپ کو پورے تیس دن کی چھٹیاں نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہم آپ کی صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے استعمال میں لانا چاہتے ہیں اور کوشش ہے کہ جو دن بھی ہمیں مل جائیں وہ ہمارے لئے بہتر ہیں۔"

"سر آپ تو شرمندہ کر رہے ہیں۔" اویس ہولے سے مسکرایا۔

"میں مسکرا ضرور رہا ہوں لیکن میں بہت سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو کتنی چھٹیاں سر آپ منظور کر رہے ہیں؟" اویس نے دریافت کیا۔

"ستائیس۔" اس نے یک دم کہا۔

"ستائیس؟" اویس کے منہ سے حیرت کے ساتھ نکلا۔

"ہاں اس سے زیادہ کے ہم متحمل نہیں ہیں۔" یہ بات بھلے اس کے سنئیر نے مذاق میں کہی تھی لیکن ستائیس چھٹیوں کا سن کر اویس کو شمک کی بات یاد آ گئی۔ جس نے کہا تھا کہ اسے پورے ماہ کی چھٹیاں نہیں ملیں گی اور پھر ستائیس کا ہندسہ تو اس کی زندگی کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔

"کیا پوری تیس چھٹیاں نہیں ہو سکتی ہیں۔" اویس نے جیسے استدعا کی ہو اور وہ اس کا چہرہ تکنے لگا۔

"اب کہیں تو مجھے اپنی افسری دکھانے دیں مسٹر اویس۔" وہ کہہ کر زور سے ہنسا۔ اس کا ساتھ اویس نے بھی دیا۔

کچھ دیر کے بعد اویس اس کے کمرے سے باہر نکل آیا اور اپنے کیبن میں جا کر سوچنے لگا کہ شمک نے کہا تھا کہ اسے پوری تیس چھٹیاں نہیں ملیں گی۔ اس نے چھٹیاں لے تو لی تھیں لیکن ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ اس نے کہاں جانا ہے اور ان چھٹیوں میں کیا کرنا ہے۔

دانستہ، نادانستہ اس نے یہ قدم اُٹھالیا تھا۔

☆=======☆=======☆

اکیلی عینی بوریت محسوس کر رہی تھی۔

وہ فلیٹ اس کے اکیلے وجود کے ساتھ بہت ہی بڑا محسوس ہونے لگا تھا۔ ایک کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمرے میں چلی جاتی، وہاں سے نکل کر وہ تیسرے کمرے میں چلی جاتی تھی اور، کبھی وہ ٹیلی وژن آن کر لیتی اور اس کے چینل تیزی سے بدلنے لگتی۔ پھر وہ ٹی وی بند کر کے ٹی وی کا ریموٹ ایک طرف اچھال دیتی، اور سوچنے لگتی کہ وہ کیا کرے۔

عینی پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اس نے اپنا جائزہ لیا اور منہ ہاتھ دھونے کے لئے کمرے سے ملحق باتھ روم میں چلی گئی۔

اچانک عینی کی نگاہ سینک پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ وہی پھول جو اسے ریسٹورنٹ میں اس بھکاری نے دیا تھا وہ تروتازہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔ عینی کو حیرت ہوئی کہ یہ پھول اس جگہ کیسے آ گیا، غالباً وہ تو پھول اسی جگہ چھوڑ آئے تھے۔ پھر اس نے سوچا کہ شاید اویس ساتھ ہی لے آیا تھا اور اس نے یہاں رکھ دیا ہوگا۔

یک دم عینی کو یاد آیا وہ باتھ روم میں اس سے پہلے بھی گئی تھی لیکن اسے تب پھول دکھائی نہیں دیا تھا۔ پھر اچانک یہ پھول اب کہاں سے آ گیا؟ وہ پھول کو حیرت اور غور سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔

عینی نے جیسے ہی پھول پکڑنا چاہا اس کی اُنگلی میں کانٹا ایسے لگا جیسے اسے کسی چیز نے کاٹ لیا ہو۔ اس نے منہ سے ''سی'' کی آواز نکالتے ہوئے اپنا ہاتھ تیزی سے پیچھے کھینچ لیا۔ اس کی اُنگلی سے خون بہنے لگا۔ جس کے چند قطرے باتھ روم کے فرش پر بھی جا پڑے۔ تکلیف کا احساس اسے ہو رہا تھا۔

عینی نے دیوار کے ساتھ لگے ٹشو رول سے ٹشو کھینچا اور اپنی اُنگلی کے گرد لپیٹ کر باتھ روم سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی وہ پھول اپنی جگہ پڑا ہوا موم کی طرح پگھلنے لگا، اور خون کی ایک لے کر سینک میں جانے لگی۔ رفتہ رفتہ وہ پھول خون میں تبدیل ہو گیا اور سینک کے پائپ میں بہتا گیا اور کچھ دیر کے بعد سینک میں ایک خفیف خون کا نشان بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

کمرے میں جا کر عینی نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر اپنی اُنگلی کے گرد سے

ٹشو پیپر اتارا اور وہ چونک پڑی۔ اس کی اُنگلی پر کوئی زخم کا نشان نہیں تھا۔ ٹشو پیپر پر بھی خون کا کوئی قطرہ اور نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عینی نے ایسے ہی اپنی اُنگلی کے گرد ٹشو پیپر لپیٹ لیا ہو۔

عینی متحیر نگاہوں سے اپنی انگلی اور ٹشو کو دیکھے جا رہی تھی جو کہ بالکل صاف تھا۔ عینی بھاگ کر باتھ روم میں گئی۔ سینک سے وہ پھول بھی غائب تھا۔ جہاں اس کے خون کے قطرے گرے تھے وہ بھی موجود نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے جو کچھ عینی نے ابھی دیکھا تھا وہ ایک خواب تھا اور حقیقت اس کے برعکس اس کے سامنے تھی۔

وہ حیرت اور خوف کی تصویر بنی دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ سچ تھا جو ابھی اس کے ساتھ ہوا تھا، یا پھر یہ حقیقت ہے جو وہ دیکھ رہی ہے؟ وہ عجیب مخمصے میں مبتلا ہو گئی تھی۔

☆=======☆=======☆

واپسی پر جب اس کے ساتھ رُونما ہونے والا واقعہ عینی نے تفصیل سے اویس کو سنایا تو وہ غور سے سنتا رہا۔ پھول کا خون میں تبدیل ہو جانے کا عمل اس کے ساتھ بھی پیش آ چکا تھا۔ جس کا تذکرہ اس نے شمک سے بھی کیا تھا اور شمک نے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔ اویس کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کھل کر اس کے سامنے کوئی اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

جب عینی چپ ہوئی تو اویس نے اس واقعے کو اس کے ذہن سے محو کرنے کے لئے کہا۔

''مجھے تو یہ تمہارا وہم لگتا ہے کیونکہ وہ پھول تو میں اسی جگہ چھوڑ آیا تھا۔ وہ ہمارے فلیٹ میں کیسے آ سکتا ہے۔''

''اویس میں نے تمہیں کوئی خواب نہیں سنایا ہے۔ وہ حقیقت تھی۔'' عینی نے اپنی بات پر زور دیا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہاری اُنگلی پر کانٹا لگے پھر خون نکلے اور یک دم خون غائب ہو جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا عینی۔'' اویس بولا۔

''تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' عینی نے اس کی طرف دیکھا۔ ''تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے؟''

''میری بات کا یہ بھی مطلب نہیں ہے۔ تم میری بات کو سمجھو۔ خیر چھوڑو اس بات کو۔

میں نے آفس سے چھٹیاں لے لی ہیں۔ کہیں چلتے ہیں۔'' اویس نے اچانک بات کا رخ گھمایا۔

عینی گم صم بیٹھی رہی۔ اویس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ''کیا ہوا ہے۔ تم چپ کیوں ہوگئی ہو؟''

''جب تمہیں میری بات پر یقین ہی نہیں ہے تو پھر چپ ہی بہتر ہوں۔'' عینی نے منہ پھلا کر جواب دیا۔

''مجھے تمہاری بات کا یقین ہے لیکن......'' اویس کہتے ہوئے خود ہی چپ ہوگیا۔

''لیکن......؟'' عینی نے اس پر اپنی سوالیہ نگاہیں جمائیں۔

''لیکن یہ کہ مجھے بات کا یقین نہیں بھی ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوگیا ہو لیکن یہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ کیسے ہوگیا۔'' اویس مخمصے میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کا ذہن اس بات میں اُلجھا ہوا تھا۔ یہ محض وہ عینی کو ایسا کہہ رہا تھا ورنہ تو وہ دل ہی دل میں پریشان تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

''مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے اس فلیٹ میں کوئی سایہ ہے۔'' عینی نے چاروں طرف متوحش نگاہوں سے دیکھا۔

''میرے جی ایم رہتے رہے ہیں وہ تو کہیں بھوت کی شکل میں تنگ نہیں کر رہے ہمیں۔'' اویس مسکرایا۔

''مذاق میں بات مت اُڑاؤ۔ تم میری بات کو سیریس نہیں لے رہے ہو اویس۔'' عینی نے متانت سے کہا۔

''میں سیریس ہوں۔'' یک دم اویس سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے نہیں لگتا ہے۔'' عینی نے نفی میں سر ہلایا۔

''چلو تم بتاؤ کہ کیا کریں۔ اس کا کیا حل ہے تمہارے پاس۔'' اویس نے عینی کی رائے جاننا چاہی۔

''مجھے یہ جگہ بھاری لگتی ہے۔ یہاں کوئی ہے۔'' عینی نے مشکوک نگاہوں کو کمرے میں دوڑایا۔

''تمہیں ایسا محسوس ہوا ہے کہ یہاں کوئی ہے۔ کوئی تمہارے آس پاس چلتا ہوا تمہیں محسوس ہوا ہو۔'' اویس نے پوچھا۔

''ایسا تو نہیں ہوا لیکن اس پھول کے واقعے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہاں کوئی ہے۔'' عینی بولی۔

''مجھے ستائیس چھٹیاں ملی ہیں......'' ایک بار پھر اویس نے موضوع بدلنے کے لئے چھٹیوں کا تذکرہ کر دیا۔

''ستائیس چھٹیاں؟'' عینی نے اس کی بات کاٹ کر چونک کر سوال کیا۔ ''یہ کیا بات ہوئی۔''

''ہاں......ستائیس اور یہی بات ہے۔'' اویس نے معصومیت سے جواب دیا۔

''پورے ایک ماہ کی چھٹیاں کیوں نہیں ملیں۔ تین دن کی چھٹیاں اور دے دیتے تو کیا کمپنی کو نقصان ہو جاتا۔'' عینی نے اعتراض کیا۔

''بس کچھ ان کا حساب کتاب ہوگا۔'' اویس نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ ''خیر یہ بھی بہت ہیں۔ خوب انجوائے کریں گے۔''

عینی چپ ہوگئی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ حیرت سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور ڈرائینگ روم میں چلی گئی۔ سامنے شیلف پر لکڑی کا ایک ڈوپیس رکھا ہوا تھا۔ وہ ڈیڑھ فٹ لمبا اور تقریباً اتنا ہی چوڑا تھا۔ بڑی مہارت سے کسی کاریگر نے لکڑی تراش کر ستائیس کا ہندسہ لکھا ہوا تھا جس پر سرخ رنگ کیا ہوا تھا۔ وہ سامنے پڑا ہوا تھا۔

اس سے قبل جب عینی ڈرائینگ روم میں آئی تھی تو اس کی نگاہ اس طرف گئی تھی لیکن اس نے غور نہیں کیا تھا۔ اس کی دانست میں تھا کہ یہ اویس لایا ہوگا۔ اب جب ستائیس چھٹیوں کا اس نے ذکر کیا تو اسے یک دم یاد آنے لگا کہ اس نے یہ ہندسہ لکھا ہوا کہاں دیکھا تھا اور پھر وہ بھاگ کر ڈرائینگ روم میں چلی گئی۔ اس کے عقب میں اویس کھڑا تھا۔ اس کی نگاہ بھی اس ہندسے پر تھی۔

''یہ تم لے کر آئے تھے؟'' عینی نے پوچھا۔

''نہیں......'' اویس کے منہ سے نکلا۔ وہ خود حیرانی سے اس ہندسے کو دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر یہ کون لے کر آیا۔ میں نے آج جب دیکھا تھا تو غور نہیں کیا تھا۔'' عینی کی حیرت اپنی جگہ موجود تھی۔

اویس اس ہندسے کے پاس چلا گیا۔ اویس نے دیکھا کہ ایک طرف ہیپی برتھ ڈے،

لکھا ہوا ہے اور دوسری طرف اویس کا نام بھی موجود ہے۔

''یہ تم نے مجھے وِش کیا ہے۔ مجھے سرپرائز دے رہی ہو؟'' اویس نے عینی سے پوچھا۔

''میں نے نہیں لیا یہ اور میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ آج تمہاری سالگرہ ہے۔'' عینی چونکی۔

''پھر یہ کس نے رکھا ہے یہاں۔'' اویس بڑبڑایا اور ایک بار پھر اس کا دھیان شمک کی طرف چلا گیا جس نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ سالگرہ پر کیا تحفہ لے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ اسی نے رکھا ہوگا۔

''اگر تم بھی نہیں لائے تو پھر یہ کون لے کر آیا ہے۔ یہاں کیا ہو رہا ہے اویس؟'' عینی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

اب اویس ٹالنے کے لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ دراصل وہی یہ لے کر آیا ہے۔ کیونکہ وہ انکار کر چکا تھا۔ شمک ان کی زندگیوں میں پوری طرح سے داخل ہو چکا تھا۔ وہ کیا چاہتا ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں، اویس اس سے بے خبر تھا۔

☆=======☆=======☆

''یہاں شہر میں تم نے کوئی گرل فرینڈ تو نہیں بنالی تھی؟'' عینی نے چائے کا کپ اویس کی طرف بڑھاتے ہوئے سوال کیا۔

''اس شک کی وجہ میں پوچھ سکتا ہوں۔'' اویس نے اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔

''اسی نے یہ تمہاری سالگرہ کے موقعے پر رکھ دیا ہو؟'' عینی نے اپنے کپ میں چمچ گھماتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''فرض کرو میں نے یہاں شہر میں اپنی گرل فرینڈ بنالی ہے اور وہی یہ شوپیس لے کر آئی ہے۔ جب وہ لے کر آئی تھی تو میں یہاں نہیں تھا۔ تم تھی۔ تم نے دروازہ کھولا ہوگا۔ اسے چائے پلائی ہوگی۔ اس سے یہ گفٹ لیا ہوگا۔ اس کا شکریہ ادا کیا ہوگا اور یہ بھی پوچھا ہوگا کہ اگلی ملاقات کب ہوگی کیونکہ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے مجھے اور کوشش کرنا کہ اگلی ملاقات جلدی ہو، کچھ کرنے کی باتیں رہ گئی ہیں۔'' اویس بولتا گیا۔

''پھر ایک ہی بات ہے اس فلیٹ میں سایہ ہے اور میں یہاں نہیں رہوں گی۔'' عینی نے فیصلہ سنایا۔

''تمہیں واپس گھر چھوڑ آؤں۔'' اویس نے پوچھا۔

''تمہیں بھی یہاں رہنے نہیں دوں گی۔ تم بھی میرے ساتھ ہی چلو گے۔'' عینی نے را فیصلہ صادر کیا۔

''نوکری چھوڑ دوں۔'' اویس نے ایک گھونٹ بھرا۔

''اپنا تبادلہ کرا لو۔'' عینی نے منہ بنا کر کہا۔

''اور اگر وہ سایہ ہمارے ساتھ ہی چلا آیا تو؟'' اویس نے اندیشہ ظاہر کیا۔

''تو دیکھ لیں گے۔'' عینی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''دیکھنا ہی ہے تو پھر یہاں ہی کیوں نہ اسے دیکھ لیں۔'' اویس نے کہا۔ ''جو کرنا ہے جو رنا ہے یہاں سوچتے ہیں۔''

عینی چپ ہوگئی۔ دونوں چائے پینے لگے۔ دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوگئی۔ پھر اویس بولا۔

''یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تم تیاری کرو۔ ہم پہلے اسلام آباد جائیں گے۔ وہاں ہوٹل ں کرالیں گے۔ وہاں سے ہم کسی طرف بھی گھومنے نکل چلیں گے۔'' اویس نے اطمینان کہا۔ ''پہلے ملکہ کوہسار مری جائیں گے۔ سنا ہے کہ بڑی برف باری ہو رہی ہے وہاں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں ان باتوں سے نکل کر تفریح کرنی چاہئے۔ کب نکلنا ہے؟'' عینی نے سر جھٹک کر پوچھا۔

''کل میری پہلی چھٹی ہے۔ کل ناشتے کے بعد نکل جاتے ہیں۔'' اویس نے کہا۔ ''ایک چھٹی کو انجوائے کرتے ہیں۔''

''میں سامان پیک کرتی ہوں۔'' عینی چائے کے گھونٹ جلدی جلدی لینے لگی۔ اب وہ بہتر لگ رہی تھی۔

☆=======☆=======☆

اویس ٹیرس میں چلا گیا تھا۔

عینی اور اویس نے مل کر سامان پیک کیا تھا۔ پھر عینی کچن میں کچھ پکانے کے لئے چلی گئی۔ اویس اس طرف آ گیا۔ وہ شمک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ اویس ہیں مرکوز کئے خیالوں میں مستغرق تھا۔ اچانک اس کی سماعت میں شمک کی آواز پڑی۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

''تم یہاں۔'' اویس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ شمک اس سے کچھ فاصلے پر ٹیرس کی گرل پر بیٹھا ہوا تھا۔

''میں کہیں بھی جا سکتا ہوں۔'' شمک نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''لیکن تم نے کہا تھا کہ تم میرے فلیٹ میں کبھی نہیں داخل ہو سکتے۔'' اویس نے اسے یاد دلایا۔

''ہاں لیکن اس وقت جب تم دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے الگ الگ ہوگئے میں تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔'' شمک نے جواب دیا۔

''وہ پیپر تم نے رکھا تھا؟'' اویس نے سوال کیا۔

''ہاں۔ تمہاری سالگرہ پر دیا ہے۔'' شمک نے کہا۔ ''تمہارے فلیٹ میں آیا اور خاموشی سے رکھ کر چلا گیا۔''

''اور وہ پھول؟'' اس کے چپ ہوتے ہی اویس نے پوچھا۔

''وہ بھی میں نے ہی رکھا تھا۔'' شمک نے اس بار بھی جواب دینے میں تغافل نہیں کیا

''وہ خون آلود کیسے ہوگیا۔'' اویس نے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں جما دیں۔

''کیونکہ نازک پھول خون میں نہانے والا ہے۔'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔

''کون نازک پھول؟'' اویس چونکا۔

''تم کل سے تفریح کے لئے جا رہے ہو؟'' اس نے اس کی بات نظر انداز کر دی۔

''مجھے تمہاری یہ ہی بات اچھی نہیں لگتی کہ تم ایک بات کا جواب نہیں دیتے اور سوال کر دیتے ہو۔'' اویس کو غصہ آ گیا۔

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟'' شمک کو اس کی بات کو کوئی اثر نہیں ہوا تھا

''ہاں جا رہے ہیں۔'' اویس نے بادل نخواستہ جواب دیا۔

''تمہارے لئے یہ ستائیس دن کیا اہمیت کے حامل ہیں تم جانتے ہو۔'' شمک متانت سے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔'' اس نے نفی میں سر ہلانے کے بعد بائیں طرف دیکھنا شروع کر دیا

''جان لو کہ یہ ستائیس دن تمہارے زندگی کے کھٹن اور بھاری دن ہیں۔ ہر دن تمہارے لئے ایک نئی آزمائش لے کر آئے گا۔ ہر دن کا سورج طلوع ہوگا تب بھی، اور [illegible] وقت بھی تمہارے لئے ہنگامے لے کر آئے گا اور ہنگامے دے کر جائے گا

شمک کا لہجہ پُراسرار ہو گیا تھا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا ہوگا۔'' اویس کی آنکھوں میں خوف کے سائے ڈیرہ جمانے لگے۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن میدان میں دوڑتے ہوئے گھوڑے کی طرح یہ دوڑ اپنی ہمت سے تمہیں خود جیتنی ہے۔'' شمک کے چہرے پر متانت تھی۔

''کیا ہوگا۔ مجھے بتاؤ۔'' اویس مضطرب ہو گیا۔

''میں پہلے کچھ نہیں بتا سکتا۔ یہ تم بھی جانتے ہو۔ جو پتہ تھا وہ بتا دیا۔'' شمک نے جواب دیا۔

''تم مجھ سے بات کو چھپا جاتے ہو۔ کھل کر نہیں بتاتے۔'' اویس نے کہا۔ ''مجھے بتاؤ کہ کیا ہونے والا ہے؟''

''اپنا موبائل اپنے پاس رکھنا۔ تمہارا اور میرا رابطہ تیز رفتاری سے رہے گا اور تمہیں اپنے اندر ہمت کو قائم رکھنا ہوگا۔'' شمک نے ایک بار پھر اس کی بات کو نظر انداز کر کے ہدایت کی۔

''کیا تم مجھے کچھ بتا نہیں سکتے ہو۔ یہ ستائیس دن میرے لئے کیا لے کر آ رہے ہیں۔'' اویس کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔

''موت یا پھر زندگی۔'' شمک نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

اویس کی سانس تیز ہو گئی تھی۔ ''میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتا۔ میں پُرسکون زندگی گزارنا چاہتا ہوں، اور یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''ستائیس دن کے بعد اگر تم بچ گئے تو پھر امن اور سکون ہی سکون ہے۔'' شمک بولا۔

''کیا ایسا طوفان آنے والا ہے؟ مجھے بتاؤ شمک تم مجھے کیوں نہیں بتا رہے ہو۔'' اویس کا بس چلتا تو وہ اس کا سینہ کھول کر اس کے دل پر لکھی عبارت پڑھ لیتا۔

''کیا یہ طوفان کم ہوگا کہ تمہاری بیوی کے ہاتھوں خون ہو جائے گا۔'' شمک نے یک دم انکشاف کیا۔

''خون......؟'' یہ سنتے ہی اویس ڈر گیا۔ وحشت اس کی آنکھوں میں صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سانس اور بھی تیز ہو گئی تھی۔

''وہ قاتلہ بن جائے گی۔ ایک ایسے انسان کا خون کر دے گی کہ جس سے تم دونوں کی

زندگی اجیرن ہو جائے گی۔'' شمک نے مزید بتایا۔

اویس کی آنکھوں میں خوف مترشح ہو گیا۔'' وہ ایسا کس طرح سے کرے گی۔ کہاں کرے گی۔ ہم یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاتے۔''

''نہیں جاؤ گے تو اور بھی بڑی آفت میں پھنس جاؤ گے۔'' شمک نے بلا تامل جواب دیا۔

''وہ مصیبت کیا ہو گی؟'' اویس نے دریافت کرنا چاہا۔

''اپنے پاس ایک کیلنڈر رکھو مسٹر اویس اور ہر گزرتا دن کاٹتے جاؤ۔ بس کسی طرح سے آنے والے ستائیس دن گزر جائیں۔'' شمک نے کہا اور اسی گرل پر بیٹھے بیٹھے وہ پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ اویس نے چونک کر اسے نیچے گرتے ہوئے دیکھا لیکن وہ گرتے ہوئے کہیں تحلیل ہو گیا۔ اویس نئی الجھن اور گھبراہٹ کے ساتھ دل کی دھڑکن تیز کر دینے والے خوف میں مبتلا ہو گیا تھا۔

اسی اثنا میں اس کے عقب میں عینی بھی آ گئی تھی۔ حیرت و استعجاب کی کیفیت میں مبتلا اویس کو نیچے دیکھتے ہوئے عینی نے پوچھا۔

''کچھ گر گیا ہے کیا؟''

''ہیں......؟'' اویس نے چونک کر عینی کی طرف دیکھا۔ اویس کے ماتھے پر پسینہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ عینی کو یہ دیکھ کر تشویش ہوئی۔

''طبیعت ٹھیک ہے اویس؟'' عینی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

''ہاں ٹھیک ہوں۔'' اویس ابھی تک اسی حیرت اور خوف کے عالم میں تھا۔ وہ عینی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ شمک نے ایک عجیب ہی بات بتا دی تھی۔

''تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہو۔ تمہارے ماتھے پر پسینہ بھی آیا ہوا ہے۔ اس سرد موسم میں ماتھے پر یہ پسینہ؟ مجھے پریشانی ہونے لگی ہے۔ کیا بات کیا ہے۔'' عینی نے پوچھا۔

''کھانا تیار ہو گیا ہے کیا؟'' اویس نے پوچھا۔

''تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟'' عینی نے متانت سے دریافت کیا۔

''کچھ نہیں بس ایسے ہی شاید، مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ اچانک ماتھے پر پسینہ کیوں آ گیا ہے۔'' اویس کے پاس اس کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا ماتھا صاف کیا اور ٹیرس سے چلا گیا۔ جبکہ عینی اسی جگہ کھڑی سوچتی رہ گئی۔

☆=======☆=======☆

رات کا جانے کون سا پہر تھا اور اویس اپنے بستر پر لیٹا ہوا جاگ رہا تھا۔ رات کے اس سناٹے میں صرف کلاک کی گھومتی ہوئی سوئی کی آواز آ رہی تھی۔ اسے ایک پل کے لئے بھی نیند نہیں آئی تھی۔ وہ یہ ہی سوچے جا رہا تھا کہ عینی کے ہاتھوں کوئی قتل ہو جائے گا اور وہ قاتلہ بن جائے گی۔ وہ نازک پھول جو خون میں تبدیل ہو گیا تھا در اصل شمک نے اس جانب اشارہ کیا تھا۔

اویس سوچ رہا تھا کہ وہ کون ہو گا جس کا قتل عینی کے ہاتھوں ہو گا اور کیوں ہو گا؟ اگر وہ اس کے ساتھ اس شہر سے نہیں جاتا تو اس سے بھی بڑی آفت اسے اپنے حصار میں لے لے گی۔

ستائیس دن......ستائیس دنوں میں کیا گل کھلنے والے ہیں، وہ اس بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔ اب تک شمک نے اسے جو کچھ بھی بتایا تھا اسے مدِنظر رکھتے ہوئے یہ ابہام اویس اپنے دل میں نہیں پال سکتا تھا کہ شمک کی بات غلط ہو گی۔ یہ سچ ہے کہ شمک کی باتوں میں کچھ تبدیلی ہوتی تھی لیکن اس کی بات غلط نہیں ہوتی تھی۔

کیا میں شمک کے بارے میں عینی کو بھی بتا دوں؟ اچانک اویس نے سوچا لیکن اس کے لئے شمک نے اسے منع کیا تھا۔ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ وقت آنے پر وہ اپنی بیوی کو اس کے بارے میں بتا سکتا ہے۔ اویس کی دانست میں وہ وقت آ گیا تھا۔ کیونکہ عینی کی طرف ایک بہت بڑی آفت آ رہی تھی۔ وہ اس کی بیوی تھی۔ اس کی زندگی کی ہمسفر تھی۔ اب اسے اگر وہ نہیں بتائے گا تو اس کے لئے حالات سے لڑنا مشکل ہو جائے گا۔

اویس نے فیصلہ کیا کہ وہ ابھی عینی کو سب کچھ بتا دے گا لیکن وہ تو سو رہی ہے۔ اویس نے سوچا۔ اویس نے آہستہ سے کروٹ لے کر عینی کی طرف دیکھا تو وہ چونک پڑا کیونکہ عینی کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پوری طرح سے جاگ رہی تھی۔

''تم جاگ رہی ہو۔'' اویس نے پوچھا۔

''تم بھی تو جاگ رہے ہو۔'' عینی نے کہا۔

''میرا خیال تھا کہ تم سو رہی ہو۔'' اویس بولا۔

''لیکن میرا نہیں خیال تھا کہ تمہاری آنکھوں کی پلکوں کو نیند نے چھوا بھی ہو۔'' عینی کے لہجے میں متانت تھی۔

اویس اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ''عینی میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔''

''یہ میں کئی بار تم سے پوچھ چکی ہوں کہ تم مجھے کچھ بتاؤ۔ جب تم نے بتانے کی بجائے بات گھمانا شروع کر دی تھی تو میں اس انتظار میں چپ ہو گئی کہ شاید تم خود ہی بتا دو۔'' عینی بھی بیٹھ گئی۔

''جو میں بتانے جا رہا ہوں اس کا یقین کرنا اور اسے فضول بات کہہ کر جھٹلا مت دینا۔''

''تمہاری حالت دیکھ کر لگتا ہے کہ کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے۔'' عینی نے کہا۔

اس کے بعد اویس نے اپنی اور شمک کی پہلی ملاقات کے بارے میں بتایا اور اس کے بتانے کے بعد جو بھی واقعہ اس کے ساتھ رُونما ہوا وہ اس نے عینی پر منکشف کرنے کے بعد اپنی آخری ہونے والی بات چیت سے بھی اسے آگاہ کر دیا۔ عینی جیسے جیسے اویس کی باتیں سن رہی تھی اس کی حیرت دو چند ہوتی جا رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی کہانی سن رہی ہے۔

اویس سب کچھ بتانے کے بعد چپ ہو گیا۔ عینی اسے ٹکر ٹکر دیکھے جا رہی تھی۔ پھر اویس بولا۔ ''یہ ساری بات ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔'' عینی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

''یہ حقیقت ہے۔ ریسٹورنٹ میں تمہیں ملنے والا دراصل کوئی بھکاری نہیں بلکہ وہی شمک تھا۔''

یہ سن کر عینی کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اسے اپنی دھڑکن تیز ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ ''اویس مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہم ابھی اپنے شہر چلے جائیں۔''

''اس سے کیا ہو گا۔ وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ دے گا۔'' اویس نے کہا۔

''ہم کسی عالم صاحب سے رابطہ کرتے ہیں۔'' عینی فوراً بولی۔

''وہ بات بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں۔'' اویس نے ڈھیلے پن سے کہا۔ ''عینی ابھی یہ سب ممکن نہیں ہے۔ ہمارے خاندان میں کبھی کسی کو ایسا واسطہ نہیں پڑا۔ یہ میں ہی ہوں جس سے شمک ملا لیکن یہ تو وہ واقعات ہیں جو میری زندگی میں رُونما ہونے ہی تھے۔ جس کی اطلاع قبل از وقت مجھے شمک دیتا رہا ہے۔ شمک سے چھٹکارہ پانے کے بارے میں مَیں نے بھی سوچا تھا لیکن میری سوچ غلط تھی۔ شمک کے بتانے سے تو میری ایک طرح سے مدد ہو جاتی ہے۔ اب دیکھو جیسا کہ ہمیں آگے واقعہ پیش آنے والا ہے اور تم کسی کو قتل کرنے والی ہو۔ ہمیں یہ پہلے ہی پتہ چل گیا ہے۔ ہم اس بارے میں سوچ کر کچھ کر سکتے ہیں۔''

''مجھے تو یہ جان کر ہی الجھن ہو رہی ہے۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے میری رگوں میں خون جم گیا ہے۔'' عینی نے ایک جھرجھری سی لی۔

''میں نے تمہیں یہ سب اس لئے نہیں بتایا تھا کہ تم ہمت ہار جاؤ یا خوفزدہ ہو جاؤ، بلکہ ہمت قائم رکھو اور مجھے بھی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔'' اویس بولا۔

''کیا کرنا چاہئے؟'' عینی نے اُلٹا سوال کر دیا۔ ''کوئی راستہ ہے بچنے کا۔ یہاں اس شہر میں رہیں گے تو مصیبت اور اگر یہ شہر چھوڑ کر جاتے ہیں تب بھی آفت منہ کھولے کھڑی ہے۔''

اویس بیڈ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا اور عینی اپنی جگہ گردن جھکائے بیٹھی تھی۔ دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

''وہ تمہیں اپنا دوست کہتا ہے۔'' اچانک عینی نے خاموشی توڑی۔

''ہاں یہ ہی کہتا ہے۔'' اویس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ کیسا دوست ہے کہ جو مصیبت آ رہی ہے اس کے بارے میں تو بتا دیتا ہے لیکن اس کا حل نہیں بتاتا۔'' عینی نے کہا۔

''ہاں...... میرا یہی شکوہ ہے اس سے کہ وہ اس مصیبت سے بچنے کا کوئی راستہ کیوں نہیں بتاتا۔'' اویس نے ہاتھ جھٹکا۔

''مجھے تو لگتا ہے جیسے وہ جان بوجھ کر نہیں بتاتا۔'' عینی کو غصہ آ گیا۔ اس کے اندر کا اضطراب اس کے چہرے سے مترشح تھا۔

''میں اس سے کئی بار کہہ چکا ہوں لیکن وہ جو بات کرنا چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ جس کا جواب دینا نہیں چاہتا وہ اس طرف آتا ہی نہیں ہے۔'' اویس پھر عینی کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''وہ صرف اپنے آپ کو دوست کہتا ہے، لیکن وہ تمہارا دوست نہیں ہے۔'' عینی نے دانت پیسے۔

''اب یہ بتاؤ کہ کیا کریں۔ ستائیس دن کیسے گزاریں۔ کہاں جائیں اور کیا کریں۔'' اویس کی الجھن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

''اگر وہ میرے سامنے آ جائے تو میں اس سے پوچھوں کہ تم کیسی دوستی کا دعویٰ کرتے ہو کہ مصیبت سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں بتاتے۔ کاش وہ میرے سامنے آ جائے اور یہ سوال میں اس سے پوچھوں۔''

ٹھیک اسی وقت جب عینی نے یہ الفاظ اپنے منہ سے ادا کئے دونوں نے بیک وقت

دہشت زدہ آنکھوں اور خوف میں ڈوبے چہروں کے ساتھ کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا، کیونکہ رات کے اس پہر جب کہ اس فلیٹ میں ان دونوں کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ ہر دروازہ بند تھا، ان کے بیڈروم کے دروازے پر ہلکی دستک ہوئی تھی۔

عینی سہم کر اویس کے ساتھ جالگی۔ اویس کی نگاہیں دروازے پر مرکوز تھیں اور وہ خود بھی خوفزدہ تھا۔ اس وقت کون ہے جو دروازے کی دوسری طرف کھڑا دستک دے رہا ہے۔ ایک بار پھر دستک ہوئی۔

اویس نے ہمت کی اور اپنی جگہ سے اُٹھنا چاہا، عینی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اویس نے اشارے سے اسے اسی جگہ بیٹھنے کے لئے کہا اور اُٹھ کر دروازے کے پاس چلا گیا۔

''کک......کون؟'' اویس نے پوچھا۔

جواب کی بجائے تیسری مرتبہ دستک ہوئی۔ پورے کمرے میں خوف کی ایک لہر سرایت کرگئی تھی۔ عینی کو اپنے دل کی دھڑکن کی آواز ایسے آرہی تھی جیسے اس کے پاس کوئی ڈرم بجارہا ہو۔ اویس نے ہمت اور حوصلے سے کام لیا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ سامنے نظر پڑتے ہی وہ چونک کر دوقدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے سامنے شمک کھڑا تھا۔

''کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'' شمک نے متانت سے اجازت چاہی۔ اس کا وہی مخصوص لہجہ تھا۔

اویس نے گردن گھما کر عینی کی طرف دیکھا اور پھر پیچھے ہٹتے ہوئے عینی کے پاس کھڑا ہوگیا۔

''آجاؤ......مسٹر شمک۔''

اس کی اجازت ملتے ہی شمک کمرے میں داخل ہوگیا۔ عینی کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں۔ اس کے حلئے میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سر پر وہی تنکوں کا ہیٹ تھا، بڑھی ہوئی شیو، کالی ٹی شرٹ، اوورکوٹ اور پیروں میں پرانے گردآلود جوتے تھے۔

عینی نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، اس کا خوف کم نہیں ہوا تھا۔ شمک نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔ ''میں نے سوچا کہ جب میرے بارے میں تم نے اپنی بیوی کو بتا ہی دیا ہے تو میں تم دونوں سے مل لوں۔''

''تم ہماری باتیں سن رہے تھے؟'' اویس نے پوچھا۔

''ہاں لیکن اس کمرے سے باہر تھا۔ اپنی بیوی سے کہو کہ وہ مجھ سے خوف نہ کھائے۔ میں

نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہیں اور تمہاری بیوی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں تمہارا دوست ہوں۔''

اویس نے عینی کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''عینی یہ شمک ہے۔ ڈرنے کی بات نہیں ہے۔''

''مسٹر اویس کو مجھ پر شک رہا ہے لیکن میں اس کا دوست ہوں۔'' شمک کہتے ہوئے دونوں کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ''اس کی زندگی میں پیش آنے والا واقعہ میں قبل از وقت اسے بتا دیتا ہوں لیکن مسٹر اویس اس پر بھی پورا یقین نہیں کرتا ہے۔''

''کیونکہ تم مجھے پوری بات نہیں بتاتے ہو۔ تمہاری بات اُدھوری ہوتی ہے۔ اس لئے میں شک میں رہتا ہوں۔'' اویس نے کہا۔

''ایسا تمہیں لگتا ہے۔ میں یہ پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اتنی ہی بات کرتا ہوں جتنی مجھے پتہ ہوتی ہے۔'' شمک متانت سے بولا۔

عینی نے اپنے اندر ہمت پیدا کی۔ وہ بہت حد تک نارمل ہوگئی تھی۔ خوف اس کی نگاہوں سے معدوم ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

''یہ کیسی دوستی ہے......آ......آپ آتی ہوئی مصیبت کے بارے میں تو بتا دیتے ہیں لیکن اسے روکنے کا کوئی حل کیوں نہیں بتاتے اور......اور آپ خود کیوں نہیں کوئی مدد کرسکتے۔''

شمک کا رُخ عینی کی طرف گھوم گیا اور پھر بولا۔ ''یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ میں کسی بھی آفت کا کوئی حل بتا سکوں۔ میرے اندر جسمانی طاقت اتنی بھی نہیں ہے کہ میں اس دیوار کو مکہ مار کر گرادوں اور میرے پاس کوئی پُراسرار قوت نہیں ہے کہ اسی جگہ کھڑے کھڑے میں اپنی اَن دیکھی طاقت سے شیشے کا یہ گلاس توڑ سکوں۔ بس میرے پاس کچھ جاننے کی طاقت ہے۔ مسٹر اویس کو ستائیس کے ہندسے میں گھومتے ہوئے دیکھا تو اس سے دوستی کرنے کا من چاہا اور میں نے اس کے سامنے دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ کیونکہ ایک مسٹر اویس ہی مجھے دکھائی دیا جو اس عجیب وغریب صورتِ حال سے دوچار تھا۔''

''تو کسی بھی مصیبت کا سامنا ہمیں اکیلے ہی کرنا ہوگا۔'' عینی نے کہا۔

''ہاں......میں صرف بتا سکتا ہوں کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ یہ مسٹر اویس کی ہمت اور تیزی سے استعمال میں لاتے ہوئے دماغ کا کام ہے کہ یہ اس آفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوسکے۔'' شمک بولا۔

''اتنا تو بتادو کہ عینی کسے قتل کرے گی۔'' اویس نے سوال کیا۔

''میں نہیں جانتا۔'' شمک نے صاف نفی میں سر ہلا دیا۔

''تم جانتے ہو جان بوجھ کر نہیں بتا رہے ہو۔'' اویس بولا۔

''کبھی تو تم میری بات کا یقین کیا کرو۔'' شمک نے متانت سے کہا۔

''ہم یہ شہر ہی چھوڑ دیں گے۔'' اویس جھلا گیا۔

''قتل تب بھی اس سے ہوگا۔'' شمک نے بلا تامل کہا۔

''کیا وہی ہوگا جیسے یہ دوسرے شہر میں قتل کرے گی۔'' اویس نے چونک کر سوال کیا۔

''وہ نہیں ہوگا کوئی اور ہوگا۔'' شمک نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہاں کون ہوگا؟ کیا یہ تم بتا سکتے ہو؟'' اویس نے پوچھا۔

''ہاں یہ میں بتا سکتا ہوں کہ وہ کون ہوگا جو اس سے اس شہر میں قتل ہوگا۔'' شمک نے اویس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے چہرے پر ایسی متانت اس سے قبل اویس نے نہیں دیکھی تھی۔

''بتاؤ وہ کون ہوگا جو اس شہر میں عینی کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔'' اویس نے پھر دریافت کیا۔

شمک کی نگاہیں عینی کی طرف چلی گئیں۔ وہ اویس کی طرف کھوئے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی، اور پھر اس کا رُخ اویس کی طرف گھوم گیا اور اس نے پُراسرار لہجے میں بتایا۔ ''یہ ستائیس دن اگر تم نے اپنی بیوی کے ساتھ اس شہر میں گزارے تو عینی کے ہاتھوں قتل ہونے والے شخص...... تم ہو گے۔''

دونوں نے جونہی یہ سنا پورے کمرے میں ایک سراسیمگی پھیل گئی۔ عینی کی نگاہیں حیرت و استعجاب سے پھیل گئیں اور اویس جیسے کچھ بولنا ہی بھول گیا ہو۔ وہ نگاہیں جمائے شمک کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' عینی کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

''وقت آنے پر سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔ وقت کا رخ موڑنا چاہتے ہو تو یہ شہر کل کا سورج نکلتے ہی چھوڑ دو۔ یہ تم دونوں کیلئے بہتر ہوگا اور ستائیس دن اس شہر سے دور گزار دو۔ کہیں بھی...... میں ہر پل تم دونوں سے ملتا رہوں گا۔ رابطے میں رہوں گا۔ تمہارے سامنے میرے آنے کا بھی مقصد یہی تھا، تم دونوں سے میں بہت جلد ملوں گا۔'' شمک کہتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف جا کر رک گیا۔

''مسٹر...... مسٹر شمک...... تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم بکواس کر رہے ہو۔ میں اپنے شوہر کو کیسے قتل کر سکتی ہوں۔ مجھے اس سے محبت ہے۔ میں اویس کے بغیر ایک پل کے لئے نہیں رہ سکتی۔ اس کے بغیر گزرے ہوئے ایک ایک پل کو میں جانتی ہوں کہ کس قدر اذیت ناک تھے اور تم کہہ رہے ہو کہ میں اس شہر میں رہتے ہوئے اسے قتل کر دوں گی۔ تم جھوٹے ہو۔'' عینی بپھری ہوئی اس کے سامنے چلی گئی اور تیز لہجے میں بولی۔ ''مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں ہے۔''

شمک نے اطمینان سے اس کی بات سنی اور پھر بولا۔ ''میری بات کا یقین نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔ کل شام کا سورج غروب ہونے تک تم دونوں اس شہر سے مت جاؤ اور پھر جب تم اپنے شوہر کو مار دو گی تو میری بات یاد کرنا۔''

اس بار اویس آگے بڑھا۔ ''ہمارے دونوں طرف کھائی ہے۔ عجیب الجھن ہے۔ عجیب تماشا ہے یہ۔''

''ایک دوست ہونے کے ناطے کہہ رہا ہوں کہ یہ شہر کل جلدی چھوڑ دینا اور وقت کا رخ بدلنے کی کوشش کرنا۔'' شمک نے کہا اور دونوں کی طرف باری باری دیکھ کر یک دم وہ دروازے میں تحلیل ہو گیا۔ دونوں دم بخود کھڑے تھے۔

☆=======☆=======☆

سورج نے اُبھر کر نئے دن کی نوید دی اور رات کے چھائے ہوئے اندھیرے کو رخصت کر دیا۔

اویس اور عینی نے جانے کی تیاری کر لی تھی۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے۔ رات ان کی نیند کے خمار میں اور جاگتے ہوئے گزر گئی تھی۔ عینی پریشان تھی تو اویس بھی عجیب مخمصے میں تھا۔

اویس نے ایک بیگ میں ضرورت کا سامان لیا، اور چند کپڑوں کے جوڑے لینے کے بعد باقی پیک کیا ہوا سامان واپس رکھ دیا۔

عینی اُداس اور پریشان تھی۔ اویس نے اس کے کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''پریشان ہونا چھوڑ دو اور ہمت سے کام لو۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ ہم اپنی تقدیر کو بدلنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح اُداسی اور لاچاری کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ جو بھی ہوگا ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''لیکن میں اتنی ہمت کہاں سے لاؤں۔'' عینی نے کہا۔

"تمہارے اندر بہت ہمت ہے۔ تم بہادر ہو۔ اپنے اندر کا خوف باہر نکال دو۔" اویس نے حوصلہ دیا۔

عینی بولی۔ "میرے لئے شاید یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیا چیز ممکن نہیں ہے یہاں؟ سب کچھ ممکن ہے۔ بس حوصلہ، ہمت اور مضبوط ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔" اویس کے لہجے میں اس وقت کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ اس طرح سے پریشان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو بھی حالات آئیں گے وہ ان کا مقابلہ کرے گا اور اپنی طرف آتی ہوئی ہر آفت کا رخ موڑ دے گا۔

اویس نے عینی کو ہر طرح سے حوصلہ دیا۔ اس کے ساتھ ہمت اور بہادری کی ایسی باتیں کیں کہ عینی کے دل و دماغ پر کالے بادلوں کی طرح چھائی ہوئی پریشانی، ڈر اور خوف رفتہ رفتہ معدوم ہونے لگا۔ وہ اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کرنے لگی۔ دل میں ایسا خیال پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے آپ سے کہنے لگی کہ وہ کسی بھی مصیبت کا مقابلہ کرے گی۔ ایسی آفت اگر اس کی تقدیر میں ہے تو اسے آنا ہی تھا۔ شمک کے قبل از وقت بتانے سے وہ ہوشیاری سے مقابلہ کریں گے۔ اویس کی باتوں نے اس کا دماغ بہت حد تک خوف اور ڈر سے نکال دیا تھا۔

عینی بولی۔ "ٹھیک ہے میں اب پریشان نہیں ہوں گی۔ ہمت سے کام لوں گی اور جو ہوگا دیکھ لوں گی۔ اگر شمک یہ سب نہ بتاتا تو ممکن تھا اس شہر میں......" عینی نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ شمک میرا دوست ہے۔" اس بار اویس نے شمک کو دل سے دوست کہا۔

دونوں فلیٹ سے باہر نکلے اور دروازہ لاک کرنے کے بعد اویس نے فلیٹ کی چابی اپنے پڑوس میں رہنے والے بوڑھے میاں بیوی کو وہ چابی دے دی۔ وہ دونوں اکیلے ہی اس فلیٹ میں رہتے تھے۔ جبکہ ان کے بچے امریکہ میں آباد تھے۔ وہ سال میں چھ ماہ امریکہ میں گزارتے تھے۔ اویس کی ایک دن اچانک ہی بوڑھے شخص کے ساتھ ملاقات ہوگئی تھی اور دونوں نے ایک جگہ بیٹھ کر ایک گھنٹہ تقریباً ایک دوسرے سے گپ شپ لگائی تھی۔

ٹیکسی کے ذریعے سے دونوں فلائینگ کوچ کے اڈے تک پہنچے۔ اگلی دستیاب کوچ کے ٹکٹ لینے کے بعد دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ دونوں کی سیٹیں فرنٹ میں تھی۔ مقررہ وقت سے کچھ دیر کے بعد وہ کوچ اپنے سفر کے لئے روانہ ہوگئی۔

کوچ شہر کے ہجوم سے نکل کر اس سڑک پر چڑھ دوڑی، کھڑکی کے شیشے سے دیکھتی ہوئی عینی کو لگ رہا تھا جیسے ہر چیز پیچھے کی طرف دوڑ رہی ہے اور وہ اپنے اس روپ کی طرف بڑھ رہی ہے جس کے بارے میں اس نے کبھی قیاس بھی نہیں کیا تھا۔

شہر سے کئی کلومیٹر کا سفر جب طے ہو گیا تو اچانک اویس کا وہ موبائل فون بول پڑا جس پر شمک رابطہ کیا کرتا تھا۔ اویس نے جلدی سے اپنی شرٹ کی سامنے والی جیب سے موبائل فون نکالا اور کان سے لگا لیا۔

"سفر ہو رہا ہے؟" دوسری طرف سے شمک کی آواز ابھری۔

"ہاں ہو رہا ہے۔" اویس کو جواب دیتے ہوئے پریشانی ہو رہی تھی۔

"یہاں سے سات کلومیٹر کا سفر مزید ہوگا اور یہ کوچ خراب ہو جائے گی۔ اس کے انجن میں ایک بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی اور تم وہاں سے نکل جانا۔ اس جگہ سے انٹرچینج زیادہ دور نہیں ہوگا۔ تم دونوں وہاں چلے جانا۔ رکنا مت۔"

"یہاں رکنے سے کیا ہوگا؟ کسی نئی کوچ میں سوار ہو جائیں گے۔......" اویس نے کہا۔

"وہاں ایک حادثہ ہونے والا ہے۔" شمک نے انکشاف کیا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ ہیلو...... ہیلو......" اویس کا لہجہ دھیما تھا کہ اس کی آواز کسی اور کے کان تک نہ جائے۔ رابطہ کٹ چکا تھا۔ اویس نے زیادہ ہیلو...... ہیلو نہیں کیا اور موبائل فون اپنی جیب میں رکھ کر عینی کے کان میں شمک کی بات پہنچا دی۔

ٹھیک سات کلومیٹر کا سفر طے ہوتے ہی کوچ نے ایک جھٹکا لیا اور اس کا انجن بند ہو گیا۔ تمام سواریاں گھبرا گئی تھیں۔ ڈرائیور نے بند ہوتی ہوئی کوچ کو ایک طرف کر لیا۔ کچھ دور جا کر کوچ رک گئی۔

"اسے کیا ہو گیا؟" ڈرائیور نے حیرانی سے کہا اور اسے اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لگتا تھا جیسے انجن ناکارہ ہو گیا ہے۔ ڈرائیور اور اس کے ساتھی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ مسافر آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے تھے۔ اویس اور عینی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور جیسے ہی ڈرائیور اور اس کا ساتھی کوچ سے باہر نکلے وہ بھی باہر نکل گئے۔ ان کو دیکھتے ہی باقی سواریاں بھی اُترنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً سب مسافر کوچ سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔

ڈرائیور اور اس کا ساتھی انجن دیکھ رہے تھے۔ اویس نے انٹرچینج کی طرف دیکھا، وہ

سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ اویس نے عینی کو اشارہ کیا اور اس نے اندر جا کر اپنا بیگ اُٹھالیا۔ اندر تین سواریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اویس کو اپنا بیگ اُٹھاتے ہوئے ایک نے پوچھا۔

''کیا لمبا کام ہے۔''

''کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔'' اویس نے مختصر جواب دیا۔

اویس جیسے ہی کوچ سے باہر نکلا اندر بیٹھے ہوئے باقی مسافر بھی باہر نکل آئے اور کوچ بالکل خالی ہوگئی۔ اس وقت سب کی توجہ ڈرائیور اور اس کے ساتھی کی طرف تھی جو کہ انجن دیکھ رہے تھے۔ بہت سے مسافر کوچ سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے۔ ہر ایک کے چہرے پر ناگواری تھی۔

''آؤ ہم چلتے ہیں۔'' اویس نے عینی کے کان میں سرگوشی کی۔

''کیا ہم ان سب کو بتا نہ دیں کہ یہاں ایک بڑا حادثہ ہونے والا ہے تا کہ یہ لوگ اس محفوظ رہ سکیں۔'' عینی بولی۔

عینی کی بات سن کر اویس سوچنے لگا۔ ''ہم کیسے بتائیں کہ یہاں حادثہ ہونے والا ہے۔''

اسی اثنا میں ایک تیز رفتار ٹرک بالکل کوچ کی سیدھ میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص اُونگھ رہا تھا جبکہ اس کا ساتھی ٹرک کے پچھلے حصے میں لیٹا سو رہا تھا۔ ٹرک کی رفتار بہت تیز تھی، اور وہ بڑی تیزی سے اس کوچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اویس اور عینی نے بیک وقت اس ٹرک کی طرف دیکھا اور ٹرک کو اس طرح سے اس جانب بڑھتے ہوئے دیکھا تو اویس چیخا۔

''بچو...... وہ بے قابو ٹرک آ رہا ہے۔''

اویس کے چیختے ہی سب نے اپنی اپنی گردن گھما کر اس ٹرک کی طرف دیکھا۔ ڈرائیور اور اس کا ساتھی بھی اپنا کام چھوڑ کر اس جانب دیکھنے لگے۔ ٹرک کسی آندھی کی طرح کوچ کی طرف آ رہا تھا اور وہ بالکل کوچ کی سیدھ میں تھا۔

''اس کے اندر ڈرائیور نہیں بیٹھا ہوا کیا۔'' ڈرائیور حیرت سے بولا۔ ڈرائیور کے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک طرف لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔

اویس نے عینی کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر انٹرچینج کی طرف بھاگا۔ یک دم مسافر منتشر ہونے لگے اور کوچ سے دور ہٹ گئے۔ ڈرائیور ایک طرف کھڑا ہو کر اپنے دونوں بازو ہلاتے ہوئے چیخنے لگا۔

''ٹرک ایک طرف ہٹا...... سامنے کوچ کھڑی ہے......''

ڈرائیور کی چیخ و پکار اسی طرح سے رہ گئی اور تیز رفتار ٹرک پیچھے سے کوچ کے ساتھ ایک دھماکے سے ٹکرایا، اور کوچ کو گھسیٹتا ہوا کافی آگے تک لے گیا۔ ٹرک کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ ہر مسافر انگشت بدنداں اس حادثے کو دیکھ رہا تھا۔

☆=======☆=======☆

اویس اور عینی چلتے ہوئے انٹرچینج سے باہر نکل گئے تھے۔ دونوں اس جگہ زیادہ دیر نہیں رکے تھے۔ جس سڑک پر وہ چل رہے تھے وہ اس شہر کی طرف جاتی تھی۔

''کس قدر دہشت ناک حادثہ تھا۔'' عینی نے چلتے ہوئے ایک جھرجھری سی لی۔

''کوچ میں تو کوئی مسافر نہیں تھا۔ البتہ ٹرک کا ڈرائیور اس کا تو جانے کیا حال ہوا ہوگا۔'' اویس بولا۔

''جانے آگے اور کیا کیا ہوگا۔'' عینی نے کہا۔

''جو بھی ہوگا تم نے ہمت نہیں چھوڑنی۔ اپنے آپ کو مضبوط رکھنا ہے اور اپنے دماغ میں یہ بات بٹھا لو کہ ہم نے ہر مصیبت کا مقابلہ کرنا ہے۔'' اویس نے اسے ایک بار پھر تاکید کی۔

یک دم اس کی سماعت سے ایک گرم جوش اور خوشگوار حیرت میں ڈوبی آواز ٹکرائی۔

''ارے اویس تم یہاں؟''

اویس نے یہ آواز سنتے ہی اس جانب دیکھا۔ سڑک کے ایک طرف پان سگریٹ اور چائے کا کھوکھا تھا۔ وہاں ایک نوجوان کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اویس نے اس کی طرف دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ کاشف تھا۔ دونوں نے ایک ساتھ چار سال کالج میں گزارے تھے۔ دونوں کے درمیان اچھی دوستی تھی اور جب وہ دونوں کالج کو چھوڑ کر اپنی اپنی عملی زندگی کی طرف بڑھے تو دوستی بھی کالج کی یادوں میں مدفن ہوگئی تھی۔ اچانک وہ پھر اویس کے سامنے کھڑا تھا۔

''ارے کاشف تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اویس اس کی جانب بڑھا اور دونوں بغل گیر ہو گئے۔

''یہاں میری زمین ہے۔ گھر ہے۔ میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں لیکن تم یہاں کیسے؟'' کاشف نے بتایا۔

''دراصل ہم اسلام آباد جا رہے تھے۔ کوچ خراب ہوگئی۔ سب مسافر باہر نکل آئے اور

ایک تیز رفتار ٹرک پیچھے سے اس کوچ کے ساتھ ٹکرا گیا۔'' اویس نے کہا۔

''اوہ...... یہ ابھی ابھی حادثہ ہوا ہے؟'' کاشف چونکا۔

''ہاں۔ ابھی یہ حادثہ ہوا ہے اور ہم ادھر آ گئے۔'' اویس نے جواب دیا۔

''سوری...... بھابی کو تو سلام ہی نہیں کیا۔'' یک دم کاشف نے عینی کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

''یہ عینی ہے۔ میری بیوی اور یہ کاشف ہے۔ ہم کالج میں ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ کئی سال کے بعد پھر سے ملاقات ہو رہی ہے۔'' اویس نے دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔

''چلو اسی بہانے ملاقات ہوگئی۔ ورنہ یہ کب مجھے آپ سے ملواتا۔'' کاشف نے کہا۔

''تمہارا باپ بزنس مین تھا۔ تم بھی بزنس مین بن گئے۔ بڑے آدمی ہو۔ جانے کہاں کہاں مصروفیات کا جال بکھرا ہوا ہے تمہارا۔'' اویس ہنسا۔

''یہ سچ ہے کہ میں بزنس میں بہت مصروف ہوں لیکن اس وقت مجھے یہ خوشی ہو رہی ہے کہ تم مجھے پھر سے مل گئے۔ آؤ چلتے ہیں۔'' کاشف نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

''کہاں جانا ہے؟'' اویس نے پوچھا۔

''یہاں میری کوٹھی ہے۔ نوکر چاکر ہیں۔ وہاں چلتے ہیں۔'' کاشف بولا۔

''ہمارا ارادہ تھا کہ ہم یہاں سے کوئی کوچ وغیرہ پکڑیں اور اپنا سفر ایک بار پھر جاری رکھ سکیں۔'' اویس نے کہا۔

''اب ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔ چلیں بھابی جی۔'' کاشف انہیں پاس ہی کھڑی اپنی کار کے پاس لے گیا۔ کاشف نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اس کے ساتھ اویس بیٹھ گیا۔ جبکہ عینی پیچھے بیٹھ گئی۔

کار اس شہر کی طرف چل پڑی۔

''اس ملک کے پانچ بڑے شہروں میں میرے کاروباری دفتر ہیں اور پانچ کوٹھیاں بھی ہیں۔ جس شہر میں ہوتا ہوں وہاں رہائش بھی کرتا ہوں۔ سارا سال میں ان پانچ شہروں میں گھومتا رہتا ہوں۔ خانہ بدوش کی طرح زندگی ہے میری۔'' کاشف کار چلاتے ہوئے انہیں بتانے لگا۔

''کاروبار اتنا بڑھا لیا ہے تو پانچ بیویاں بھی تو ہوں گی۔'' اویس نے مسکراتے ہوئے

اس کی طرف دیکھا۔

اس کی بات سن کر وہ ہنسا۔ ''ارے یار بیوی تو ایک بھی نہیں ہے اور تم پانچ کی بات کرتے ہو۔''

''پیسہ کمانے کی دھن تمہارے سر پر شروع دن سے ہی سوار تھی۔ پیسہ ہی کماتے جا رہے ہو اس لئے ایک بھی شادی نہیں کی۔'' اویس نے کہا۔

''میں بہت سا پیسہ کمانا چاہتا تھا۔ تم جانتے تھے کہ پیسے کی کمی نہیں تھی لیکن میں اپنی محنت سے کمانا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے باپ اور بھائیوں سے الگ میں نے اپنا کام شروع کیا۔ ایسا کام جس میں بہت پیسہ ہے۔'' اویس بولا۔

''ایسا کام مجھے بھی بتاؤ یار تا کہ میں بھی جلد از جلد بہت پیسے والا بن جاؤں۔'' اویس نے ایک نظر عینی کی طرف دیکھا جو ان کی باتوں سے بے نیاز باہر دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں بھی بتا دوں گا۔'' کاشف ہنسنے لگا۔

''اب بھول مت جانا۔'' اویس نے چھیڑا۔

''ہم ہی بولتے جا رہے ہیں بھابی جی کو بھی تو بولنے کا موقع دو۔'' کاشف نے کہا۔ ''بھابی جی آپ بھی تو کچھ بولیں۔''

''میں آپ دونوں کی سن رہی ہوں۔'' عینی چونکی۔

''ہم تو ایسے ہی بے پر کی اُڑا رہے ہیں۔ آپ پہلے اس شہر میں آئی ہیں کیا۔'' کاشف نے سوال کیا۔

''نہیں...... میں اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں اور وہ بھی اس حادثے کی وجہ سے۔'' عینی نے جواب دیا۔

''یہ شہر اندر سے بہت خوبصورت ہے۔ میں آپ کو اس کی سیر کراؤں گا۔'' کاشف نے پیشکش کی۔

''ہم اسلام آباد جا رہے ہیں۔ یہاں گھومنے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' اویس نے کہا۔

''اسلام آباد گھومنے جا رہے ہو ناں۔'' کاشف نے پوچھا۔

''ہاں اسی ارادے سے گھر سے نکلے ہیں۔'' اویس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اسلام آباد میں بھی میری ایک کوٹھی ہے۔ وہاں رہنے کا آپ دونوں کو کوئی مسئلہ نہیں

ہوگا۔'' کاشف نے بتایا۔

''یہ تو تم نے ہمارا خرچہ بچانے والی بات کی ہے۔'' اویس ہنسا۔

''تم میری گاڑی میں چلے جانا۔ کہو تو ساتھ ڈرائیور بھی بھیج دوں گا۔'' کاشف نے ایک دریا دلی اور دکھائی۔

''بس اتنا ہی بہت ہے۔ ہم کوچ میں سفر کرنا چاہیں گے۔'' اویس بولا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔ یہ لو میری کوٹھی آ گئی۔'' کاشف نے کار ایک کوٹھی کے آہنی گیٹ کے سامنے کھڑی کر کے ہارن دیا۔ اویس نے باہر سے کوٹھی کا جائزہ لیا۔ پھر اس کی نگاہ کوٹھی کے گیٹ کے ساتھ لگی تختی پر چلی گئی جہاں موٹے حروف میں اتنا ہی لکھا ہوا تھا۔ 27-A اویس نے وہاں سے نگاہیں ہٹا کر عینی کی طرف دیکھا وہ بھی اس تختی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔

☆=======☆=======☆

کاشف کی کوٹھی باہر سے ہی نہیں بلکہ اندر سے بھی بہت خوبصورت تھی۔ کوٹھی کے اندر ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اور ایسے قرینے سے رکھی ہوئی تھی کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ کاشف کی شادی نہیں ہوئی ہے۔

''ہر چیز کو اپنی جگہ دیکھ کر لگتا ہے کہ اس کوٹھی میں ایک نہیں بلکہ تمہاری چار بیویاں یہاں رہتی ہیں۔'' اویس ہنسا۔

اس کی بات سن کر کاشف بھی ہنسا۔ ''چار بیویاں تو نہیں رہتی ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے نوکروں کی فوج یہاں موجود رہتی ہے جو کوٹھی کی دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتی۔''

''بہت زبردست ہے۔'' اویس نے تعریفی نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔

''بیٹھو...... اور کھانے پینے کے لئے کیا منگواؤں۔'' کاشف نے اویس اور پھر عینی کی طرف دیکھا۔ عینی کی نگاہیں ایک طرف بہت ہی خوبصورت ڈیکوریشن پیس پر مرکوز تھیں۔ کاشف کی نگاہوں نے تعاقب کیا اور اس خوبصورت پیس کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔ ''یہ میں جرمنی سے لایا تھا۔ اچھا ہے ناں بھابی؟''

''بہت ہی خوبصورت ہے۔'' عینی چونکی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم جرمنی بھی گھوم آئے ہو۔'' اویس بولا۔

''ایک جرمنی ہی کیا امریکہ، جاپان، کینیڈا، سنگاپور، اور لمبی فہرست ہے۔'' کاشف مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اور ایک ہم ہیں کہ اسلام آباد کے لئے نکلے اور وہاں تک نہیں پہنچ پائے۔'' اویس نے کہا۔

''تمہاری ملاقات میرے ساتھ ہونی تھی اس لئے تمہاری کوچ کے ساتھ حادثہ پیش

آ گیا۔آپ دونوں منہ ہاتھ دھولو، بیٹھتے ہیں گپ شپ لگاتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔''
کاشف نے کہہ کر اپنے ملازم کو آواز دی جو بھاگتا ہوا ان کے پاس آ گیا۔

''بس ایک ایک کپ چائے کا پی لیں گے۔ہم نے اپنا سفر پھر شروع کرنا ہے۔'' اویس بولا۔

''آج کی رات تو آپ دونوں کو میرے پاس رکنا ہی پڑے گا۔'' کاشف نے کہا اور ملازم کو کھانے پینے کا سامان لانے کا حکم دینے لگا۔ملازم چلا گیا تو اس نے دوسری ملازمہ کو بلا لیا۔

''انہیں اوپر کمرے میں لے جاؤ۔جہاں یہ فریش ہو جائیں پھر ہم بیٹھتے ہیں۔'' کاشف نے کہا۔

''ہم فریش ہی ہیں۔اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' اویس بولا اور عینی کی طرف دیکھنے لگا۔

''تو پھر آؤ اور بیٹھ کر پرانی یادیں تازہ کرتے ہیں لیکن باتیں تو ہم کریں گے بھابی کیا کریں گی۔ایسا کرتے ہیں ملازمہ کے ساتھ بھابی گھر دیکھ لیتی ہیں۔کیا خیال ہے۔'' کاشف نے ایک نگاہ پھر عینی کی طرف دیکھا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں آپ باتیں کریں۔میں پاس ہی بیٹھ جاتی ہوں۔'' عینی فوراً بولی۔اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ کہیں ادھر اُدھر ہو۔

''ہماری باتیں آپ کو بور کردیں گی بھابی جی۔'' کاشف مسکرایا۔''اس گھر میں میری بیوی ہوتی تو وہ آپ سے باتیں کرتی۔''

''تم نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟ تمہارے ارادے کیا ہیں؟'' اویس نے پوچھا۔

''ایک ہی ارادہ تھا کہ ڈھیر ساری دولت کمانی ہے۔'' کاشف نے جواب دیا۔

''تم نے ڈھیر ساری سے بھی زیادہ دولت کمالی ہے۔اب کیا مسئلہ ہے۔'' اویس بولا۔

''جب انسان دولت کمانے لگتا ہے تو اس کا کشکول بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔اسے ایسا ہی لگتا ہے کہ وہ ابھی بھی خالی ہے۔اس لئے وہ اسے ہی بھرتا رہتا ہے۔'' کاشف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کشکول تو فقیروں کے پاس ہوتا ہے۔بزنس کرنے والوں کے پاس اس کا کیا کام۔''
اویس نے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں جمادیں۔

''جب انسان لالچی ہو جائے تو بڑے سے بڑا بزنس مین بھی فقیر کی طرح ہی ہو جاتا ہے۔اس کے ہاتھ میں کشکول آ جاتا ہے اور وہ اسے بھرتے ہوئے سب کچھ بھولنے لگتا ہے۔''
کاشف کسی فلاسفر کی طرح دکھائی دینے لگا۔

''تمہاری بات سے کیا یہ اندازہ لگاؤں کہ تم دولت کماتے کماتے لالچی ہو گئے ہو۔'' اویس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''کس کے دل میں لالچ نہیں ہے۔'' کاشف نے بلا تامل کہا۔

''بھائی اپنا گھر بسانے کی فکر کرو اور یہ لالچ چھوڑو۔بہت کمالی دولت۔'' اویس بولا۔

''چلو تمہاری بات پر بھی سوچ لیتا ہوں۔'' کاشف نے ابھی کہا ہی تھا کہ اس کا موبائل فون بج اُٹھا۔اس نے موبائل فون نکال کر دیکھا اور معذرت کرتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

''اتنا بزنس، اتنی جائیداد اور پھر بھی دل ہے کہ لالچ سے بھر ہی نہیں رہا ہے۔ویسے یہ کرتے کیا ہیں۔'' اس کے جاتے ہی عینی بولی۔

''یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ کرتا کیا ہے۔بس بزنس بزنس کی بات ہو رہی ہے۔''
اویس نے ایک بار پھر اپنی نگاہیں کمرے میں گھمائیں۔

''ضرور ان کی فیکٹریاں ہوں گی۔امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار ہوگا۔'' عینی نے اندازہ لگایا۔

''خیر یہ جو بھی کرتا ہے ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔بس چائے وغیرہ پئیں گے اور نکلنے کی کریں گے۔'' اویس نے کہا۔

''تمہارا دوست ہمیں نکلنے دے گا کیا۔'' عینی نے پوچھا۔

''وہ جتنی بھی ضد کرے گا۔ہمیں بس جانا ہے۔ہم اور نہیں رک سکتے۔'' اویس نے کہا۔

''پتہ نہیں وہاں حادثے میں کیا ہوا ہوگا۔'' عینی کو حادثہ یاد آ گیا۔

''یہ تو وہی جان سکتا ہے جو اس وقت وہاں تھا۔'' اویس نے سر ہلایا۔

دونوں چپ ہو گئے۔عینی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔وہ ہر چیز کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ایسی کوٹھی میں وہ پہلی بار آئی تھی جہاں ایک سے بڑھ کر ایک سجاوٹ کی چیز تھی اور خوبصورتی کا ایسا امتزاج تھا کہ نگاہیں خیرہ رہ جاتی تھیں۔

اویس دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ تقدیر نے اسے کئی سال کے بعد پھر اچانک کاشف

سے کیوں ملوا دیا۔ کیا یہاں تو نہیں کوئی گڑ بڑ ہوئی؟

☆=======☆=======☆

کاشف دوسرے کمرے میں موبائل فون سن رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ پُر جوش دکھائی دے رہا تھا۔ کاشف کسی سے کہہ رہا تھا۔

”ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔“

”کیسے؟“ دوسری طرف سے چونکنے والی آواز آئی۔

”ہم اپنے کام کے لئے کسی اجنبی کے بارے میں سوچ رہے تھے جو ہمارا کام کرے۔ ایک کی بجائے ہمیں دو مل گئے ہیں۔“ کاشف نے خوش ہوتے ہوئے بتایا۔

”کون ہیں وہ؟“ اس سے پوچھا گیا۔

”دونوں میاں بیوی ہیں۔ اس کا شوہر میرے ساتھ پڑھتا رہا ہے۔ اچانک ہماری ملاقات ہوئی ہے۔“

”وہ ہمارا کام کیسے کریں گے۔“ دوسری طرف سے سوال پوچھا گیا۔

”میں نے سوچ لیا ہے۔“ کاشف بولا۔

”کیا سوچا ہے۔“ فوراً سوال اس کی سماعت سے ٹکرایا۔

”اس کا میاں یعنی کہ میرا دوست یہاں میرے پاس رہے گا اور ہمارا کام کرنے کے لئے اس کی بیوی جائے گی۔“ کاشف نے بتایا۔

”کیسے جائے گی؟“ سوال میں استفسار تھا۔

”اب میں ساری تفصیل فون پر نہیں بتا سکتا۔“

”تو پھر میرے پاس آ جاؤ۔“

”انہیں چھوڑ کر میں کیسے آ سکتا ہوں۔“

”پھر میں تمہارے پاس آ جاتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ چند گھنٹے ہی بچے ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم آ جاؤ اور ذرا جلدی آنا۔ تب تک میں ان کے ساتھ گپ شپ لگاتے ہوئے چائے پیتا ہوں۔“ کاشف نے تاکید کی اور فون بند ہو گیا۔

کاشف نے فون جیب میں رکھا اور دوبارہ ان کے پاس چلا گیا۔ تب تک میز پر کھانے پینے کا بہت سا سامان لگ چکا تھا۔

”سوری یار...... میرے بزنس پارٹنر کا فون تھا۔ فون سننے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔“ کاشف نے آتے ہی معذرت کی۔

”کوئی بات نہیں۔“ اویس مسکرایا۔

”اتنا کچھ پڑا ہے تم لوگ کھا کیوں نہیں رہے ہو۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے لئے نہیں رکھا ہوا ہے۔“ کاشف نے کیک اُٹھا لیا۔

”ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔“ اویس نے ایک پلیٹ اُٹھا کر عینی کی طرف بڑھائی۔

”آج تم سے مل کر جو خوشی مجھے ہو رہی ہے اس کا بیان کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔“ کاشف بہت خوش تھا، تینوں مل کر کھانے پینے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی کرنے لگے۔ عینی بیچ میں کوئی بات ہو جاتی تو کچھ کہہ دیتی تھی ورنہ وہ چپ ہی رہتی تھی۔

پھر ملازم نے کاشف کو اطلاع دی کہ ان کے دوست اور بزنس پارٹنر آئے ہیں۔ کاشف اُٹھ کر چلا گیا۔

☆=======☆=======☆

ڈرائنگ روم میں ایک نوجوان کھڑا تھا۔

اس نے آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔ کلین شیو چہرہ تھا۔ بال بڑھے ہوئے تھے۔ کالی پینٹ، سفید شرٹ کے ساتھ اس نے براؤن رنگ کا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ جونہی کاشف کمرے میں آیا، اس نوجوان نے اس کی جانب دیکھا۔

”آج تو کمال ہی ہو گیا ہے۔“ کاشف اس کے پاس جاتے ہی بولا۔ اس کا لہجہ دھیما تھا۔

”یہی تو پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ یہ کمال کیا ہوا ہے۔“ نوجوان نے متانت سے پوچھا۔

”دیکھو ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو کام کرنا ہے وہ خود سامنے جا کر نہیں کرنا چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جگہ کوئی دوسرا وہ کام کرنے کے لئے جائے تاکہ اگر کوئی گڑ بڑ بھی ہو تو ہم محفوظ رہیں اور وہ مرتا ہے تو مر جائے۔ میرے دوست کا نام اویس ہے۔ ہم اویس کو اس گھر میں روک لیں گے اور اس کی کنپٹی پر پستول رکھ دیں۔ اس کے بعد اس کی بیوی عینی کو حکم دیں گے کہ وہ ہمارا کام کرے گی۔ ہم عینی کو یہ بتائیں گے کہ جونہی وہ ہمارا کام کر دے گی ہم دونوں

کو آزاد کر دیں گے۔'' کاشف بتانے لگا۔

''بعد میں آزاد نہیں کریں گے کیا۔'' نوجوان نے پوچھا۔

''اگر عینی ہمارا کام ٹھیک طریقے سے کر کے آ گئی تو ہم دونوں کو ہی مار دیں گے۔'' کاشف نے سفاکی سے کہا۔

''ان سے بات کون کرے گا۔''

''میں کروں گا۔''

''ان کے سامنے تمہارا بھید کھل جائے گا۔''

''جب ہم نے ان کو زندہ ہی نہیں رکھنا تو کیا فرق پڑتا ہے۔'' کاشف نے لاپروائی سے کہا۔ ''اور پھر ہمیں اپنے کام سے غرض ہے، دوستی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

''آج شام کا وقت ہے۔ پھر ان سے بات کریں۔'' نوجوان بولا۔

''میں تمہیں ان کے سامنے لے جاتا ہوں تم اپنے آدمیوں کو اندر بلا لو۔'' کاشف بے چین تھا۔

''اپنے آدمی کو بھیجو باہر گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ اندر آ جائیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''تم کھل کر بات کر لینا۔ چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔'' کاشف نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

''تم خود ہی بات کر لینا۔ میں بیٹھا رہوں گا۔ ہم تو اپنے منصوبے کے مطابق کسی نہ کسی قربانی کے بکرے کو تلاش کر ہی رہے تھے۔ یہ مل گئے ہیں۔'' نوجوان بولا۔

''بھائی جان سے بات کر لیں۔'' اچانک کاشف نے پوچھا۔

''جب میں نے فون کیا تھا وہ میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی بات ان سے بات کرنے کے بعد کرتے ہیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''ان کی اجازت ہے ناں۔'' کاشف نے تسلی چاہی۔

''اجازت تھی تو ہم اس منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ تم گھبراتے بہت ہو۔'' نوجوان بولا۔

''کیا کریں بھئی ان سے ڈر ہی بہت لگتا ہے۔'' کاشف مسکرایا۔

''کیوں اس لئے کہ وہ زبان سے زیادہ گولی سے بات کرتے ہیں؟'' نوجوان نے ہاتھ کے اشارے سے پستول چلایا۔

''ان کا غصہ بھی بہت تیز ہے۔ تمہارے تو بڑے بھائی ہیں۔ تمہارا لحاظ کر جاتے ہیں۔'' کاشف بولا۔

''تجھے بھی تو انہوں نے بھائی کہا ہوا ہے۔'' نوجوان نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''لیکن مجھے ڈر لگتا رہتا ہے۔''

''اتنے سالوں سے ایک ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ڈر نکال دو اپنے دل سے۔'' اس نے کہا۔

''آؤ چلتے ہیں۔'' کاشف اسے لے کر باہر نکل گیا۔

☆=======☆=======☆

وہ سب اس کمرے میں موجود تھے۔

کاشف نے اویس اور عینی سے اپنے دوست کا تعارف کرایا۔ ''ان سے ملو اویس یہ ہیں میرے بزنس پارٹنر اسد چیمہ۔'' پھر وہ اسد کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اور یہ ہیں اویس اور ان کی بیوی عینی۔''

اویس اور اسد نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔ اسد کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ اسی طرح سے ٹکا ہوا تھا۔ اسد نے پہلے عینی کا جائزہ لیا اور پھر اویس کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں۔ وہ چاروں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

کاشف بولا۔ ''اویس تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں کیا کاروبار کرتا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں ہر وہ کام کرتا ہوں جہاں سے ہمیں پیسہ ملے۔'' کاشف کا لہجہ یک دم پُراسرار ہو گیا۔ ''آج بھی ہم ایک بہت بڑی ڈیل کر رہے ہیں۔ اس ڈیل کے لئے ہمیں ایک قربانی کا بکرا درکار تھا لیکن مل ہی نہیں رہا تھا۔ اتفاق سے تم دونوں مجھے مل گئے اور میں تم دونوں کو یہاں لے آیا۔''

اویس اس کی بات سن کر چونکا۔ ''کیا مطلب؟''

''اب تو میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ سب کچھ صاف صاف کہہ دوں گا۔ میرے باپ اور بھائیوں نے بہت سال پہلے مجھ سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ میں بُرے کام کرتا ہوں۔ میں کیا برا کام کرتا تھا؟ ڈکیتی، اغوا برائے تاوان اور کاروں کی چوری جیسے کام میں ہی تو ملوث ہوں۔ یہ بھی کیا کوئی برے کام ہیں؟'' کاشف کہہ کر مسکرایا۔ ''میں نے آج تک کوئی قتل نہیں کیا۔''

اس کی بات سن کر اویس اور عینی چونکے۔ جبکہ اسد ہولے سے مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ ہونے کی وجہ سے یہ جاننا مشکل تھا کہ وہ کس طرف دیکھ رہا ہے۔

''تمہاری نظر میں یہ برے کام نہیں ہیں؟'' اویس نے متحیر ہو کر پوچھا۔

''تم ان کو برا سمجھتے ہو؟'' جواب دینے کی بجائے اس نے سوال کر دیا۔

''تمہاری اصلیت یہ ہے۔'' اویس کو دکھ ہوا۔

''یہ چھوڑو اور آگے کی سنو۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔'' کاشف کا لب ولہجہ ہی بدل گیا تھا۔ دوست سے وہ کسی اجنبی کی طرح ہو گیا تھا۔ ایسا تغیر دیکھ کر اویس کی حیرت دو چند ہو رہی تھی۔

''کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ یاد رکھنا کاشف ہم دوست ہیں۔ ایک ساتھ پڑھتے رہے ہیں اور.....''

''دوستی کا ہی تو فائدہ اُٹھانا چاہتا ہوں۔ بہرحال تم میری بات سنو۔'' کاشف نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''ہم نے ایک صنعت کار کو اغوا کیا ہوا ہے۔ آج ہم نے اس کے عوض رقم وصول کرنی ہے۔ ہمارے ڈرانے دھمکانے سے یہ تو اُمید ہے کہ اُنہوں نے پولیس کو اطلاع نہیں کی ہو گی لیکن پھر بھی ہم بہت محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ ہمیں کچھ شک سا ہے۔ آج شام کو ہمارے کہنے پر وہ مقررہ جگہ رقم کا بیگ لے کر آئیں گے جو ہم ایک گھنٹہ قبل اُنہیں بتائیں گے۔''

اویس اور عینی اس کی طرف حیران کن نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جبکہ اسد بدستور مسکرا رہا تھا۔

''اویس تم یہاں رہو گے اور وہ بیگ تمہاری بیوی عینی وصول کرنے کے لئے جائے گی۔ تاکہ کوئی گڑ بڑ ہو تو تمہاری بیوی پھنسے۔ ہم جو اس کے دائیں بائیں ہی ہوں گے ضرورت پڑنے پر محفوظ رہ کر راہِ فرار حاصل کر سکیں۔'' کاشف نے اُٹھ کر اویس سے کہا۔

''عینی ایسا نہیں کرے گی۔ ہم تمہارے کسی کام میں شامل نہیں ہوں گے۔'' اویس تیزی سے بولا۔ ''اچھا کیا بہت جلد تم نے اپنا اصل روپ دکھا دیا۔''

''ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے اس لئے بات تو کرنی تھی۔ انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کمرے کے باہر دروازے سے لگ کر ہمارے آدمی کھڑے ہیں۔ تم یہاں ہو گے۔ عینی ہمارے کہنے پر عمل نہیں کرے گی تو ہماری ایک فون کال پر تمہاری کھوپڑی میں سوراخ

ہو جائے گا۔'' کاشف بولا۔

''کاشف ہمیں جانے دو۔'' اویس کھڑا ہوا تو ساتھ ہی عینی بھی کھڑی ہو گئی۔

''اِدھر ہمارا کام ہو گا اور اُدھر تم دونوں کو جانے کی اجازت ہو گی۔ ایک پل کے لئے بھی ہم تم دونوں کو نہیں روکیں گے۔ بس ذرا ہم خطرہ سا محسوس کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اچھے طریقے سے عینی کو بیگ دے دیا تو ٹھیک ہے اور اگر وہ کسی پلان کے ساتھ آئے اور عینی کو گولی شولی لگ جاتی ہے تو مجھے معاف کر دینا اویس۔'' کاشف اپنے چہرے پر دکھ کے تاثرات عیاں کرتے ہوئے بولا۔ اسد اس کی بات سن کر مسکرایا۔

''میں یہ کام نہیں کروں گی۔'' عینی چیخی۔

''اویس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔ وہ بندا اس معاملے میں بہت سخت ہے۔'' کاشف نے ڈرایا۔

''تم اپنے دوست کو دھوکہ دے رہے ہو؟'' عینی کو غصہ آ گیا۔

''میں جس دھندے میں ہوں وہاں دھوکہ ہی تو ہوتا ہے اور اب کوئی بات مت کرنا۔ تم دونوں اس کمرے میں اپنے آپ کو قید ہی سمجھو۔ باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ اس کمرے کا دروازہ بند ہو گا۔ ہمارے آدمی باہر کھڑے ہیں۔ یاد رکھنا ان کے ہاتھوں میں پھول نہیں اسلحہ ہے..... ہم پھر ملتے ہیں۔'' اس بار کاشف کا لہجہ درشت ہو گیا۔ وہ اویس کے سامنے ایک دوسرے ہی روپ میں کھڑا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ وہ اویس کی تلاشی لے اور اگر کوئی اسلحہ یا موبائل فون ہے تو وہ اپنے قبضے میں لے لے۔

اویس کو یک دم خیال آیا کہ اگر وہ موبائل فون بھی ان کے ہاتھ میں چلا گیا تو شمک سے رابطہ ممکن نہیں ہو گا۔ وہ موبائل فون اس کی شرٹ کی سامنے والی جیب میں تھا۔

ایک آدمی نے اویس کی تلاشی لی۔ اس کا موبائل فون نکالا اور وہ موبائل فون بھی اس کی جیب سے نکال لیا جس پر شمک سے رابطہ ہوتا تھا۔

کاشف نے اویس کا موبائل فون کھولا۔ اس کے اندر سے بیٹری اور سم کارڈ نکالا، پھر اس نے دوسرا موبائل فون کھولا تو اس کے اندر نہ تو سم کارڈ تھا اور نہ ہی بیٹری تھی۔ کاشف نے اس فون کو حیرت سے دیکھا اور مسکرایا۔

''یہ کیا بھئی..... یہ کھیلنے کے لئے رکھا ہوا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے ایک قہقہہ لگایا اور دونوں موبائل فون اس کی طرف اُچھال دیئے۔ اس نے وہ موبائل فون بھی بے کار

کر دیا تھا۔

عینی کی تلاشی اور اس کا بیگ گھر کی ملازمہ نے دوسرے کمرے میں لی تھی۔ وہ اپنے ساتھ موبائل فون لائی ہی نہیں تھی۔ ایک ہینڈ بیگ تھا جس میں چند ضرورت کی چیزیں تھیں۔

اسد اپنی جگہ سے اُٹھا اور اویس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اطمینان سے بولا۔ ''ایک گھنٹے کا کام ہے۔ بیگ سلامتی سے مل گیا تو تم دونوں آزاد ہو گے۔ یہ کام ٹھیک سے نہیں کرے گی تو مرو گے تم اور جب تم ہی مر جاؤ گے تو یہ کیا کرے گی۔''

اسد کے اطمینان میں لپٹے لہجے میں ایسی سفاکی تھی کہ عینی کی روح کانپ گئی۔ وہ دونوں کو دم بخود چھوڑ کر کمرے سے باہر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

اویس اور عینی کیلئے یہ بات بہت ہی زیادہ حیران کن تھی کہ وہ ایک بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں اور اس کے دوست کاشف نے بہت جلدی اپنا اصل روپ ان کو دکھا دیا تھا۔

☆=======☆=======☆

شام کے سائے رفتہ رفتہ اندھیرے کی چادر کو آسمان پر پھیلا رہے تھے۔ پورا شہر روشنی میں نہانے لگا تھا۔ ٹریفک کا بے ہنگم شور اور بھاگتی ہوئی زندگی رواں دواں تھی۔ اس شہر کی فضا ان دونوں کے لئے رفتہ رفتہ بھاری ہو رہی تھی۔

اویس اور عینی اس کمرے میں بند تھے۔ جب سے وہ ان کو چھوڑ کر گئے تھے اس کمرے کا نہ تو دروازہ کھلا تھا اور نہ ہی انہوں نے باہر جانے کی کوشش کی تھی۔ اویس بار بار اس فون کو دیکھ رہا تھا جو اس کے جیب میں تھا اور جس پر شمک رابطہ کیا کرتا تھا۔ اویس کے لئے حیرت کی بات یہ بھی تھی کہ اس نازک موقع پر شمک نے اس سے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا تھا۔ لحہ بہ لحہ اویس کی بے تابی میں دو چند اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ان کے جانے کے بعد اویس نے دونوں بیٹری اور سم کارڈ کے بغیر موبائل فون بند کر کے اپنی جیب میں ڈال لئے تھے۔

جب وہ اس کمرے میں بند تھا اسے کئی بار ایسا گمان ہوا تھا کہ جیسے ابھی شمک نمودار ہونے والا ہے۔ ابھی وہ اس کے سامنے آئے گا اور کوئی نئی بات بتائے گا۔ آگے کیا ہوگا۔ وہ ان کے علم میں لائے گا لیکن اس کے برعکس وہ تو یوں غائب تھا جیسے اس نے کبھی اس سے رابطہ ہی نہ کیا ہو۔ اسی بات کو سوچتے ہوئے اویس کو پریشانی کے ساتھ اُلجھن بھی ہو رہی تھی۔

اویس یہ بھی سوچتا تھا کہ وہ اس سے مل کر کیا کرے گا۔ وہ بے اختیار ہے۔ اس کے پاس

ان دونوں کو یہاں سے نکالنے کی طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اگلی بات ہی ان کو بتا سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب اس کے علم میں وہ بات آتی ہے۔ جانے وہ اس وقت کہاں ہوگا۔

کمرے میں گہری اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ عینی گم صم براجمان تھی۔ اویس اس کو کئی بار حوصلہ دے چکا تھا لیکن عینی کی پریشانی کم نہیں ہوئی تھی۔ اسے وسوسوں اور اندیشوں کے سانپوں نے گھیر رکھا تھا۔

''مجھے لگتا ہے میرے ہاتھوں قتل ہونے والا تمہارا یہ دوست ہوگا۔'' عینی نے دانت پیسے۔ اس کے چہرے پر غصہ تھا۔

''دوستی کے نام پر یہ ایسا داغ ہے جو بُرائی کی طرح برا ہے۔'' اویس نے ایک طرف تھوک دیا۔ ''مجھے اس سے نفرت ہو گئی ہے۔''

''کہاں ہے تمہارا وہ دوست؟ کیوں نہیں آیا اب وہ؟ کوئی نئی بات کیوں نہیں بتا رہا ہے کہ اب کیا ہوگا۔ کیا وہ بھی یہاں کہیں ایک طرف بیٹھا ہمارا تماشا دیکھ رہا ہے؟'' عینی نے اویس کی طرف دیکھا۔

''جانے کہاں ہے وہ۔'' اویس نے غصے سے کہتے ہوئے سامنے پڑا ہوا گلاس اُٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ چھناک سے کانچ ٹوٹنے کی آواز کمرے میں ابھری اور معدوم ہو گئی۔

''کہاں ہو تم...... سامنے آؤ مسٹر شمک کہاں ہو۔''

''اویس ہم بری طرح سے پھنس گئے ہیں۔ ہمارا بچنا اب محال ہے۔ جانے کیا ہوگا۔'' عینی نے کہا۔

''عینی میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہمیں ہر صورت میں حوصلے سے کام لینا ہوگا۔ یہ بات اپنے ذہن میں رکھو کہ ہم نے لڑنا ہے۔'' اویس نے اسے ایک بار پھر یاد دلایا۔ ''اپنے اندر کا حوصلہ ٹوٹنے مت دو۔''

''میں اتنا حوصلہ کہاں سے لاؤں۔'' عینی بولی۔ ''عجیب اُلجھن ہے۔ پُرسکون زندگی میں یہ کہرام برداشت سے باہر ہے۔''

''انسان ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ وہ اپنے اندر کا ڈر اگر نکال دے تو کوئی مشکل اسے مشکل دکھائی نہیں دیتی ہے۔'' اویس نے ایک بار پھر اس کی گرہ حوصلے سے باندھی۔

''کتنی بار اپنے اندر کے ڈر کو مار چکی ہوں اور کتنی بار ہے کہ وہ ڈر پھر زندہ ہو جاتا ہے۔''

عینی ٹہلنے لگی۔

"اب مار دو ڈر کو اور اسے زندہ ہونے ہی نہ دو۔" اویس بولا۔ "پُرسکون ہو جاؤ گی۔"

"اویس......ایک بات طے کرلو۔ میں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ ہماری مجبوری ہے لیکن اگر تمہیں یہاں سے بھاگ جانے کا موقع مل جائے تو تم بھاگ جانا اور میری پروا نہ کرنا۔" عینی نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے بھاگنے کا موقع ملا تو میں بھاگوں گا ضرور لیکن تمہیں اپنے ساتھ لے کر ہی کہیں جاؤں گا۔" اویس بولا۔

"پتہ نہیں مجھے کہاں لے جاتے ہیں یہ لوگ اور پھر جانے میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔"

عینی اُداس ہوگئی۔

"ہمیں اللہ پر بھی پورا بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ دیکھ رہا ہے اور ہماری مدد ضرور کرے گا۔" اویس پُریقین لہجے میں بولا۔

"بے شک۔" عینی کا لہجہ دھیما تھا۔

"تمہیں اگر بھاگنے کا موقع مل جائے تو بھاگ جانا۔ دیکھ لیں گے کیا ہوتا ہے۔" اویس نے کہا۔

"مجھے تو ایک ہی خیال بار بار آرہا ہے۔" عینی بولی۔

"کیا خیال آرہا ہے؟" اویس نے پوچھا۔

"شاید میرے ہاتھوں کچھ ہونے کا وقت آگیا ہے۔" عینی نے بتایا۔

"شاید ایسا ہو ہی نہ۔" اویس نے نئی اُمید جگائی۔ "کچھ بھی نہ ہو۔"

"تمہارے دوست نے تو یہ ہی کہا ہے۔" عینی بولی۔

"اس کی کہی ہوئی بات اب تک غلط بھی نہیں ہوئی۔" اویس نے کندھے اچکائے۔ "اچانک آتا ہے اور اچانک غائب ہو جاتا ہے۔ اچانک ایک نئی بات میرے سامنے ہوتی ہے۔ اچانک کیا ہو جائے گا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔"

"کاش وہ اس وقت میرے سامنے آجائے تو میں اس سے سوال کروں۔" عینی نے کمرے میں نظریں دوڑائیں۔

"بس مجھے اس کی یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ جب اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ آتا ہی نہیں ہے۔" اویس کو پھر اُلجھن ہونے لگی۔

"کاش تمہاری ٹرانسفر ہی نہ ہوتی۔ نہ تم اس شہر میں آتے اور نہ یہ سب کچھ ہوتا۔" عینی بولی۔

"یہ ہونا تھا اور ہو کر ہی رہنا تھا۔" اویس نے کہا۔

"اویس ہم نے اس کمرے کی تلاشی تو لی ہی نہیں۔ شاید ہمیں یہاں کچھ مل جائے۔"

اچانک عینی چونکی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ہم نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ آؤ دیکھیں۔" اویس نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

دونوں مل کر کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ جہاں اور جس چیز کو وہ دیکھ سکتے تھے انہوں نے دیکھ لی لیکن کوئی ایسی چیز انہیں نہیں ملی جس سے وہ کچھ کر سکتے۔ دونوں پھر اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔

☆=======☆=======☆

دروازہ کھلتے ہی کاشف کا شاطر چہرہ نمودار ہوا اور اس نے عجیب سی مسکراہٹ اپنے چہرے پر لا کر اویس اور عینی کی طرف باری باری دیکھ کر کہا۔ "چلو عینی تمہارا کام شروع ہو رہا ہے۔"

"کاشف تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔" اویس جلدی سے اس کی طرف بڑھا۔ "تمہارے اندر احساس نام کی کوئی چیز ہے کیا؟"

"یہ بات مجھے میرا باپ بھی کہتا تھا کہ تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔ برے کام کا انجام برا ہوتا ہے۔ میرا باپ سادہ آدمی تھا۔ جو کام میں کر رہا ہوں اس میں انجام آئے گا ہی نہیں۔ کیونکہ میں اپنا کھیل بڑی چالاکی سے کھیلنا جانتا ہوں۔" وہ ڈھیٹ پن سے بولا۔

"برے کام کا انجام سائے کی طرح ساتھ جڑا رہتا ہے۔ جب وہ سامنے آتا ہے تو ہر چالاکی ایک طرف رہ جاتی ہے۔" اویس نے کہا۔ "تب وہ اپنے اور برے انجام کے سامنے ایسے ہی کھڑا ہوتا ہے جیسے کوئی بند گلی میں آجائے۔"

"میں اس وقت کوئی لیکچر سننے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ عینی میرے ساتھ چلو۔ وہ بیگ وصول کرو اور پھر اپنے شوہر کو لے کر جہاں جانا چاہو چلے جانا۔" کاشف نے ہاتھ جھٹکا۔

"تم عینی کو نہیں لے جا سکتے۔" اویس اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "تم ہمیں اس جگہ سے جانے دو۔"

"بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وقت ضائع کرنے والی بات ہے اور ہمارے پاس وقت کم ہے۔" کاشف کے لہجے میں اطمینان تھا۔

"دوستی کے نام پر دھبہ مت بنو۔" اویس آگ بگولہ ہو گیا۔

"بند کرو اپنی یہ بکواس۔" معاً کاشف کا لہجہ درشت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو آواز دی اور دو ہٹے کٹے آدمی ہاتھ میں اسلحہ لئے اندر آ گئے۔ کاشف نے ایک کو حکم دیا۔

"ہٹاؤ اس کو ایک طرف اور اگر یہ کوئی گڑبڑ کرے تو تجھے اجازت ہے کہ اسے گولی سے اُڑا دینا۔"

اویس اسی جگہ رک گیا۔ ایک نے اس کے سر پر اپنے ریوالور کی نال رکھ دی تھی۔ عینی خوفزدہ ہو گئی۔

"چلو میرے ساتھ اور یہ بات یاد رکھنا کہ اس کی زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم نے کوئی بھی غلط حرکت کی تو میرے ایک فون کال سے اویس کی کھوپڑی اُڑ جائے گی۔" کاشف سفاکی سے بولا۔

عینی نے اویس کی طرف دیکھا اور وہ کاشف کے ساتھ چل پڑی۔ ان کے جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ جس نے اویس کے سر پر اپنے ریوالور کی نال ٹکائی ہوئی تھی، اس نے اویس کو دھکا دیا اور اویس گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ اویس لاچار دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ دونوں بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔ قفل میں چابی گھومنے کی آواز اویس کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ اویس بے بسی سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور کسی لاچار کی طرح کمرے میں انتہائی غصے سے ٹہلنے لگا۔

☆=======☆=======☆

عینی کو گاڑی میں ہی کاشف نے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ ایک ایک بات اس کے کان میں ڈال دی تھی۔ ایک موبائل فون اسے دے دیا تھا۔ کاشف کی ہدایت پر عینی نے موبائل فون کے ہیڈ فون کی تاریں اپنے کانوں کو لگا لی تھیں۔ اس کا دھیان اویس کی طرف تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے لیکن رونا کوئی حل نہیں تھا۔ اس کی کار کے شیشے سیاہ تھے۔ عینی نے ایک آدھ بار ہی سامنے سکرین سے باہر جھانکا تھا۔ چلتی ہوئی کار کہاں جا رہی ہے اسے معلوم نہیں تھا۔

جب کار شہر میں داخل ہوئی تو عینی کی نگاہ سامنے پڑی اور وہ چونکی کیونکہ وہ اسے اسی کے شہر میں لے آئے تھے۔

کار کی بریک شہر کے ریلوے اسٹیشن کے باہر لگی۔ کار میں ایک ڈرائیور، اس کے ساتھ ایک آدمی، پیچھے کاشف اور ساتھ عینی بیٹھی ہوئی تھی۔ عینی نہ تو بھاگ سکتی تھی اور نہ ہی شور مچا سکتی تھی کیونکہ اس کی کسی بھی ایسی حرکت سے اویس کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے وہ بنا پَر کے پرندے کی طرح ان کے پنجرے میں قید تھی۔

کاشف کا مسلسل کسی کے ساتھ فون پر رابطہ تھا۔ اسے کوئی نہ کوئی ہدایت مل رہی تھی۔ باہر مکمل اندھیرا چھا گیا تھا۔ مسافر اسٹیشن کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے کیونکہ کچھ دیر کے بعد اس جگہ سے ایک ٹرین مسافروں کو لے کر روانہ ہونے والی تھی۔

یک دم کاشف نے فون سنا اور پھر عینی کی طرف متوجہ ہوا۔ "جو کچھ میں نے کہا وہ تمہیں یاد ہے...... میں نے پوچھا وہ تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں۔" عینی نے مختصراً جواب دیا۔

"یہ بھی یاد ہے کہ میرے آدمی تمہارے اردگرد ہوں گے جن کی شکل تم نہیں جانتی لیکن وہ تمہیں جانتے ہیں اور ہماری نظر بھی تم پر رہے گی۔" کاشف کا لہجہ درشت تھا اور اس کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں۔" عینی نے اس بار بھی مختصر جواب دیتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جیسا کہا ہے ویسا کرنا اور فون پر جو بھی تمہیں ہدایت ملے ویسا کرتی جانا۔" کاشف نے کہا۔

عینی چپ رہی۔

کاشف نے پھر کہا۔ "تم نے سنا کہ میں نے کیا کہا ہے؟"

"ہاں۔" عینی نے جواب میں سر ہلایا۔

کاشف نے ایک ہلکا نیلے رنگ کا کوٹ عینی کو دیا اور کہا کہ وہ اس کوٹ کو پہن لے۔ جب عینی نے کوٹ پہن لیا تو اس کی ایک جیب میں اس کے کہنے پر اس نے موبائل فون رکھ لیا۔

وہ دونوں بیک وقت کار سے باہر نکلے۔ وہ ریلوے اسٹیشن کے اندر جانے لگے۔ چلتے چلتے دونوں میں فاصلہ ہو گیا۔ عینی آگے اور کاشف پیچھے چلنے لگا۔ کاشف کی رفتار کم ہوتی جا رہی

تھی اور عینی اپنی چال چلتی جارہی تھی۔

پلیٹ فارم پر ٹرین کھڑی تھی۔ مسافروں کا جم غفیر تھا۔ جس جگہ عینی کو رکنے کا حکم تھا وہ اس جگہ رک گئی۔ اسد اس سے کچھ فاصلے پر لکڑی کے بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ عینی اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن وہ اسد کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ اسد کے ہاتھ میں موبائل فون تھا اور اس کی انگلیاں تیزی سے اس پر حرکت کر رہی تھیں۔ وہ بڑے اطمینان اور ہوشیاری سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اس کی تیز نگاہیں دائیں بھی گھوم رہی تھیں۔

☆=======☆=======☆

دس منٹ کے بعد ایک بڑی اور مہنگی کار ریلوے اسٹیشن سے باہر رکی۔ اندر سے ایک چالیس سال کے لگ بھگ عمر کا شخص باہر نکلا، جس کا نام امجد تھا۔ اس کی آنکھوں پر سفید چشمہ تھا۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ وہ برق رفتاری سے ریلوے اسٹیشن کے اندر بھاگتے ہوئے جانے لگا۔

امجد کو ریلوے اسٹیشن کے اندر موجود بک اسٹال کے پاس رکنے کا حکم تھا۔ وہ اس جگہ جا کر رک گیا۔ اس کی متلاشی نگاہیں دائیں بائیں گھوم رہی تھیں۔ اس کے اندر کا اضطراب اس کے چہرے سے مترشح تھا۔ سارا پلیٹ فارم مسافروں سے بھرا ہوا تھا۔ چلتے ہوئے کندھے سے کندھا ٹکرانے والی بات تھی۔

اس سے کچھ ہی فاصلے پر کاشف کا ایک ساتھی کھڑا تھا۔ اس نے چور نگاہوں سے امجد کی طرف دیکھا اور پھر ایک طرف چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد امجد کو موبائل فون پر کال موصول ہوئی۔

''ہیلو......'' امجد نے موبائل فون کان سے لگاتے ہی کہا۔

''بائیں طرف دیکھو۔'' لہجہ تحکمانہ تھا۔

امجد کا چہرہ بائیں طرف گھوم گیا۔ ''ہاں دیکھ رہا ہوں۔''

''وہاں ایک لڑکی کھڑی ہے۔ جس نے ہلکے آسمانی کلر کا کوٹ پہنا ہوا ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

امجد نے اتنے مسافروں میں ہلکے آسمانی کلر کا کوٹ زیب تن کئے لڑکی کو تلاش کیا جو بنچ کے پاس ہی دوسری طرف منہ کئے کھڑی تھی۔ ''ہاں نظر آ گئی۔''

''تم اکیلے ہی آئے ہو ناں۔'' اس نے سوال کیا۔

''ہاں اکیلا ہی آیا ہوں۔'' امجد نے اعتماد سے جواب دیا۔

''کوئی غلطی تو نہیں کر رہے ہو ناں؟'' اس نے پھر تصدیق کی۔

''ہمیں اپنے باپ کی زندگی عزیز ہے۔'' امجد نے جلدی سے جواب دیا۔

''یہ بریف کیس اس لڑکی کو دے آؤ۔'' اسے حکم ملا۔ ''وہ ہماری ساتھی ہے۔''

''لیکن میرے والد صاحب؟'' امجد نے پوچھا۔

''یہ بریف کیس دو گے تو وہ بھی مل جائیں گے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''تم نے وعدہ کیا تھا کہ ادھر میں پیسے دوں گا اور تم مجھے......'' امجد نے کہنا چاہا۔

''میں نے کہا ناں کہ تمہارا باپ بھی ان ہی مسافروں میں کسی جگہ بیٹھا ہوا ہے۔ بریف کیس دو گے تو میں بتا دوں گا کہ وہ کہاں بیٹھا ہوا ہے۔ وقت ضائع مت کرو اور بریف کیس اس لڑکی کے حوالے کر دو۔ اسی وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تمہارا باپ کہاں ہے۔'' اس کا لہجہ تیز اور غصیلا ہو گیا تھا۔

''اوکے۔'' لاچار امجد نے کہا۔ ماتھے سے اپنا پسینہ رومال سے صاف کیا اور اس لڑکی کی طرف چل پڑا۔

امجد اس لڑکی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ''ایکسکیوز می۔''

وہ لڑکی گھومی اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہی چونک پڑے۔ امجد نے حیران کن لہجے کو دھیما رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم......؟''

''مس......سر آپ۔'' لڑکی بھی اچانک اپنے باس کو دیکھ کر چونکی۔ وہ لڑکی ان کے آفس میں کام کرتی تھی۔

''تم ہو؟'' امجد کی حیرت کم نہیں ہو رہی تھی۔ ''مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم......''

''سر میری خالہ اور کزنز واپس کراچی جا رہی ہیں۔ ہم ان کو الوداع کہنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔'' امجد کی بات نہ سمجھتے ہوئے لڑکی نے بتایا۔

''خالہ......؟'' امجد اس کی بات سن کر اور بھی چونکا۔

معاً اس کا فون بج اُٹھا۔ اس نے جلدی سے فون اپنے کان کو لگایا۔ ''ہا......ہاں۔''

''تم کس لڑکی کے پاس چلے گئے ہو۔ یہ وہ نہیں ہے۔ وہ کچھ آگے کھڑی ہے اور اس کے ساتھ کیا باتیں کر رہے ہو؟'' دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

اس کے ساتھ ہی امجد کی نگاہیں اس طرف گھوم گئیں۔ اسے کی نگاہ عینی پر جا کر رک گئی۔

اس کا چہرہ واضح نہیں ہوا تھا۔ اس کا دھیان ہلکے نیلے رنگ کے کوٹ کی طرف تھا۔

''سوری مجھے جلدی ہے۔'' امجد نے اس لڑکی سے کہا اور عینی کی طرف چلنے لگا۔

''سر آپ کہیں جا رہے ہیں۔'' لڑکی نے سوال کیا۔

''نو......'' امجد نے عینی کی طرف نگاہیں مرکوز کئے جواب دیا۔

''سر......'' لڑکی نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

''مجھے جلدی ہے۔ تم اپنا کام کرو۔'' امجد نے گھوم کر اسے ڈانٹ دیا۔ اس کا لہجہ دھیما تھا لیکن اس کی بے چینی عیاں تھی۔

''سر میں وہ بتانے لگی تھی......'' اچانک لڑکی کہتے کہتے رک گئی۔

''کیا بتانے لگی تھی۔'' امجد نے پوچھا۔

''میری بہن نے آپ کے فادر کو دیکھا تھا۔ اس نے مجھے ابھی بتایا تھا کہ میرے بگ باس انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' لڑکی نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

اس کی بات سن کر امجد چونکا۔ ''کتنی دیر ہوئی ہے اسے دیکھے ہوئے؟'' امجد نے ہولے سے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک دوسرا موبائل فون نکال لیا اور ایک نمبر کو ایک ہی پش میں ڈائل کر دیا۔ پہلی ہی بیل کے ساتھ فون دوسری طرف سے کسی نے اُٹھا لیا۔ امجد جلدی سے بولا۔ ''انتظار گاہ میں میرے فادر بیٹھے ہوئے ہیں تم مجھے یہ ہی بتا رہی ہو ناں۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے فون کاٹ کر جیب میں رکھ لیا۔ ٹھیک اسی وقت اس کا فون پھر بجا۔

''ہیلو۔'' امجد نے پہلے والا موبائل فون کان کو لگا کر کہا۔

''تم اس کے پاس جا کیوں نہیں رہے ہو؟'' وہ بیخ پا ہو کر بولا۔

''ہاں...... ہاں۔ جا رہا ہوں۔'' امجد نے اثبات میں گردن ہلائی اور لڑکی کی طرف دیکھے بغیر وہ عینی کی طرف چل پڑا۔

عینی کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے فون کال موصول ہو چکی تھی کہ ایک شخص اس کی طرف بریف کیس لے کر بڑھ رہا ہے۔ جبکہ امجد نے کال کر کے جسے اطلاع دی تھی وہ تین آدمیوں کے ساتھ انتظار گاہ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔

☆=======☆=======☆

اویس سر جھکائے بیٹھا تھا۔

اچانک اس کا موبائل فون بج اُٹھا۔ وہ چونکا۔ اس نے جلدی سے فون اُٹھایا اور کان کو لگا

کر بولا۔

''مسٹر شمک...... تمہارا نام مسٹر اچانک ہونا چاہئے......''

''ایک کام کرو۔'' دوسری طرف سے اس کی مخصوص آواز اُبھری۔

''میری بات سنو۔'' اویس بے چینی سے بولا۔

''تمہاری بات سے زیادہ میری بات اہم ہے۔ اس کمرے میں ایک ریوالور ہے۔ اسے تلاش کرو۔ ستائیس منٹ میں تلاش کر لینا۔ ورنہ اٹھائیسواں منٹ تمہاری موت کا پیام ہوگا۔'' اس کی آواز پُر اسرار ہو گئی۔

''ہم نے یہ کمرا پہلے ہی تلاش کر لیا ہے۔ یہاں کچھ نہیں ہے۔'' اویس نے بتایا۔

''اس کمرے میں ایک ریوالور ہے۔'' شمک اپنی بات پر قائم رہا۔

''لیکن کہاں ہے۔'' اویس بولا۔

''مجھے پتہ ہوتا تو یہ بھی بتا دیتا لیکن اس کمرے میں ایک ریوالور کی موجودگی ہے۔'' شمک بولا۔

''کہاں تلاش کروں اسے۔'' اویس نے کمرے میں اپنی نگاہیں گھما کر دیکھا۔

''تمہارے پاس ساڑھے چھبیس منٹ رہ گئے ہیں۔'' شمک نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

اویس نے موبائل فون اپنی جیب میں رکھا اور سب سے پہلے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا۔ اس کے بعد اس نے سوچا کہ وہ کس طرف سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کرے۔ اسی اثنا میں دروازہ کھلا اور جس نے اس کے سر پر اپنے ریوالور کی نال رکھی تھی، وہ نمودار ہوا۔ اویس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

اس آدمی نے پہلے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر پوچھا۔ ''تم کسی سے باتیں کر رہے تھے؟''

''یہاں میرے سوا کون ہے جس سے میں باتیں کروں۔'' اویس نے الٹا سوال کر دیا۔

''تمہارے پاس کوئی موبائل فون ہے۔'' اس نے سوال کیا۔

''تم لوگ میرے موبائل فون سے سم کارڈ اور بیٹری نکال کر لے جا چکے ہو۔'' اویس نے کہا۔ ''چاہو تو پھر دیکھ لو۔''

''ابھی مجھے اس دروازے کے ساتھ لگے آدمی نے اطلاع دی ہے کہ تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔'' وہ آدمی مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''اپنے آپ سے بول رہا تھا۔ اس کمرے میں اپنی بے بسی پر چیخ رہا تھا۔'' اولیس آگ بگولہ ہو گیا۔

''کوئی گڑبڑ نہیں ورنہ مجھے گولی مار دینے کا حکم ہے۔'' اس نے دھمکی دی۔

''جانتا ہوں۔'' اولیس نے برا سا منہ بنایا اور وہ چاہتا تھا کہ یہ دروازہ بند کر کے یہاں سے چلا جائے۔ سوئی گھوم رہی تھی اور وقت گزر رہا تھا۔

وہ آدمی دروازہ بند کرنے لگا تو یک دم رک گیا۔ اولیس کے پاس ریوالور تلاش کرنے کا وقت بہت کم تھا اور وہ تھا کہ اس کا شک ہی دور نہیں ہو رہا تھا۔

اس آدمی نے مشکوک نگاہوں سے پورے کمرے میں دیکھا اور پھر اولیس کو گھورنے لگا۔

اولیس اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے بعد اس نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔ اولیس کچھ دیر تک اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے بعد اس نے کمرے کے ایک طرف سے ریوالور کی تلاش شروع کر دی۔

☆=======☆=======☆

عینی نے اس آدمی کا جائزہ لیا جو اس کے سامنے ہاتھ میں بریف کیس لئے کھڑا تھا۔

امجد نے ایک نظر عینی کی طرف دیکھا تھا۔ اس کا دھیان اپنے موبائل فون کی طرف تھا، اسے اپنے بھائی کی کال کا انتظار تھا جس کو اس نے اطلاع دی تھی کہ اس کا باپ انتظار گاہ میں اس وقت بیٹھا ہوا ہے۔

امجد کا فون بجا۔ اس نے فوراً ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''بریف کیس اس لڑکی کے حوالے کر کے ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔''

''بہتر۔'' امجد نے وہ بریف کیس عینی کی طرف بڑھا دیا۔ عینی کا فون بھی آن تھا اور اسے کہا جا رہا تھا۔

''اس سے بریف کیس لے کر بالکل پیچھے چلی جاؤ۔ بنچ خالی ہے۔ بریف کھول کر دیکھو کہ اس میں رقم موجود ہے۔''

عینی نے جواب دینے کی بجائے امجد سے بریف کیس لیا اور ہدایت کے مطابق پیچھے چلی گئی۔ بنچ پر براجمان ہوتے ہی اس نے بریف کیس کھولا۔ اندر نوٹوں کی گڈیاں تہہ در تہہ رکھی ہوئی تھیں۔

اس کے فون سے پھر آواز آئی۔ ''پیسے ہیں؟''

''ہاں۔'' عینی کا جواب مختصر ہی تھا۔

''بریف کیس بند کرو اور ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلو۔'' دوسری ہدایت ملی۔ ''جتنی تیز چل سکتی ہو چلو۔''

عینی نے بریف کیس بند کیا اور جانے کے لئے باہر کی طرف بڑھی۔ امجد کو ابھی تک اس کے بھائی کا فون نہیں آیا تھا۔ وہ فوراً عینی کی طرف لپکا۔ ''مائی فادر......''

عینی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ خارجی دروازے کی طرف چلتی رہی۔

وہ تیز تیز قدم اُٹھا رہی تھی۔ گھبراہٹ سے اس کا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی وہ سینے کے پنجرے سے باہر نکل آئے گا۔

''ایکسکیوزمی......'' امجد نے پھر پیچھے سے عینی کو مخاطب کیا۔

اسی اثنا میں اس کا موبائل فون بول پڑا۔ دوسری طرف سے درشت لہجے میں کوئی بولا۔

''تم اس کے پیچھے کیوں چل رہے ہو۔ اسی جگہ رک جاؤ۔''

''مائی فادر......'' امجد محض اتنا ہی بولا۔

''یہاں سے سیدھے چلے جاؤ۔ سامنے کنٹین آئے گی۔ وہاں تمہیں وہ شخص مل جائے گا۔'' یہ کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

امجد نے سوچا کہ یہ شخص کنٹین کا کہہ رہا ہے جبکہ اس کے آفس میں کام کرنے والی لڑکی کی بہن نے اس کے باپ کو انتظار گاہ میں دیکھا تھا۔ کنٹین اور انتظار گاہ ایک دوسرے کی مخالف سمت میں تھی۔ کیا اس نے غلط بتایا تھا۔ اسی لئے اس کے بھائی کا فون نہیں آیا۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کا دوسرا موبائل فون پھر بجا۔ اس نے فوراً ہیلو کہا۔

دوسری طرف سے اس کے بھائی کی آواز تھی۔ ''فادر مل گئے ہیں۔ ایک آدمی بھی قبضے میں کر لیا ہے۔''

''سب ٹھیک ہے۔'' امجد نے عینی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ عینی تیز تیز قدم اُٹھاتی جا رہی تھی۔

''ہاں سب ٹھیک ہے۔ تم اب کارروائی کر سکتے ہو۔'' اس کا بھائی بولا۔

امجد نے فون بند کیا اور پھر اس نے سادہ کپڑوں میں اس کے دائیں بائیں پھرتی

ہوئی پولیس کی طرف دیکھا جو اس کے ساتھ ہی وہاں آئے تھے اور وہ ان کے چہروں سے آشنا تھا۔

امجد نے عینی کی طرف اشارہ کیا اور چیخا۔ ''پکڑو اسے۔''

اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ عینی کو لگا جیسے اسی لئے کہا گیا ہے۔ وہ چلتے ہوئے پلٹی۔ تین آدمی اس کی طرف بھاگ رہے تھے۔ عینی دیکھتے ہی بھاگی۔

عینی سے کچھ فاصلے پر اسد چل رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عینی بھاگ کھڑی ہوئی ہے اور امجد نے بھی اسے پکڑنے کا کہہ دیا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ گڑبڑ ہوگئی ہے۔ وہ بھی بھاگنے کے انداز میں چلنے لگا اور اپنے موبائل فون کو کان سے لگالیا۔

''کیا ہوا؟ اس نے عینی کو پکڑنے کے لئے کیوں کہہ دیا۔''

''اُلو کا پٹھا میرا فون نہیں اُٹھا رہا ہے۔ اس کے باپ کے ساتھ جو ہمارا آدمی تھا میں اسے فون کرتا ہوں۔ وہ اسے گولی مار دے۔ ہمارا شک ٹھیک نکلا۔ یہ پولیس لے کر آیا تھا۔ تم کسی طرح سے عینی سے وہ بریف کیس لے لو۔ باقی سب کچھ جائے بھاڑ میں۔''

''جو کرنا ہے کرو میں بریف کیس عینی سے لینے کی کوشش کرتا ہوں۔'' اسد نے کہا اور موبائل فون اپنی جیب میں ڈال کر بھاگنے لگا۔

عینی بھاگتی ہوئی جارہی تھی۔ اس کی رفتار تیز ہوگئی تھی۔ اس کے پیچھے تین آدمی بھاگ رہے تھے۔ جبکہ اسد ایک طرف بھاگ رہا تھا۔ وہ عینی سے بریف کیس چھین کر بھاگ جانے کی فکر میں تھا۔

عینی پہلے ہی ڈری ہوئی تھی اس آفت سے وہ اور بھی ڈر گئی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی خارجی دروازے کی بجائے سامنے کراسنگ پل کی طرف بڑھی۔ وہ تیزی سے اس کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ وہاں بہت زیادہ رش تھا۔ کیونکہ ابھی دوسرے پلیٹ فارم پر جو ٹرین آئی تھی اس کے تمام مسافر اسی پل سے نیچے اُتر رہے تھے۔ عینی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس نے کس طرف بھاگنا ہے۔ کس طرف جانا ہے۔ بس وہ بھاگ رہی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے مسافروں کو دھکا دے کر راستہ بنا رہی تھی۔

وہ تین آدمی کافی پیچھے تھے۔ جبکہ اسد تقریباً عینی کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ دونوں ہجوم کا حصہ بنے ہوئے تھے۔ وہ اوپر پل پر پہنچ چکے تھے۔

ہجوم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جونہی اسد نے بریف کیس پکڑ کر اپنی طرف چھیننا چاہا۔

عینی کو لگا جیسے اسے پکڑنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس نے اسد کا چہرہ پوری طرح سے نہیں دیکھا اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں بریف کیس کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس سے اسد کو پوری قوت سے ایک طرف دھکیلا، اسد اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، یک دم یہ دیکھ کر مسافر بھی اپنی جگہ رک گئے۔ عینی اسے دھکیلتی جارہی تھی کہ یہ پتہ ہی نہ چلا کہ کب پل ختم ہوگیا ہے اور وہ اسی زور میں پل سے نیچے جاگرا۔

اسد چیختا ہوا نیچے آیا اور جونہی وہ فرش پر گرا اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ عینی نے دہشتناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر بریف کیس نیچے پھینک کر وہ اندھادھند پل کی دوسری طرف جانے کے لئے بھیڑ کو چیرتی ہوئی بھاگی۔ مسافر خوفزدہ نگاہوں سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

☆=======☆=======☆

اویس کمرے کی ایک ایک چیز دیکھ رہا تھا۔ کوئی کونہ کھدرا اس نے نہیں چھوڑا تھا لیکن اسے کہیں بھی ریوالور نہیں مل رہا تھا۔ وہ دیوانہ وار تلاش کر رہا تھا۔ وہ بار بار اپنی گھڑی پر وقت بھی دیکھ رہا تھا۔ اس تلاش میں پچیس منٹ گزر گئے تھے۔

تلاش کے لئے اس کے پاس دو منٹ باقی تھے۔ شمک نے اسے بتایا تھا کہ اٹھائیسویں منٹ میں وہ گولی کا نشانہ بن جائے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی موت اور زندگی میں محض دو منٹ حائل تھے۔

وہ اور بھی تیزی سے ریوالور تلاش کرنے لگا۔ اس کا ماتھا پسینے سے تر ہو رہا تھا اور بے تابی پورے جسم میں خون کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔

کاشف نے جب اس آدمی سے رابطہ کیا تھا جو امجد کے باپ کے ساتھ اس جگہ بیٹھا ہوا تھا تو آگے سے فون کسی اور نے سنا تھا۔ کاشف کو اندازہ ہوگیا تھا کہ بازی پلٹ گئی ہے اور پھر جب اسد پل کے نیچے سے گرا اور اندوہناک موت سے دوچار ہوگیا تو یک دم اسے لگا جیسے بُرے کام کے جس انجام سے وہ بے خبر تھا، وہ اچانک آگیا تھا۔ اس نے اس جگہ سے بھاگنے سے قبل اویس کی نگرانی پر مامور اپنے آدمی کو فون کر کے کہا کہ وہ اویس کو گولی مار دے۔ عجیب اتفاق تھا کہ جیسے ہی کاشف نے اویس کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

حکم ملتے ہی وہ آدمی اس کے کمرے سے باہر کھڑا قفل میں چابی گھما رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا جبکہ اس کا دوسرا آدمی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

اندر اویس ریوالور کی تلاش میں پاگل ہورہا تھا۔اس تلاش میں ساڑھے چھبیس منٹ گزر چکے تھے۔وہ ایک صوفے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔وہاں ایک الماری تھی۔اس کے نیچے جگہ تھی۔اویس نے ہاتھ مار کر نیچے سے جوتوں کے ڈبے نکالے اور ایک ایک ڈبہ کھولنے لگا۔ہر ڈبے میں جوتا تھا۔اس جگہ پہلے انہوں نے تلاشی نہیں لی تھی۔

اویس تیزی سے ایک ایک کر کے جوتے کا ڈبہ کھولتا جارہا تھا۔اِدھر اس نے آخری ڈبہ کھولا اور اُدھر یک دم کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ آدمی ہاتھ میں ریوالور لئے داخل ہوا اور اس نے اپنا ریوالور تان لیا۔کمرا خالی دیکھ کر وہ متحیر متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔جبکہ اس جوتے کے ڈبے میں جوتے کے ساتھ ریوالور بھی رکھا ہوا تھا۔اویس کا ایک ہاتھ ریوالور کے اوپر تھا اور نگاہ اپنی گھڑی پر تھی۔ستائیس منٹ ہونے میں چند سیکنڈ باقی تھے۔

''کہاں چلا گیا وہ؟'' وہ آدمی حیرت سے بولا۔اویس صوفے کے پیچھے بیٹھا رہا۔

''کہیں بھاگ تو نہیں گیا۔'' دوسرے نے اپنا خیال عیاں کیا۔

''یہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے بے وقوف۔'' پہلے نے اسے ڈانٹا۔

''پھر کہاں جا سکتا ہے وہ۔'' وہ حیران تھا۔

ایک آدمی دروازے پر ہی رک گیا تھا جبکہ دوسرا دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہا تھا۔وہ صوفے کے پاس چلا گیا۔اس کا ریوالور والا ہاتھ تنا ہوا تھا۔جونہی اس نے ایک قدم اور بڑھایا، اویس بجلی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کا ریوالور والا ہاتھ پکڑ کر برق رفتاری سے اپنے ہاتھ میں پکڑتا ہوا ریوالور اس کی کنپٹی پر رکھ کر وہ غرایا۔

''کوئی حرکت کی تو گولی ماردوں گا۔اپنا ریوالور چھوڑ دو اور تم بھی۔'' اویس نے دونوں کو حکم دیا۔

دونوں نے اپنا اپنا ریوالور ہاتھ سے چھوڑ دیا۔اویس نے دروازے کے پاس کھڑے آدمی کو حکم دیا۔''تم اس طرف آجاؤ۔''

اس آدمی نے اس کا حکم ماننے میں کسی تامل کا مظاہرہ نہیں کیا اور دروازہ چھوڑ کر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔اویس نے پکڑے ہوئے آدمی کو بھی اس کی طرف دھکا دے کر ریوالور دونوں پر تان لیا۔

''اس گھر میں کتنے افراد ہیں۔'' اویس نے جاننا چاہا۔

''پتہ نہیں۔'' پہلے آدمی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''بتاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔'' اس بار اویس کا لہجہ اور بھی درشت ہوگیا۔

''پتہ نہیں۔'' اس آدمی نے اسی انداز میں پھر وہی جواب دیا۔اس کی گھورتی ہوئی نگاہیں اویس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

اویس نے دونوں کی طرف گھور کر دیکھا اور باری باری دونوں کے ریوالور اُٹھا لئے۔ دونوں اویس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اویس ایک بار پھر غرایا۔''بتاؤ باہر کتنے لوگ ہیں اور وہ عینی کو لے کر کہاں گئے ہیں؟''

''تم سمجھتے ہو کہ ہم یہ کھلونے دیکھ کر ڈر جائیں گے اور سب کچھ بک دیں گے۔ چلاؤ گولی۔'' وہ آدمی بے فکری سے اس کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہوگیا۔اویس چاہتا تو ایک لمحے میں گولی چلا کر اس کا تنا ہوا سینہ خون میں لت پت کر دیتا لیکن وہ گولی چلا کر باہر کھڑے لوگوں کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس نے سوچا کہ وہ اسے مشتعل کر کے اس پر قابو پانے کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔اس نے باہر نکلتے ہی قفل میں موجود چابی گھمائی اور چابی نکال کر ایک طرف بھاگ پڑا۔

اس کے پیچھے وہ دروازہ پیٹنے لگے۔جس کی آواز دور تک سنائی دینے لگی تھی۔اویس بھاگتا ہوا یک دم رک گیا۔کیونکہ اس گھر کا مین دروازہ کھلا اور تین چار آدمی بھاگتے ہوئے اس کمرے کی طرف گئے جس کا دروازہ پیٹا جارہا تھا۔اویس نے دیکھا کہ وہ ان سب کو اس گھر کے ملازمین کے روپ میں دیکھ چکا ہے۔

اویس ایک الماری کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔جونہی وہ آدمی اس جگہ سے گئے وہ مین دروازے کی طرف بھاگا۔اس نے باہر جھانکا۔اسے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔اس نے ایک بار پھر تسلی کی اور اپنے ہاتھ میں پکڑے دو ریوالور اسی جگہ رکھ کر وہ پوری رفتار سے گیٹ کی طرف بھاگا۔گیٹ کے پاس جاتے ہی اس نے اس کا کنڈا کھولا اور پھر دوسرا ریوالور بھی گیٹ کے پاس چھوڑ کر وہ باہر کی طرف دوڑ پڑا۔

☆=======☆=======☆

عینی پوری قوت سے آتے جاتے مسافروں سے ٹکراتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔وہ بھاگتی ہوئی پل اُتری اور پھر اسی رفتار سے بھاگتی ہوئی وہ ریلوے ٹریک عبور کر کے دوسری طرف چلی گئی۔وہ اندھا دھند بھاگتی جارہی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کتنے لوگ بھاگ رہے ہیں کون کون اسے پکڑنے کی کوشش میں ہے۔وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں بھاگ رہی

تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی سامنے وسیع خالی میدان میں ایستادہ جھگیوں میں چلی گئی۔ وہاں سے نکل کر وہ ایک سڑک پر چلی گئی۔

عینی نے اس جگہ رک کر پیچھے کی طرف دیکھا، دور تک اُسے کوئی ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا جو اس کے تعاقب میں بھاگتا ہوا آ رہا ہو۔ اس کی سانس بری طرح سے پھولی ہوئی تھی۔ اس جگہ رکنے کی بجائے وہ سڑک عبور کر کے دوسری طرف چلی گئی۔ سامنے آبادی تھی۔ وہ ایک تنگ گلی میں داخل ہوگئی۔

گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے بھاگنا بند کر دیا۔ وہ اطمینان سے چلنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرف جائے۔ اولیس سے رابطہ کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ کس علاقے میں تھی اس سے بھی وہ ناآشنا تھی۔ یہ تو اس کے علم میں تھا کہ وہ اپنے شہر میں آ گئی ہے۔ یہاں سے وہ اپنے فلیٹ میں بھی جا سکتی ہے لیکن وہ اس شہر کے راستوں سے انجان تھی۔

سامنے ایک بڑھیا چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ وہ ایک پرانے مکان کے سامنے رک گئی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ دروازے پر رکھا اور گردن موڑ کر عینی کی طرف دیکھا۔ اس وقت عینی تقریباً اس کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اس گلی میں اس وقت وہ ہی دو تھیں۔

''کہاں جانا ہے تجھے لڑکی؟'' اچانک اس کی پُراسرار آواز عینی کی سماعت سے ٹکرائی اور عینی کے قدم اس جگہ جم گئے۔ اس نے بڑھیا کی طرف دیکھا۔ گلی میں اتنی زیادہ روشنی نہیں تھی کہ وہ اس کا چہرہ واضح طور پر دیکھ سکے۔

بڑھیا کے اس سوال کا کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ اپنی نگاہیں گھمانے لگی اور سوچنے لگی کہ وہ اسے کیا بتائے اور پھر اس بڑھیا نے اس سے سوال کیوں کیا ہے؟

''گھبراؤ مت مجھے بتاؤ کہاں جانا ہے۔ تمہارے چہرے کی گھبراہٹ اور خوف اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں کہ تم پریشان ہو۔'' بڑھیا کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

عینی کو بھی کچھ دیر کے لئے ٹھکانہ درکار تھا۔ وہ بولی۔ ''اس شہر میں انجان ہوں۔''

''راستہ بھول گئی ہو؟'' بڑھیا نے پوچھا۔

''نہیں...... ہاں۔'' عینی نے نفی میں گردن ہلائی اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

بڑھیا نے دروازے پر اپنے ہاتھ کا زور دیا تو وہ دروازہ کھل گیا۔ ''اندر آ جاؤ۔ گھبراؤ

مت اس گھر میں مَیں اکیلی رہتی ہوں۔ جب تک دل چاہے رک جانا اور جب جی چاہے چلی جانا۔ پانی پی لو۔ کچھ کھانا چاہو تو بھی کھا لو۔''

بڑھیا کی بات میں جانے کیا اثر تھا کہ عینی انکار بھی نہ کر سکی اور کوئی اور لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ وہ بڑھیا کے پیچھے اس گھر میں چلی گئی۔ جونہی عینی نے اندر قدم رکھا اسے محسوس بھی نہ ہوا اور دروازہ ہولے سے خود بخود بند ہوگیا۔

وہ پرانا گھر تھا۔ پورے گھر میں گہرا سکوت تھا۔ عجیب سی اس گھر کی فضا تھی۔ گھر کا ہر کمرا روشن تھا۔ بڑھیا اس کے آگے چلتی ہوئی چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھا رہی تھی۔ وہ ایک کمرے کے سامنے رک گئی۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔

عینی اس کے پیچھے کھڑی خالی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ اسی اثنا میں بڑھیا نے اپنا چہرہ اس کی طرف کیا۔ پہلی بار عینی کی نگاہ نے بڑھیا کا چہرہ واضح طور پر دیکھا اور جیسے اس کی روح کانپ گئی ہو۔

بڑھیا کے سر کے سارے بال سفید تھے۔ چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ گہرے حلقے تھے اور بڑھیا کے چہرے کا بایاں حصہ بری طرح سے جھلسا ہوا تھا۔ عینی کو اس کی طرف دیکھتے ہی خوف آ گیا۔

''مجھے دیکھ کر ڈر گئی ہو؟ مت ڈرو۔ میرا چہرا جھلسا ہوا ہے۔ اس گھر میں مَیں اکیلی رہتی ہوں۔ اس دنیا میں میرے ایک بھائی کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔'' بڑھیا نے بتایا۔ عینی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے خوف آنے لگا تھا۔

''تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی یہ سامان اندر رکھ کر آتی ہوں۔'' بڑھیا نے عینی کو ایک طرف بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور ہاتھ میں پکڑے شاپر بیگ کو لے کر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ عینی دیواروں کی طرف دیکھتی ہوئی پاس پڑے موڑھے پر بیٹھ گئی۔

☆=======☆=======☆

اولیس بھاگ رہا تھا۔

وہ اس کوٹھی سے کافی دور نکل گیا تھا۔ اچانک اس کے قدم رک گئے۔ بائیں جانب ایک درخت تھا اور اس درخت کے ساتھ ٹیک لگائے شمک کھڑا تھا۔ اولیس تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''میری بیوی کہاں ہے؟'' اس نے جاتے ہی سوال کیا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔''شمک نے اطمینان سے جواب دیا۔

''کہاں ہے مجھے جلدی سے بتاؤ۔ کیا وہ ٹھیک ہے۔'' اویس نے بے چینی سے پوچھا۔

''وہ اس شہر میں نہیں ہے۔''شمک کو اس کی بے چینی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کے لہجے کا اطمینان معدوم نہیں ہوا تھا۔

''کیا مطلب کہ وہ اس شہر میں نہیں ہے۔''اویس چونکا۔

''تم نے کوچ میں اپنے شہر سے یہاں تک کا سفر ستائیس کلومیٹر کیا تھا۔ وہ لوگ تمہاری بیوی کو پھر اسی شہر میں لے گئے تھے۔''شمک نے بتایا۔

''کیا وہ پھر اسی شہر میں ہے۔''اویس اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''ہاں۔ اس شہر کے ریلوے اسٹیشن سے وہ ایک آدمی کو پل کے اوپر سے دھکا دے کر بھاگ گئی ہے۔''شمک نے اگلی بات بتائی۔

''کہاں بھاگ گئی ہے اور کسے دھکا دیا تھا اس نے۔ کیا وہ مر گیا ہے کہ زندہ ہے؟''

اویس اور بھی مضطرب ہو گیا۔

''مرنے والا تو مر گیا ہے۔ عینی کو اپنی جان بچانی تھی اس لئے اسے بھاگنا پڑا۔''شمک نے جواب دیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اس کے ساتھ اویس بھی چل رہا تھا۔

اویس نے پوچھا۔''عینی مجھے کہاں مل سکتی ہے۔''

شمک نے جواب دیا''وہ تمہیں نہیں ملے گی۔''

''کیا کہا تم نے؟ وہ مجھے نہیں مل سکتی؟''اویس مضطرب ہو گیا۔''کیوں نہیں مل سکتی۔ کہاں ہے وہ؟''

''تم دونوں کی راہیں الگ ہو گئی ہیں۔''شمک کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر نہیں تھا کہ جس سے اویس کو ظاہر ہو کہ اس بات کا تاسف اسے بھی ہے۔

''تمہیں یہ پتہ ہے کہ وہ اس شہر میں نہیں ہے۔ تمہیں یہ بھی پتہ ہوگا کہ وہ کہاں ہے؟''

اویس چیخا۔

''چیخو مت اور یہ یاد رکھو کہ کوئی تمہیں اکیلے چیختے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔''شمک بولا۔''تم فی الحال اس شہر سے نکلنے کی کوشش کرو۔ جتنی جلدی ہو سکتا ہے تم یہاں سے نکل جاؤ۔ مجھے عینی کے بارے میں علم ہوگا تو تمہیں ضرور بتاؤں گا۔''

''مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں عینی کو ملنا چاہتا ہوں۔''اویس کا لہجہ تیز تھا اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ کوئی اُسے اکیلا باتیں کرتا ہوا دیکھ کر کچھ بھی سمجھنا چاہئے تو سمجھ لے۔ اسے عینی کی شدید فکر لاحق ہو گئی تھی۔

شمک رک گیا۔ اس نے گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور متانت سے بولا۔''تم رہو گے تو عینی کو بھی ڈھونڈ لو گے۔ تم نہیں رہو گے تو عینی کو ڈھونڈنے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔ جاؤ اور اس شہر سے نکل جاؤ۔''شمک یہ کہتے ہی اس کی نگاہوں کے سامنے سے تحلیل ہو گیا۔ جس طرح سے وہ اچانک آیا تھا اسی طرح سے اچانک وہ چلا گیا۔

اویس پریشان، مضطرب اور عینی کے بارے میں سوچتا ہوا لاچاری سے دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات تھے۔

☆=======☆=======☆

اویس سوچتا رہا کہ وہ کیا کرے۔

عینی کو کیسے تلاش کرے اور اس سے رابطہ کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اس کے موبائل فون میں سم کارڈ نہیں تھا۔ اچانک اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ اپنے اسی نمبر کا سم کارڈ تو یہاں سے بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ عینی سے رابطہ نہیں کر سکتا تو شاید عینی اس نمبر پر اس سے رابطہ کر لے۔

یہ سوچتے ہی اس نے دائیں بائیں دیکھا اور کچھ فاصلے پر ایک نوجوان کو چلتا ہوا دیکھ کر وہ اس کی طرف لپکا۔ اس کے پاس جا کر اویس نے قریب ترین اپنے کارڈ کی کمپنی کے دفتر کا پتہ پوچھا۔ نوجوان نے خوش اخلاقی سے اویس کو آفس کا پتہ سمجھایا اور اویس اس کا شکریہ ادا کر کے اس جانب چل پڑا۔ وہ دفتر کا پتہ اُس نوجوان کے بتانے کے مطابق اس جگہ سے دور نہیں تھا۔

اس نے ابھی کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اس شخص پر پڑی جو ریوالور لے کر اس کے کمرے میں آیا تھا اور جسے اپنے قابو میں کر کے وہ کمرے میں ان دونوں کو بند کر کے فرار ہو گیا تھا۔ اویس ٹھٹک کر رک گیا۔ اس نے اپنی نگاہیں گھما کر دائیں بائیں کا جائزہ لیا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی آس پاس ہے کہ نہیں۔ اسے اپنے پاس کوئی اس کا ساتھی دکھائی نہیں دیا۔

وہ شخص متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ اویس نے سوچا کہ اس کی تلاش

میں وہ اکیلا نہیں ہوگا بلکہ کچھ اور لوگ بھی فاصلے پر بکھرے ہوئے ہوں گے۔ جونہی اس نے جانے کے لئے اپنا منہ پھیرا اس شخص کی اس پر نظر پڑ گئی اور وہ یوں اویس کی طرف بھاگا جیسے جس جگہ وہ کھڑا ہے وہاں کوئی بم پھٹنے والا ہے۔

اویس کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ اس نے اسے دیکھ لیا ہے۔ وہ بھاگا۔ دونوں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ بھاگتے ہوئے اس آدمی نے اپنا موبائل فون کان کو لگا کر کسی سے بات کی اور پھر موبائل فون کان سے الگ کر کے اویس کے تعاقب میں اور بھی تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔

اویس سرپٹ بھاگ رہا تھا۔ اسے کوئی سمجھ نہیں تھی کہ کون سا راستہ کس طرف جاتا ہے۔ وہ کس طرف بھاگ رہا ہے۔ آگے کیا ہے۔ بس وہ بھاگ رہا تھا۔ وہ ان لوگوں سے جتنا بچنا چاہتا تھا وہ اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے تھے۔

اسی اثنا میں ایک تیز رفتار کار دھول اُڑاتی ہوئی ایک طرف سے نکلی اور اس کے سامنے آڑی ترچھی کھڑی ہوگئی۔ جس رفتار سے اویس بھاگ رہا تھا ممکن تھا کہ وہ بھاگتا ہوا کار سے جا ٹکراتا لیکن اس نے کمال ہوشیاری سے ایک جمپ لیا اور کار پھلانگ کر دوسری طرف چلا گیا۔ جونہی اس کے پیر زمین سے دوبارہ لگے، اسے اپنا توازن سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ وہ بھاگتے ہوئے لڑکھڑایا اور گرتے گرتے پھر اپنے آپ کو سنبھال کر توازن سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کی رفتار پہلے سے بھی تیز ہوگئی تھی۔

کار پھر اس کے پیچھے چلنے لگی۔ اویس کو دائیں جانب ایک گلی دکھائی دی وہ اس میں چلا گیا جبکہ کار سیدھی نکل گئی اور جو آدمی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا، وہ آدمی بھاگتا ہوا اس گلی میں اس کے پیچھے داخل ہوگیا۔

گلی زیادہ لمبی نہیں تھی۔ اویس گلی سے باہر نکلا ہی تھا کہ وہی کار اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کار کے دروازے یک دم کھلے، اندر سے آدمی نکل کر اویس کی طرف لپکے۔ اویس نے اپنا رخ بدلا لیکن ایک نے جست لگا کر اویس کو پکڑ لیا۔

اویس نے کوشش کی کہ وہ اس سے اپنے آپ کو چھڑا لے۔ اویس نے پکڑنے والے کو دو، تین گھونسے بھی رسید کئے لیکن اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔ اسی اثنا میں دوسرے آدمیوں نے بھی اسے دبوچ لیا تھا اور یوں بھاگنے کی پوری کوشش کرنے کے باوجود اویس ان کی گرفت میں آ گیا۔

☆=======☆=======☆

کار شہر سے ہٹ کر ایک ایسی آبادی میں موجود گھر کے سامنے رکی، جہاں خال خال گھر دکھائی دے رہے تھے۔ گھر کا گیٹ لکڑی کا تھا۔ وہ کھلا اور کار اندر چلی گئی۔ گیٹ پھر بند ہوگیا۔ دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آسمان پر چمکتا ہوا چاند اپنی چاندنی بکھیر رہا تھا۔ رات سرد ہو رہی تھی۔

کار کا دروازہ کھلا، دو آدمی دائیں بائیں سے باہر نکلے۔ پھر ایک نے اویس کو گریبان سے پکڑ کر باہر کھینچا۔ وہ اسے اندر لے گئے۔

وہ کمرا اتنا بڑا نہیں تھا۔ اس کمرے میں ایک چارپائی اور ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ وہ تین آدمی، اویس کو پکڑے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ اویس کو انہوں نے چارپائی پر دھکا دے دیا۔ اس کے بعد وہ تینوں آدمی ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اویس ان تینوں کو گھور رہا تھا۔ معاً کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور کاشف نمودار ہوا۔ اویس نے اس کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ کاشف اس سامنے کھڑا ہو گیا۔

"تمہاری بیوی کہاں ہے؟" کاشف نے خشک لہجے میں سوال کیا۔ اس کے لہجے میں تغیر تھا۔ آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ اس کے اندر آگ جل رہی ہے۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"مجھ سے پوچھنے کی بجائے اس سوال کا جواب تم مجھے دو۔ کہاں ہے عینی۔" اویس نے آنکھیں نکالیں۔

جانتے ہو اس نے دھکا دے کر کسے مار دیا ہے؟" کاشف غرایا۔ "اس کی زندگی تو سمجھو اب ختم ہو ہی گئی ہے لیکن تم بھی نہیں بچو گے۔ بہت برا کر دیا ہے اس نے۔ اس نے میرا دوست چھین لیا ہے۔"

"یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ تم ہی اسے لے کر گئے تھے۔ تم نے دوستی کے نام پر مجھے دھوکہ دیا ہے۔" اویس کو بھی غصہ تھا۔ "تم دھوکے باز ہو۔ تم کیا جانو دوستی کیا ہوتی ہے۔"

"مجھے بار بار دوستی کا مت سناؤ اور یہ دھوکہ کیا ہوتا ہے؟ تمہاری بیوی نے میرا دوست میرا بھائی مجھ سے چھین لیا ہے۔" کاشف کو اسد کی موت کا بہت ہی دکھ تھا۔ وہ اس کے سامنے کھڑا چیخ رہا تھا۔

"تم سے دوستی کی بات کرنی ہی نہیں چاہئے۔ تم کو کیا پتہ دوست کیا ہوتا ہے اور جس دوست کی موت کا غم تم مجھے سنا رہے ہو مجھے یہ بھی تمہارا ڈھونگ ہی لگ رہا ہے۔" اویس نے

کہا۔

''تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بھائی تھا؟'' کاشف نے اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں پیوست کر دیں۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

''مجھے یہ جان کر کیا لینا ہے کہ وہ کس کا بھائی تھا'' اویس کو عینی کی پریشانی ہو رہی تھی۔

''تم نے ہم دونوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔''

''ابھی پتہ چل جائے گا۔ تمہاری بیوی کو ہمارے آدمی کتوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں۔ دیکھنا اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔'' کاشف کا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔ ''اسد کی موت کا ایسا انتقام ہم لیں گے کہ عبرت بن جائے گا ہمارا انتقام۔''

''اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا میں تم لوگوں کا وہ حال کروں گا کہ تم لوگوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا'' اویس نے دانت پیس کر کہا۔ ''تم مجھے کالج کے زمانے سے جانتے ہو کہ میں نڈر بھی ہوں اور دشمنی نبھانا بھی جانتا ہوں۔''

''یہ نوبت ہی نہیں آئے گی کہ تم ہمارا کچھ بگاڑ سکو۔ تم صرف برا ہوتا ہوا دیکھو گے۔'' کاشف نے غصے سے اپنا ہاتھ جھٹکا اور اپنے آدمیوں کا اشارہ کر کے وہ کمرے سے پیچ تاب کھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کے آدمیوں نے اویس کو پکڑا اور رسّی کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کرسی پر بٹھا دیا اور پھر کرسی بھی اس کے ساتھ باندھ دی۔ اس کے بعد وہ سب اس کمرے سے باہر نکل گئے۔ جاتے ہوئے وہ ٹیوب لائٹ بند کر گئے تھے جس سے کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا تھا۔ اویس کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دائیں گھمائیں اپنی نگاہیں گھما کر دیکھنے کی کوشش کی۔

☆=======☆=======☆

کمرا پوری طرح سے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ خاموشی اور سناٹا ایسا تھا جیسے اس جگہ کوئی ذی روح نہ ہو۔ اویس کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کب سے اس کمرے میں رسّیوں کے ساتھ بندھا ہوا کرسی پر بیٹھا ہے۔ اسے بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی۔ وہ تھک چکا تھا۔ اس کے جسم میں درد ہونے لگا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کچھ پل کے لئے ہی سہی کہیں لیٹ جائے۔ کوئی اسے کھول دے۔ اس سے زیادہ اس طرح سے بیٹھنا ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ رسیاں توڑنے کے لئے وہ کئی بار زور آزمائی بھی کر چکا تھا۔ اویس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کئی بار دیکھا

تھا لیکن اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اویس بلند آواز سے چلایا۔ ''کوئی ہے یہاں.....کوئی ہے اس جگہ...... مجھے یہاں سے نکالو۔''

جونہی اویس چپ ہوا ایک بار پھر سکوت اور سناٹے نے اس جگہ ڈیرے جما لئے۔ اویس نے اپنے ہاتھوں کو زور سے ہلانا شروع کر دیا۔ وہ رسی کو توڑ دینا چاہتا تھا۔ نائیلون کی رسّی سے اس کے ہاتھ پاؤں بڑی مضبوطی سے باندھے ہوئے تھے کہ وہ محض اسے توڑنے کی کوشش ہی کر سکا۔ وہ اکتا گیا تھا۔

اسی طرح سے کچھ وقت اور گزر گیا اور کمرے کا دروازہ کھلا تو باہر سے روشنی اندر آئی۔ اس روشنی کی وجہ سے اویس کمرے میں دیکھنے کے قابل ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں دروازے کی طرف تھیں۔ آنے والے کا چہرہ واضح نہیں تھا۔

کمرے میں پہلے وہ تین آدمی آئے اور ایک نے کمرے کی ٹیوب لائٹ روشن کر دی۔ اویس کی آنکھیں یک دم روشنی برداشت نہ کر سکیں اور اس نے کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کرنے کے بعد کھولیں تو سامنے کاشف کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

اویس نے ایک نظر کاشف کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''مجھے کھولو۔ میں کہتا ہوں مجھے کھولو۔''

''کیوں کھولیں تجھے؟'' کاشف نے سرد مہری سے پوچھا۔ ''تکلیف ہو رہی ہے؟''

''مجھے کھول دو۔ مجھے کیوں باندھا ہے۔'' اویس نے کہا۔ ''اب مجھ سے کیا چاہتے ہو تم؟''

کاشف پھٹ پڑا۔ ''تمہاری بیوی نے میرے دوست کو مارا ہے۔ اس کی جان لی ہے۔ تم دونوں ہی اب مارے جاؤ گے۔ تم سے تمہاری جان چاہتے ہیں ہم۔ اس انتظار میں ہیں کہ تمہاری بیوی مل جائے اور تم دونوں کو ہم موت کے حوالے کر دیں۔''

''ایک بار مجھے کھول دو۔ تمہاری زبان میں تمہارے منہ سے نکال کر کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔ تمہاری گردن میں تمہارے جسم سے الگ کر دوں گا تاکہ تم کبھی پھر کسی دوست کو دھوکہ نہ دے سکو۔'' اویس چلایا۔

کاشف نے پوری قوت سے اویس کے منہ پر گھونسہ رسید کر دیا کہ اویس کرسی سمیت نیچے گر گیا۔ اس کا بائیں طرف سے ہونٹ پھٹ گیا اور خون باہر نکلنے لگا۔ اویس اس کا غصہ اپنے

دانت پیسنے کے سوا نکال نہیں سکا۔

''میری گردن کاٹنے کی بات کرتے ہو۔ تمہاری اتنی ہمت۔ اتنی جرأت کہ تم مجھے ایسا کہو۔'' کاشف کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ ''جانتے ہو تم کس سے بات کر رہے ہو۔ کسی کا خون کرنا میرے لئے ایسے ہی جیسے کوئی مکھی ماردی، اور تم مجھے غصہ دکھا رہے ہو۔ مجھ سے ایسے بات کر رہے ہو۔''

''مجھے کھول کر بات کرو بزدل کتے۔'' اویس چیخا۔ ''تمہاری ہڈیاں توڑ کر تجھے اپاہج بنا کر کسی چوراہے میں نہ چھوڑ آؤں تو میرا نام بھی اویس نہیں ہے۔ کھول کر دیکھ کیا حشر ہوتا ہے تیرا۔''

''اب تمہاری موت ہی تجھے یہاں سے آزاد کرائے گی۔'' کاشف نے کہہ کر ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے کرسی سمیت اویس کو پھر بٹھا دیا۔ اویس کے ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ قہر آلود نگاہوں سے کاشف کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کاشف کو اسی جگہ گاڑھ دیتا۔

معاً دروازے پر ایک اور چہرہ دکھائی دیا۔ اس کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ سر پر ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ کھلی شلوار قمیص زیب تن کی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ اُداس اور غمگین تھا۔ اس کی آمد کے ساتھ ہی وہ چاروں سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ جبکہ اویس اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ شخص اویس کے پاس چلا گیا۔ اس کی مینڈک جیسی آنکھیں اویس کے چہرے پر پیوست تھیں۔ وہ مسلسل اسے گھور رہا تھا۔ اسی انداز میں اس نے اویس کے گرد ایک چکر کاٹا اور کاشف کی طرف دیکھا۔

''یہ ہی ہے وہ اویس...... اس کی بیوی نے اسد کو دھکا دیا تھا۔'' کاشف نے بتایا۔ اس نے بتاتے ہوئے نظر اُٹھا کر اس شخص کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

''اس کی بیوی ملی۔'' اس نے غمزدہ سی آواز میں پوچھا۔ ''تلاش کیا اس کی بیوی کو؟''

''تلاش جاری ہے۔'' کاشف نے آنکھیں جھکائے جواب دیا۔ ''ہمارے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔''

''کب تک تلاش ہی جاری رہے گی؟'' اس شخص نے بڑے تحمل سے سوال کیا ''ہمارے دل میں پلنے والا لاوا جب کسی اور پر اُبل پڑے گا؟ ایک چیونٹی تم لوگوں کے قابو نہیں

آ رہی ہے۔ اسد کو دھکا دے کر وہ اس جگہ سے غائب ہو گئی۔ تم سب لوگ اس وقت کیا سو رہے تھے۔''

''اس وقت پلیٹ فارم پر بہت رش تھا۔ وہ اس رش سے فائدہ اُٹھا گئی اور بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی۔''

''رش کیا ہوتا ہے؟ تم لوگوں کی یہ نااہلی ہے کہ وہ میرا بھائی مار کر فرار ہو گئی۔'' وہ شخص بولا۔

کاشف نے خوف سے تھوک نگلا۔ ''میں نے کچھ اور آدمیوں کو بھی اس کی تلاش پر لگا دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جلدی ہم عینی کو تلاش کر لیں گے۔ وہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر کہیں نہیں جائے گی۔''

''اور اگر وہ جلدی تلاش نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟ جانتے ہو تم کہ اسد میرا چھوٹا بھائی تھا۔ میری جان تھا وہ۔'' اس بار اس شخص کے لہجے میں تغیر آ گیا اور تحمل غصے میں بدل گیا۔ وہاں کھڑے سب ہی کانپ گئے۔ جبکہ اویس چپ چاپ ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس شخص کی آنکھوں کی سرخی دو چند ہو گئی تھی۔

''ہم جانتے ہیں۔'' کاشف دھیرے سے بولا۔ ''آپ مجھ پر اعتماد کریں وہ چند گھنٹوں میں آپ کے پاس ہو گی۔''

''جب تک میں اسے اپنے ہاتھوں سے مار نہیں دوں گا مجھے سکون نہیں ملے گا۔'' اس شخص نے سفاک لہجہ اپنا لیا۔ اویس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''تم جانتے ہو کہ دشمن کے خون سے جب تک میں اپنے ہاتھ رنگ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ میری روح میں بے چینی دوڑتی رہتی ہے۔''

''آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔ وہ کہیں نہیں جائے گی اور آپ کے سامنے ہو گی۔'' کاشف نے ایک بار پھر تسلی دی۔ ''اسد میرا دوست تھا۔ وہ میرے بھائی جیسا تھا۔ مجھے بھی اس کا غم ہے۔''

''مجھے وقت ضائع کرنا اچھا نہیں لگتا۔'' اس شخص نے کہا۔ ''مجھے دوسری بار کہنا نہ پڑے۔''

''وقت ضائع نہیں ہوگا۔'' کاشف بولا۔ ''اس کا کیا کرنا ہے۔''

''اسے مار دو اور کیا کرنا ہے۔ ختم کرو اسے۔ اس کی ہڈی پسلی توڑ کر اس کمرے میں سجا

دو کہ جب اس کی بیوی کو پکڑ کر لاؤ تو اسے یہ سب دکھاؤ۔ تاکہ اسے ایک ایک پل اذیت ملے۔" وہ شخص آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کے چیخنے کی آواز شاید دور تک سنائی دے رہی تھی۔ وہ چاروں تو خوفزدہ تھے ہی اویس کا بھی دل دھڑکا۔

"ابھی مار دیں؟" کاشف نے پوچھا۔

وہ شخص چپ ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر بولا۔ "اسے رکھ کر ہم نے کیا کرنا ہے۔ رات کے اس اندھیرے میں اسے کہیں باہر لے جاؤ اور مار کر اس کی لاش کسی درخت کے ساتھ لٹکا دینا۔"

"ٹھیک ہے میں اسے باہر لے جاؤں گا۔" کاشف نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اس کا کام ابھی ہو جاتا ہے۔"

یک دم وہ شخص کسی پاگل کی طرح گھوما اور اویس کے سر کے بال اپنی مٹھی میں لے کر جھنجھوڑ کر پھنکارتی ہوئی آواز میں بولا۔ "تیری بیوی نے میرے بھائی کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس کا انجام دیکھے گا کہ انجام سے پہلے تو بھی موت کو گلے لگانا پسند کرے گا...... بول۔ منہ کھول۔"

"تم بھی سنبھل جاؤ اور اپنے بھائی کی موت کو یاد کرو۔ کہیں ویسا ہی انجام تمہارا ابھی نہ ہو جائے۔" اویس نے بلاخوف کہہ دیا۔

اس کی بات سن کر وہ سب سن رہ گئے۔ وہ شخص، اویس کو گھورے جا رہا تھا۔ اس کے سامنے تو بڑے بڑے کانپتے تھے اور اویس نے ایسی ہمت سے یہ کہہ دیا تھا۔ وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور کاشف کی طرف متوجہ ہوا۔

"اس کی یہ ہمت کہ یہ مجھے ایسا کہے۔" وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔

"میں ابھی اس کا کام کر دیتا ہوں۔ زبان نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں۔" کاشف نے خنجر نکال لیا۔

"اسے زندہ رکھو۔ ابھی اسے مارنا نہیں ہے۔ بچا کر رکھو اسے۔" اچانک اس شخص نے اسے روک دیا۔

"بہتر۔" کاشف نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اسی جگہ رک گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس نے اس نے اس کا کام ختم کرنے کیوں نہیں دیا اور اویس کو زندہ رکھنے کا کیا مقصد ہے۔ کیا سوچ کر اس نے اپنا فیصلہ یک دم تبدیل کر لیا ہے۔

وہ شخص اس کمرے سے باہر چلا گیا۔ کاشف نے متحیر نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ خود بھی حیران تھا کہ اویس کے اس لہجے کی سزا دیئے بغیر ہی وہ کمرے سے چلا گیا۔ بلکہ کچھ دیر پہلے جو اس نے اویس کو مار دینے کی بات کی تھی اس سے بھی اس نے روک دیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد پھر وہ بھی اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ کمرے کی ٹیوب لائٹ روشن ہی چھوڑ گئے تھے یا پھر شاید اسے بند کرنا وہ بھول گئے تھے۔

☆=======☆=======☆

اویس کو عینی کی فکر ستا رہی تھی کہ اگر وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی تو جانے یہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ ان کی باتوں اور ارادوں سے لگتا تھا کہ وہ عینی کو موت کی نیند سلا کر ہی دم لیں گے۔

وہ خود اس کمرے میں بند تھا۔ وہ گردن جھکائے ان ہی سوچوں میں مستغرق تھا کہ اچانک اسے سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے چونک کر گردن اُٹھائی۔ وہ چونکا۔ سامنے شمک کھڑا تھا۔

جس گرم جوشی سے اس نے شمک کی طرف دیکھا تھا اسی سرعت سے اس کی گرم جوشی سرد مہری میں بدل گئی تھی۔ اویس بڑبڑانے کے لہجے میں بولا۔

"تمہارے آنے کا کیا فائدہ جب کہ تم میری کوئی مدد ہی نہیں کر سکتے۔ تم بھی بے بس ہو۔"

"تمہاری مدد کے لئے ہی تو آتا ہوں۔ تجھے کوئی نئی بات بتا دیتا ہوں۔" شمک نے کہا۔ "کیا یہ تمہارے لئے کم ہے کہ میں تجھے آنے والے وقت سے پہلے مطلع کر دیتا ہوں۔"

"لیکن تم مجھے کھول تو نہیں سکتے۔ اس جگہ سے آزاد تو نہیں کر سکتے ناں۔" اویس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں یہ میں نہیں کر سکتا۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ میں کسی چیز کو چھو نہیں سکتا۔" شمک نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا۔ "کاش یہ طاقت میری سلب نہ ہوئی ہوتی اور میں تمہاری اس سلسلے میں بھی مدد کر سکتا۔"

"عینی کی کوئی خبر ہے۔ وہ اس وقت کہاں ہے۔" اویس نے سوال کیا۔ "مجھے اس کی بہت فکر ہے۔"

"عینی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ دنیا کے ہجوم میں جانے کہاں گم ہو گئی ہے وہ۔" شمک اس

کے سامنے دائیں بائیں خراماں خراماں ٹہلنے لگا۔ "اپنی طاقت کے مطابق میں اسے جہاں ڈھونڈ سکتا تھا میں نے دیکھ لیا۔"

"میں یہاں سے آزاد ہو سکتا ہوں کہ نہیں؟ یا یہ لوگ مجھے اسی جگہ مار دیں گے۔" اویس نے پوچھا۔

"تم ابھی آزاد ہونے والے ہو۔" شمک نے بتایا۔ "ابھی کچھ دیر کے بعد تم اس کمرے سے باہر ہو گے۔"

"مجھے کون آزاد کرے گا؟" اویس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ "میرا کوئی ہمدرد پیدا ہو جائے گا۔"

"جنہوں نے تمہیں باندھا تھا یہ ہی تمہیں آزاد کریں گے۔" شمک بولا۔ "ابھی تم آزاد ہو جاؤ گے۔"

"پھر......؟" اویس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"جس آدمی کو تم نے اس کا انجام یاد دلانے کی بات کی تھی اسے تمہارا لہجہ اور بات پسند نہیں آئی۔" شمک نے کہا۔

"وہ میری بات سن کر جا چکا ہے۔" اویس بولا۔

"اس نے تمہاری بات برداشت کی اور چلا گیا۔ جانتے ہو کیوں؟" شمک نے سوالیہ نگاہیں اس پر مرکوز کر دیں۔

"کیوں؟" اویس نے پوچھا۔

"کیونکہ وہ تمہیں اس کی سزا دینا چاہتا ہے۔ تمہیں آسان موت کی بجائے اذیت ناک موت سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔ جانتے ہو کیسے؟" شمک نے بتا کر اس سے پھر سوال کیا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اویس نے متانت سے نفی میں گردن ہلائی۔ "تم بتاؤ کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟"

"اس کے پاس چھ خونخوار کتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی گوشت کے سوا کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔ وہ گوشت کھاتے ہیں کسی جانور کا یا پھر انسان کا۔ گوشت ہی ان کی مرغوب غذا ہے۔" شمک کہہ کر رکا۔ چند ثانیئے کے بعد وہ بولا۔ "ابھی یہ لوگ تمہیں یہاں سے باہر لے جائیں گے اور وہ چھ کتے تمہارے پیچھے چھوڑ دیں گے۔"

"پھر کیا ہو گا؟" اویس کے منہ سے جلدی سے نکلا۔ وہ بدستور شمک کی طرف دیکھ رہا

تھا۔

"تمہارے پیچھے وہ کتے بھاگیں گے۔ تجھے کاٹنے نوچنے اور تمہاری ایک ایک بوٹی کرنے کے لئے۔" شمک کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔ "بھاگ پاؤ گے ان خونخوار کتوں سے؟"

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" اویس نے سوال کیا۔ وہ یہ سب سن کر گھبرا رہا تھا۔ "کیسے بچنا ہو گا مجھے ان سے؟"

"تم جانتے ہو کہ میں کسی بھی بات کا حل اپنے دماغ میں نہیں رکھتا۔ صرف بتا سکتا ہوں اور تمہیں بتا رہا ہوں۔ کیونکہ ابھی میں اس کی ساری منصوبہ بندی سن کر آ رہا ہوں۔" شمک اطمینان سے بولا۔

"وہ کتے تو مجھے چیر پھاڑ دیں گے۔" اویس پریشان ہو گیا۔ "بہت تیز رفتار ہوتے ہیں وہ۔"

"ان کتوں کے لئے کسی کو چیر پھاڑ دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر ان کتوں نے تمہیں پکڑ لیا تو تمہاری ہڈیاں اس علاقے میں بکھر جائیں گی۔" شمک کا لہجہ خطرناک ہو گیا تھا۔ "تمہارے خون کے قطرے جانے اس زمین پر کہاں کہاں دکھائی دیں گے۔"

"اوہ خدا...... میں کہاں پھنس گیا ہوں۔" اویس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ "میں تو ان کے آنے سے پہلے یہاں سے بھی نہیں نکل سکتا۔"

"تم بھاگ سکتے ہو۔ ستائیس سیکنڈ میں بھاگ کر تم میرے پاس پارک میں آ گئے تھے، تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اتنے وقت میں وہاں تک نہ پہنچ سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ تم بہت تیز رفتار بھاگ سکتے ہو۔ تمہارے اندر ہمت ہے۔ تم ایک بہادر نوجوان ہو۔ تمہارا دل مضبوط چٹان کی طرح ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔" شمک اس سے کچھ فاصلے پر اس کی طرف جھکا۔

"ہماری زندگی کی کیسی کایا پلٹ گئی ہے۔" اویس دھیرے سے بولا۔ "میں یہ سب دیکھ کر حیران ہوں۔"

"یاد رکھو مسٹر اویس۔ جب وہ تجھے کہیں کہ بھاگو، تم بھاگ کھڑے ہونا۔ جتنی تیز بھاگ سکتے ہو بھاگنا۔ تمہارے پیچھے چھ کتے بھاگیں گے۔ ایک ان میں زیادہ تیز رفتار ہو گا۔ اس کا تم سے ستائیس قدموں کا فاصلہ رہے گا۔ تم سیدھے بھاگتے جانا۔ آگے ریلوے ٹریک آئے گا۔ ٹھیک اس وقت وہاں سے ایک ٹرین گزرے گی جس کی رفتار تیز نہیں ہو گی۔ تم بھاگ کر اگر

ٹرین میں سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو بچ جاؤ گے ورنہ تم سے ستائیس قدم پیچھے دوڑنے والا کتا تجھے چیر پھاڑ دے گا۔'' شمک کہہ کر چپ ہو گیا۔

اویس اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی اور آنکھوں کی پتلیاں جیسے مضطرب دکھائی دے رہی تھیں۔

کچھ توقف کے بعد شمک بولا۔ ''تمہارے اور موت کے درمیان محض ستائیس قدموں کا فاصلہ ہوگا۔ یہ فاصلہ سمٹ گیا تو تمہاری زندگی کی کتاب بند ہو جائے گی۔''

''مجھے یوں لگتا ہے جیسے...... جیسے میں اب کبھی عینی سے نہیں مل سکوں گا۔'' اویس کو دکھ ہونے لگا۔

''کاش مجھے یہ پتہ ہوتا۔'' شمک نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تم ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہو۔''

''کیا تمہاری طاقت تمہیں پھر سے نہیں مل سکتی؟ کیا وجہ ہے کہ تم بے اختیار اور کمزور ہو۔'' اویس نے پوچھا۔

''اپنی طاقت کو پھر سے پانے کے لئے میں تم سے بھی کہیں زیادہ بے چین ہوں۔'' شمک نے متانت سے جواب دیا۔

''کس نے تمہاری طاقت چھینی ہے۔'' اویس نے سوال کیا۔ ''شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔''

''تم یہ جان کر کیا کرو گے۔ بہتر ہے کہ ان باتوں پر دھیان مت دو اور یہ سوچو کہ ستائیس قدموں کے اس فاصلے کو کیسے تم نے کم نہیں ہونے دینا۔'' شمک نے کہا۔ ''ستائیس قدم پر دوڑتی ہوئی موت سے کیسے تم نے بچنا ہے۔''

''ستائیس...... ستائیس...... ستائیس...... یہ ہندسہ کب مجھ سے الگ ہوگا۔'' اویس اکتا گیا۔

''میں چلتا ہوں۔'' شمک دیوار کی طرف بڑھا۔

''ہاں تم رک کر کر بھی کیا سکتے ہو۔'' اویس نے سر جھکا لیا۔ شمک نے اس کی طرف دیکھا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ سجا کر دیوار میں تحلیل ہو گیا۔

☆=======☆=======☆

رات کا اندھیرا دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہُو کا عالم تھا۔ کہیں کسی کتے کے بھونکنے کی آواز

سکوت کو توڑ دیتی تھی۔ چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔

کاشف کے ساتھی اویس کو اس گھر سے باہر کچھ دور لے آئے تھے۔ جہاں دور تک میدان اور پھر آگے درختوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ اس جگہ ایک بند وین کھڑی تھی۔ جس کے اندر سے غرانے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ اسد کا بھائی ایک طرف کھڑا قہر آلود نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اویس کی ٹانگیں رسّی سے آزاد تھیں لیکن اس کے ہاتھ ابھی تک پیچھے کی طرف باندھے ہوئے تھے۔ اویس نے دور تک جائزہ لیا۔

اس شخص نے کاشف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کاشف کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے بھی اس کی بیوی میرے سامنے موجود ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم نے اسے کہاں سے تلاش کرنا ہے۔ کیسے تلاش کرنا ہے۔ مجھے وہ ہر حال میں چاہئے۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ میں اسے تلاش کر لوں گا۔'' کاشف نے فوراً ہامی بھری۔ ''یہ میری فکر ہے۔''

''اسے کھول دو اور کہو کہ یہ بھاگ جائے۔'' اس نے کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا۔

ایک نے کاشف کا اشارہ پاتے ہی اس کے ہاتھوں کی رسّی کھول دی۔ کاشف نے کہا۔

''جاؤ بھاگ جاؤ۔''

کاشف کا اتنا کہنا تھا کہ اویس نے انتظار نہیں کیا اور سامنے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ کاشف اور اس شخص کا خیال تھا کہ اویس بھاگنے میں تذبذب کا شکار ہوگا کہ کہیں پیچھے سے اس پر گولی نہ چلا دی جائے۔ وہ ڈرے گا لیکن ان کی سوچ کے برعکس وہ کمان سے نکلے تیر کی طرح بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتا ہوا وہ کافی آگے نکل گیا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف متحیر نگاہوں سے دیکھا اور پھر اس نے جلدی سے اشارہ کیا۔ کاشف نے دوسرے آدمی کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ فوراً ویگن کی طرف بڑھا۔ اس نے ویگن کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی غراتے ہوئے چھ خونخوار قسم کے کتے باہر نکلے اور اس شخص نے ایک کتے کا نام لے کر اس طرف اشارہ کیا جس طرف اویس بھاگا تھا۔ وہ کتا اس طرف بھاگا اور اس کے پیچھے باقی پانچ کتے بھی بھاگنے لگے۔

تاریک ماحول میں کتوں کے بھاگنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کھیل کو جاری ہوئے کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ پولیس کی بھاری نفری وہاں پہنچ گئی۔ جس نے ان سب کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پولیس کا مخبر انہیں یہاں تک لے کر آیا تھا۔ اگر وہ کچھ دیر پہلے اس جگہ

آ کر اپنی پوزیشن سنبھال لیتے تو شاید اویس کے پیچھے کتے چھوڑنے کی نوبت نہ آتی۔

وہ سب پولیس کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ وہ چاروں طرف سے گھر چکے تھے۔ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

☆=======☆=======☆

اویس پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا۔

کتے اس کے پیچھے تھے۔ میدانی علاقہ جلدی ہی ختم ہو گیا تھا۔ سامنے جابجا درخت تھے۔ وہاں چاند کی روشنی پوری طرح سے نہیں پہنچ رہی تھی۔ اویس کے لئے بھاگنا مشکل ہو رہا تھا لیکن اسے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا تھا۔ وہ سیدھا بھاگ رہا تھا۔

ایک کتا سب سے آگے تھا۔ اس کی رفتار دوسرے کتوں سے زیادہ تھی۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور نوکیلے دانت باہر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی تیز نگاہیں اویس پر مرکوز تھیں اور اس کی بھاگتی ہوئی ٹانگوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے ان میں بجلی بھری ہوئی ہے۔ اویس اور اس کتے میں ستائیس قدموں کا فاصلہ تھا۔ جسے وہ کتا عبور کرنے کی پوری تگ ودو میں تھا جبکہ اویس بھی اس سعی میں تھا کہ اس فاصلے کو کم نہ ہونے دے۔

تعاقب، بھاگنے اور اپنے آپ کو بچانے کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور درختوں کے جُھنڈ بھی ختم ہو گئے۔ سامنے پھر میدانی علاقہ آ گیا۔ چاند کی روشنی میں دیکھنا ممکن ہو گیا تھا۔ اویس دور یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ریلوے کا ٹریک کہاں ہے، لیکن اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کشمکش میں ایک طرف سے آتی ہوئی ٹرین کی آواز، اور اس کی تیز روشنی کا نقطہ دکھائی دینے لگا۔

اویس کی سانس پھول چکی تھی۔ مزید تیز بھاگنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ شاید وہ گر جاتا اور خونخوار کتے اسے نوچ کھاتے لیکن اسے اپنی جان بچانی تھی۔ ابھی اسے عینی سے بھی ملنا تھا۔ وہ بھاگتا رہا اور کتے اس کے پیچھے لگے رہے۔

ٹرین کی رفتار زیادہ نہیں تھا۔ انجن اس کے سامنے سے گزر گیا اور ڈبے گزرنے لگے۔ اویس کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح سے کسی ڈبے میں بھاگتے ہوئے سوار ہو جائے۔ سردی کے اس موسم میں ٹرین کے ہر ڈبے کا دروازہ بند تھا۔ وہ ٹرین کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ ٹرین آگے گزرتی جا رہی تھی۔ کتے اس کے پیچھے تھے۔ سب سے آگے والے کتے کا فاصلہ اتنا ہی تھا۔

اچانک ایک ٹرین کے ڈبے کا دروازہ کھلا۔ ایک آدمی جس کا چہرہ ٹھیک سے اویس بھاگتے ہوئے دیکھ نہیں سکا تھا، وہ دروازے پر آیا۔ اس نے پہلے کتوں کی طرف اور پھر اویس کی جانب دیکھا۔ اس آدمی نے اپنا ایک ہاتھ اویس کی طرف بڑھا دیا۔ اویس نے بھاگتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑنے کے لئے اپنا بھی ہاتھ بڑھایا۔

اس آدمی نے اپنے ایک ہاتھ سے ٹرین کے دروازے میں لگا ہوا راڈ پکڑا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ اویس کی طرف بڑھائے وہ تقریبا اس کی جانب جھکا ہوا تھا۔ اویس کے پیچھے بھاگتے ہوئے کتے کا فاصلہ کم ہو گیا تھا۔ شاید دونوں کے درمیان چند قدم حائل رہ گئے تھے۔

اچانک اویس نے اپنا ہاتھ اس آدمی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس آدمی نے پوری قوت سے اویس کو اپنی جانب کھینچ لیا اور اویس ٹرین میں سوار ہو گیا۔ ٹرین چلتی رہی اور وہ کتے بھاگتے ہوئے پیچھے رہ گئے۔ ٹرین کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی تھی۔

☆=======☆=======☆

کمرا خوف کی تصویر دکھائی دے رہا تھا۔

اس کمرے میں ایک پرانا پلنگ پڑا ہوا تھا۔ اس پر کالی چادر بچھی ہوئی تھی۔ پلنگ کے ساتھ ایک میز پڑی ہوئی تھی جس پر ایک سانپ اپنا پھن پھیلائے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک مری ہوئی چھپکلی تھی۔ کمرے کی نکڑ میں فرش پر ایک انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ کمرے میں عجیب سی دہشت اور خوف چھایا ہوا تھا۔ فرش پر اور بھی جانے کیا کچھ بکھرا ہوا تھا۔

وہ بوڑھی عورت جس کی کمر قدرے جھکی ہوئی تھی۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر وہ اس کمرے سے باہر نکل آئی اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔

کمرے کے باہر عینی بیٹھی ہوئی تھی۔ جونہی وہ بوڑھی عورت باہر نکلی وہ اس کی طرف دیکھ کر چونکی۔

''اس گھر میں کیسی تنہائی تھی۔ تم آ گئی ہو تو مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔ تمہیں یہاں کوئی پریشانی تو نہیں ہو رہی ہے۔'' بوڑھی عورت اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''میں جانا چاہتی ہوں۔'' عینی کو اس جگہ وحشت سی ہونے لگی تھی۔ عجیب سے وسوسے اسے گھیرنے لگے تھے۔

''کہاں جاؤ گی اس وقت؟'' بوڑھی عورت نے پوچھا۔ ''رات ہو چکی ہے۔ تم بیٹھ جاؤ۔ صبح چلی جانا۔''

عینی سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ''میرا گھر ہے یہاں۔ میں ابھی چلی جاتی ہوں۔''

''یہ بھی تو تمہارا گھر ہے۔ تم یہاں رہو میرے پاس۔ مجھے بہت اچھا لگے گا۔'' بوڑھی عورت مسکرائی۔

''نہیں مجھے جانا ہے۔'' عینی کھڑی ہو گئی۔

''میں ایک عرصے سے یہاں اکیلی ہی رہ رہی ہوں۔ میرے تمام رشتے دار مجھے چھوڑ گئے ہیں۔ کوئی بھی مجھے نہیں ملتا۔ مجھ سے کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس محلے کے لوگ، خواتین بھی مجھ سے بات نہیں کرتی ہیں۔ مجھے دیکھ کر راستہ بدل لیتی ہیں۔ بچے مجھ سے ڈرتے ہیں۔ کسی کے دل میں بھی میرے لئے پیار نہیں ہے۔'' بوڑھی عورت اس کی طرف دیکھتی ہوئے کہنے لگی۔ اس کے لہجے میں جیسے دکھ تھا۔

عینی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اسے وہ بوڑھی عورت دکھی اور تنہائی کی ماری ہوئی لگی۔

''تم مجھ سے پوچھو گی نہیں؟'' بوڑھی عورت نے اچانک اس کی طرف دیکھ کر معصومیت سے کہا۔

''کیا؟'' عینی چونکی۔

''یہ کہ سب لوگ مجھ سے کیوں بات نہیں کرتے؟ یہ لوگ مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔'' بوڑھی عورت بولی۔

''کیوں نہیں بات کرتے؟'' عینی کے منہ سے جیسے یہ سوال خود بخود نکلا ہو۔

بوڑھی عورت بولی۔ ''سب کہتے ہیں میں جادوگرنی ہوں۔ میں جادو کرتی ہوں۔ میرے پاس جادو ہے۔ میرے پاس جن بھوت ہیں۔ سب یہ ہی کہتے ہیں۔''

عینی متوحش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ گھر میں ایک دہشت اور خوف قدم جمانے لگا تھا۔

''تمہیں میں ایسی لگتی ہوں کیا؟''

''میں جا رہی ہوں۔''

''تم چلی گئی تو میں پھر اکیلی ہو جاؤں گی۔ تنہائی سے مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ تم مت جاؤ۔''

عینی نے دائیں بائیں دیکھا۔ اس کا گلا خشک ہونے لگا تھا۔ اچانک اسے پیاس محسوس ہونے لگی تھی۔ بوڑھی عورت نے فوراً پوچھا۔ ''پانی پینا ہے۔''

''ہاں۔'' عینی نے جواب دیا۔

''میں دیتی ہوں۔'' بوڑھی عورت اُٹھی اور سامنے پڑے ہوئے ایک گھڑے کے پاس چلی گئی۔ اس نے اس کے اوپر سے کپڑا ہٹایا۔ گھڑے کے منہ پر مکڑی کا جال بُنا ہوا تھا۔ بوڑھی عورت نے ہاتھ سے وہ جال ایک طرف ہٹایا اور پاس پڑا گلاس اُٹھا کر گھڑے کے اندر ڈالا اور

پانی کا بھر کر باہر نکال لیا۔ بوڑھی عورت نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''لو پانی پی لو۔''

عینی نے پانی کا گلاس پکڑا اور ایک گھونٹ لگا کر منہ سے الگ کر دیا۔ اسے عجیب سا ذائقہ محسوس ہوا تھا۔

''پی لو...... سارا پانی پی لو۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

عینی نے پانی کا گلاس ایک بار پھر منہ سے لگا لیا اور وہ ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔ خالی گلاس اس نے بوڑھی عورت کی طرف بڑھا دیا۔ اس سے گلاس لے کر وہ پھر گھڑے کے پاس آئی۔ گھڑے سے کپڑا ہٹایا تو مکڑی کا جال پھر گھڑے کے منہ پر ایسے ہی تھا جیسے وہ ابھی کچھ دیر قبل ٹوٹا ہی نہیں تھا۔ بوڑھی عورت یہ دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

وہ عینی کی طرف پلٹی تو عینی کرسی پر گری ہوئی تھی اور وہ گہری نیند میں چلی گئی تھی۔ بوڑھی عورت نے جھک کر اس کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ مسکرائی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ کہہ رہی تھی۔

''تم سب کچھ بھول جاؤ۔ جو کچھ بھی تمہارے دماغ ہے اسے بھول جاؤ۔ تم مجھے یاد رکھو۔ میرے حکم کو ماننے کے لئے ہر وقت تیار رہا کرو۔ تم میری بن کر رہو۔ کوئی اور میرا نہیں بنا۔ وہ کیسے میرا بنتے میں نے ان کو اپنا بنانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور مجھے ان سب سے نفرت ہے۔ وہ ٹھیک کہتے ہیں کہ میں جادوگرنی ہوں۔ ہاں میں جادوگرنی ہوں۔ میں عمل کرتی ہوں۔ میں اس عمل میں بہت آگے تک جانا چاہتی ہوں۔ سب پر حاوی ہونا چاہتی ہوں اور اس کے لئے مجھے تم جیسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی۔ تم نہ آتی تو میں اس محلے سے اس گلی سے کوئی لڑکی اپنے ساتھ لے جاتی لیکن تم آ گئی اور تم مجھے بہت اچھی لگی ہو۔ اب تم وہی کرو گی جو میں کہوں گی۔''

بوڑھی عورت کہہ کر چپ ہوگئی۔ پھر وہ ہنسی۔ اس کی ہنسی خوفناک قہقہوں میں بدل گئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بوڑھی عورت پاگل ہوگئی ہے۔

☆=======☆=======☆

عینی کی آنکھ کھلی تو اس نے غنودگی کے عالم میں اپنے اردگرد نگاہیں گھما کر دیکھا۔ اس کی نگاہ کمرے کی چھت سے ٹکرا رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں تو اس کا دماغ بھی بیدار ہو چکا تھا۔ عینی نے اپنی گردن اُٹھائی۔ وہ بستر

پر لیٹی ہوئی تھی۔ کمرے میں کھڑکی سے دھوپ کی کرنیں اندر آ رہی تھیں اور کمرا روشن ہو رہا تھا۔

عینی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کمرے میں وہ اکیلی ہی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ وہ اپنے آپ کو ہلکی پھلکی محسوس کر رہی تھی۔ اس کے دماغ پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ وہ چہرے سے ایک دم کھلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

عینی کھڑکی کے پاس چلی گئی۔ اس نے کھڑکی کا ایک پٹ کھولا تو دھوپ اس کے چہرے پر پڑنے لگی۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس نے کھڑکی کا پٹ بند کر دیا اور پھر اپنے بستر کی طرف مڑی، اسی اثنا میں کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ بوڑھی عورت اپنی جھکی ہوئی کمر اور مکار چہرے کے ساتھ اندر آ گئی۔

''تم جاگ گئی ہو گڑیا؟'' بوڑھی عورت نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

عینی اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ ''ہاں میں جاگ گئی ہوں۔''

''بھوک لگ رہی ہے؟'' اُس نے سوال کیا۔

''کھانے کے لئے کیا ہے؟'' عینی بستر پر بیٹھ گئی۔

''جو تم چاہو وہی تمہارے سامنے پیش کر دوں گی۔ جو تمہارا دل چاہے وہ میں تمہیں کھلاؤں گی۔'' بوڑھی عورت مسکرائی۔

''میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں جوس پیوں۔ مزے دار اور تازہ پھل کا جوس۔'' عینی نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا۔

''ابھی تمہارے سامنے رکھ دوں۔'' بوڑھی عورت نے پیار سے دریافت کیا۔

''نہیں ابھی نہیں......'' عینی نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر وہ بولی۔ ''ہاں ابھی لے آؤ۔''

بوڑھی عورت نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ناٹے قد والا آدمی کمرے میں نمودار ہوا جس نے ہاتھ میں ٹرے پکڑی ہوئی تھی جس پر جوس کا بھرا ہوا جگ پڑا تھا اور ساتھ ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ ناٹے قد والے نے وہ ٹرے تپائی پر رکھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

''جوس حاضر ہے تم جتنا چاہو پی لو۔'' بوڑھی عورت بولی۔

عینی نے جوس گلاس میں ڈالا اور آدھا گلاس پینے کے بعد گلاس رکھ دیا۔ ''ایک بات پوچھوں۔''

''ہاں پوچھو۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

''ہم کب سے یہاں رہ رہے ہیں؟'' عینی نے سوال کیا۔

''ہمیں یہاں کئی سال ہو گئے ہیں رہتے ہوئے۔'' بوڑھی عورت بولی۔

''کتنے سال ہو گئے ہیں۔'' عینی نے پھر پوچھا۔

''تم نے پوچھ کر کیا کرنا ہے۔ چھوڑو اس سوال کو۔'' بوڑھی عورت نے پیار سے کہا۔ ''کوئی اور بات کرو۔''

عینی چپ ہو گئی اور پھر بولی۔ ''بس اور کچھ نہیں۔''

''تم منہ ہاتھ دھو لو میں باہر ہوں۔'' بوڑھی عورت نے کہا اور اُٹھ کر کمرے سے باہر جانے کے لئے دروازے کے پاس گئی۔ اپنی گردن گھما کر اس نے عینی کی طرف دیکھا اور ایک مکار مسکراہٹ اس کے چہرے پر سج گئی۔

بوڑھی عورت کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ عینی اپنی جگہ بیٹھی ہوئی جوس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ وہ سوچ بھی رہی تھی۔

بوڑھی جادوگرنی نے اپنے عمل سے عینی کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس کی سوچوں کو اس نے جانے کہاں منجمد کر دیا تھا۔ اس کی یادداشت کو اس نے سلب کر کے اپنے قبضے میں لے لیا تھا اور جو سوچ وہ عینی کے دماغ میں منتقل کرنا چاہتی تھی وہ اس نے کر دی تھی۔ اب عینی کو محض اس بوڑھی عورت کے سوا اور کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ باقی وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔

☆=======☆=======☆

ٹرین بھاگ رہی تھی۔

وہ ٹرین کا فرسٹ کلاس ڈبہ تھا۔ ٹرین کے اس ڈبے میں مسافروں کا زیادہ رش نہیں تھا۔ مسافر چند تھے جو کہ بکھر کر بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے۔ اویس بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک اپنے محسن کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ ٹرین کے فرش پر ہی بیٹھ گیا تھا اور آنکھیں بند کر کے لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد اویس کی سانس بحال ہوئی اور اس کی دل کی دھڑکن بھی معمول پر آ گئی تھی۔ پہلی بار اس نے اپنے سامنے کھڑے اس آدمی کی طرف دیکھا جس نے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے ٹرین میں سوار ہونے میں مدد دی تھی۔ وہ اس کے پاس ہی سیٹ پر بیٹھا اس کی جانب متوجہ تھا۔

وہ ایک صحت مند شخص تھا۔ اس کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی لیکن اپنی اچھی صحت

سے وہ عمر سے کم ہی لگتا تھا۔ اس کی آنکھوں پر چھوٹے فریم کا جاذب نظر چشمہ ٹکا ہوا تھا۔ اس کا لباس بہترین تھا۔

ایک بار پھر اس نے اپنا ہاتھ اویس کی طرف بڑھایا۔ ''آپ اُٹھ کر یہاں آ جائیں۔'' اس کا لہجہ شائستہ اور خلیق تھا۔

اویس نے ایک بار پھر اس شخص کا ہاتھ تھام لیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اویس نے محسوس کیا کہ اس شخص کے ہاتھ میں قوت تھی۔ اس کا ہاتھ روئی کے گالے کی طرح نرم تھا۔

''آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میری مدد کی۔'' اویس نے ممنون نگاہوں سے دیکھا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس جگہ کی آمنے سامنے والی سیٹیں اور برتھ خالی تھے۔ وہ دونوں ہی اس طرف براجمان تھے۔

وہ شخص اویس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک طرف پانی کی بوتل، تھرماس، گلاس، کپ اور پھلوں کی ایک چھوٹی سی ٹوکری پڑی ہوئی تھی۔

''پانی پیئیں گے یا پھر گرم چائے بھی ہے میرے پاس۔'' اس شخص نے اویس کے جواب کا انتظار کیا۔

''تھوڑے سے پانی کے بعد اگر گرم چائے مل جائے تو آپ کی مہربانی ہوگی۔'' اویس کو چائے کی طلب ہو رہی تھی۔

وہ مسکرایا۔ ''شکریہ اور مہربانی کا لفظ آپ نے دوسری دفعہ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ میں نے وہی کیا جو ایک انسان کو اپنے بھائی کے لئے مشکل گھڑی میں کرنا چاہئے۔ اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس شخص نے بوتل سے پانی ایک گلاس میں ڈالا اور پھر وہ اویس کی طرف بڑھا کر اس نے دو کپ سیدھے کئے اور تھرماس سے چائے ڈال کر ایک کپ اویس کی طرف بڑھا دیا۔ تب تک اویس پانی پی چکا تھا۔ خالی گلاس اس نے خود اس جگہ رکھنے کے بعد شکریہ کہتے ہوئے چائے کا کپ لے لیا۔

''رات کے اس وقت کتوں کا پیچھے دوڑنا اور اس ویران جگہ پر آپ کا بھاگنا مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔'' اس شخص نے چائے کا ایک گھونٹ لینے کے بعد اپنے اندر مچلنے والے سوال کو زبان کی نوک پر لا کر نکال دیا۔

اویس اس سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس شخص نے اس کے ساتھ ہمدردی ضرور کی تھی لیکن وہ اس کے لئے ایک اجنبی ہی تھا۔ اس لئے اس نے چائے کے

دو گرم گھونٹ لینے کے بعد اختصار سے جواب دینے کو ترجیح دی۔

''دراصل میں اس شہر میں اپنے کام کے سلسلے سے آیا تھا لیکن کچھ غنڈے میرے پیچھے لگے گئے۔ ان سے جان چھڑا کر بھاگا تو انہوں نے میرے پیچھے یہ کتے چھوڑ دیئے۔ یہ ٹرین نہ آتی اور پھر آپ اس ڈبے کا دروازہ کھول کر میری مدد نہ کرتے تو شاید میری بوٹیاں اس ویرانے میں کہیں بکھری ہوتیں۔''

''مجھے آپ کی مدد کر کے خوشی ہوئی۔ مجھے خلیل احمد کہتے ہیں۔ چند کلومیٹر کی مسافت پر میرا شہر ہے۔ میں بہت کم ٹرین کا سفر کرتا ہوں لیکن آج میرا دل چاہا کہ میں ٹرین کا سفر کروں۔ شاید آپ سے ملاقات ہونی تھی اور مجھے نیکی کرنے کا موقع ملنا تھا۔'' اس شخص نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

''میرا نام اویس ہے۔ میرا تعلق لاہور شہر سے ہے۔'' اویس نے بھی اپنا نام بتایا۔

''کیا آپ اسی جگہ اُترنا چاہیں گے جہاں میرا سفر اختتام ہو رہا ہے یا کہ آپ کہیں آگے جانا چاہتے ہیں۔'' خلیل احمد نے پوچھا۔

''اس طرف میرے سفر کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ان کتوں سے جان بچانے کے لئے میں اس ٹرین میں سوار ہوا تھا۔ میں آگے جا کر کیا کروں گا۔ مجھے واپس لاہور جانا ہے۔'' اویس نے جواب دیا۔

''آپ میرے ساتھ ہی اُتر جائیے گا۔ رات میرے گھر گزاریں صبح آپ جہاں جانا چاہیں چلے جائیے گا۔'' خلیل احمد اپنی چائے ختم کر چکا تھا۔

اویس نے اپنے کپ میں بچے چائے کے چند گھونٹ لیتے ہوئے سوچا کہ اسے عینی کو بھی تلاش کرنا ہے۔ کہیں وہ لوگ عینی کو تلاش کر کے اسے نقصان نہ پہنچا دیں۔ یہ سوچتے ہی وہ بولا۔ ''کیا آپ کے شہر سے اس وقت لاہور جانے کے لئے کوچ وغیرہ مل نہیں جائے گی؟''

''ممکن ہے کہ مل جائے۔ کیونکہ میں کوچ میں سفر نہیں کرتا۔ کہیں آنا جانا ہو تو اپنی کار استعمال کرتا ہوں۔ دور کا سفر ہو تو جہاز میں بیٹھ جاتا ہوں اور موڈ بن جائے تو ٹرین کا ٹکٹ خرید لیتا ہوں۔'' خلیل احمد مسکرایا۔ ''آپ میرے گھر رات گزار کر صبح چلے جانا۔ آپ کو سفر کرنے میں آسانی رہے گی۔''

''لیکن میرا واپس جانا ضروری ہے۔'' اویس بولا۔

''ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ میرے گھر چلے جانا۔ کھانا وغیرہ کھانا چاہیں تو وہ کھا لینا۔

اس کے بعد میرا ڈرائیور آپ کو کوچ وغیرہ کے اڈے پر چھوڑ آئے گا۔ اس وقت میرا ڈرائیور ریلوے اسٹیشن کے باہر کار لے کر کھڑا ہوگا۔'' خلیل احمد نے خلوص سے پیشکش کی۔

اویس کو عینی کی فکر تھی۔ وہ اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اویس کو چپ دیکھ کر خلیل احمد نے پوچھا۔ ''کیا خیال ہے آپ کا؟''

اویس چونکا۔ ''کس بارے میں؟''

''آپ میرے گھر تک چلیں گے یا پھر نہیں؟'' خلیل احمد کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

اویس کو اپنے حلئے کا بھی خیال آیا۔ اس کا ہونٹ ایک طرف سے پھٹا ہوا تھا۔ بھاگتے ہوئے اس کے جوتے بھی مٹی میں اَٹے ہوئے تھے۔ بالوں میں بھی مٹی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ اپنے شہر کی طرف جانے سے پہلے ایک بار پہلے اپنا حلیہ ٹھیک کر لے۔

''آپ کو میری وجہ سے تکلیف ہوگی۔'' اویس نے انکساری سے کہا۔

''میری مہمان نوازی ٹھکرا کر آپ مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔'' خلیل احمد کا اخلاق متاثر کن تھا۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔'' اویس مسکرایا۔

''کسی سے بھی مل کر مجھے اچھا لگتا ہے۔ مجھے خوشی ہوگی کہ میں آپ کو اپنے گھر میں مہمان رکھوں۔ آپ آرام کرنا اور پھر صبح بھلے جانا ہو تو چلے جانا۔'' خلیل احمد نے کہا۔ ''جیسے ہی یہ ٹرین رکے گی۔ ریلوے اسٹیشن پر میرا ڈرائیور گاڑی لے کر کھڑا ہوگا۔''

اویس ہر لمحہ عینی کے بارے میں مضطرب تھا۔ اس کا دماغ اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب یہ بات اسے تو معلوم نہیں تھی کہ وہ سب لوگ پولیس کی حراست میں چلے گئے ہیں۔ وہ متفکر تھا کہ کہیں عینی ان کو مل نہ جائے۔

''کیا سوچ رہے ہیں آپ۔'' اچانک خلیل احمد نے پوچھا۔

اویس چونکا۔ ''نہیں کچھ نہیں۔''

''تو پھر تیاری کر لیں اسٹیشن آ رہا ہے۔'' خلیل احمد نے اپنی چیزیں اپنے بیگ میں رکھنا شروع کر دی تھیں۔ اویس اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ اس مخمصے میں تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ کسی بھی نتیجے پر پہنچنے سے قاصر تھا۔

☆=======☆=======☆

ٹرین شہر کے ریلوے اسٹیشن پر رک گئی تھی۔ اس جگہ کے مسافر اُترنے لگے تھے۔ خلیل

احمد بھی اویس کو لے کر ریلوے اسٹیشن سے باہر آ گیا تھا۔ ڈرائیور انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف بڑھا اور خلیل احمد کے ہاتھ سے بیگ لے کر ان کے آگے آگے چلنے لگا۔

اویس آتے جاتے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ اسی طرح چلتے ہوئے وہ ایک قیمتی گاڑی تک چلا گیا۔ ڈرائیور نے ایک طرف کا دروازہ کھولا۔ خلیل احمد کار میں بیٹھ گیا اور اویس اس کے برابر براجمان ہو گیا۔

کار اس جگہ سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔ دو تین بار خلیل احمد نے اویس کا جائزہ لیا۔ پھر پوچھا۔

”کیا بات ہے آپ پریشان ہیں۔ اگر آپ کا دل نہیں مان رہا ہے تو میں آپ کو کوچ کے اڈے تک چھوڑ دیتا ہوں۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ویسے کوچ مل جائے گی؟“ اویس نے نفی میں سر ہلا کر پوچھا۔

”ساری رات سروس چلتی رہتی ہے لیکن میں نے آپ کو ہمدردی کے طور پر روکنا چاہا تھا۔ جب انسان کسی تکلیف سے گزرتا ہے تو وہ اس کرب سے دیر تک باہر نہیں نکلتا ہے۔ میں یہ ہی چاہتا تھا کہ آپ اگر میرے ہاں آرام کر لیں گے تو آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے نجات پا لیں گے۔ آپ کا دماغ فریش ہو جائے گا۔“ خلیل احمد بولا۔

اویس خود بھی تھک چکا تھا۔ اس کا جسم کچھ دیر کے لئے آرام چاہتا تھا۔ اسے بھوک بھی خوب لگ رہی تھی۔ جسم میں کمزوری کا احساس بھی ہو رہا تھا لیکن جو بات ان سب چیزوں کو نظر انداز کرنے پر اسے مجبور کر رہی تھی، وہ عینی کا خیال تھا۔ اس کی فکر تھی۔ وہ اس کے لئے بہت ہی مضطرب تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ جب اویس کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو اس نے بادل نخواستہ اثبات میں سر ہلا دیا۔

اویس نے یہ بھی سوچا کہ یہ شخص مہربان دل کا مالک لگتا ہے۔ اگر اس کا چہرہ یہی ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہے تو وہ عینی کے بارے میں اس سے تذکرہ کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی اس کی مدد کر سکے۔ یہ کوئی بڑا سرمایہ دار معلوم ہوتا ہے۔ اس کے تعلقات بھی ہوں گے۔ ممکن ہے عینی کے معاملے میں اسے مدد مل جائے۔ وہ خود اکیلا عینی کو تلاش کرنے میں ناکام ہو سکتا ہے۔

اس خیال نے اویس کے دل کو کچھ حوصلہ دیا۔ اب اسے یہ جاننا تھا کہ خلیل احمد واقعی وہی ہے جو اس کے سامنے ہے۔ یا اس کا دوسرا چہرہ کاشف کی طرح مخفی ہے۔ جو جانے کیسا منکشف ہو۔

کار ایک بہت بڑے بنگلے کے گیٹ کے سامنے جا کر رکی۔ ایک ہی ہارن سے گیٹ کھلا۔ کار اندر چلی گئی۔ پورچ میں جا کر کار رکی۔ دونوں باہر نکلے۔ اویس نے دیکھا کہ اندر ایک بڑا لان ہے اور سامنے خوبصورت بنگلہ ایستادہ ہے۔ چاروں طرف روشنیاں جل رہی ہیں۔

خلیل احمد، اویس کو لے اندر چلا گیا۔ چلتے ہوئے اچانک اویس کی نظر کار کی نمبر پلیٹ پر پڑی۔ جس کار میں وہ آیا تھا اس کار کا نمبر ستائیس تھا۔ اپنے برابر میں چلتے ہوئے خلیل احمد کی طرف دیکھ کر اویس نے کہا۔

”آپ کی کار کا نمبر خوب ہے۔ ستائیس۔“

”ہاں...... یہ نمبر میں نے خاص طور پر لیا تھا۔“ خلیل احمد مسکرایا۔

”ستائیس کے ہندسے سے کوئی خاص رغبت ہے۔“ اویس نے پوچھا۔

”ایسی بھی نہیں۔ دراصل جب میں نے یہ پلاٹ خریدا تو اس پلاٹ کا نمبر ستائیس تھا۔ میں نے کار بھی اسی نمبر کی لے لی۔ بلکہ آج اتفاق دیکھو کہ جس ڈبے میں مَیں سفر کر رہا تھا اس کا نمبر بھی ستائیس تھا۔“ خلیل احمد نے بتایا اور اویس یہ سب سن کر چونکا۔

مین دروازے سے جب وہ دونوں اندر گئے تو اویس کی آنکھیں خیرہ رہ گئیں۔ وہ کشادہ نشست گاہ تھی۔ سجاوٹ ایسی تھی کہ جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں بنے ہوئے بنگلے میں آ گیا ہے۔

خلیل احمد کو دیکھ کر ایک ملازم تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

”کیسے ہو بشیر؟“ خلیل احمد نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

”جی میں بہتر ہوں۔“ اس نے عجز و انکساری سے جواب دیا۔

”کوئی نئی تازہ؟“ خلیل احمد نے دریافت کیا۔

”سب ٹھیک ہے بس ابھی کچھ دیر پہلے فارم ہاؤس سے بیگم صاحبہ واپس آئی ہیں۔“ بشیر نے بتایا۔

اس کی بات سن کر خلیل احمد چونکا اور پریشان ہو کر بولا۔ ”وہ تو کل واپس آنے والی تھیں۔“

''ابھی ابھی آئی ہیں۔''اس نے کہا۔

''میرا پوچھا تھا۔''خلیل احمد نے ایک نظر اویس کی طرف دیکھ کر بشیر سے سوال کیا۔ پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''آتے ہی انہوں نے سب سے پہلے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔''بشیر نے کہا۔

''اس وقت کہاں ہیں۔''خلیل احمد نے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں گئی ہیں۔''اس نے جواب دیا۔

''تم ایسا کرو کہ انہیں کمرے میں لے جاؤ۔ یہ میرے مہمان ہیں۔ ان کی اچھی سی سیوا کرنا۔''خلیل احمد زبردستی مسکرایا۔

''جی بہت بہتر۔''ملازم بڑی عزت اور احترام سے اویس کو اوپر لے گیا۔ ملازم نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اویس کمرے میں چلا گیا۔

''آپ کچھ کھائیں گے۔''بشیر نے پوچھا۔

''اگر کچھ کھانے کے لئے مل جائے تو مہربانی ہوگی۔''اویس نے بلا تکلف کہا۔ کیونکہ اسے شدید بھوک لگ رہی تھی۔ ملازم دروازے سے ہی چلا گیا۔ اویس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔

اویس جب کمرے سے باہر نکلا تو اس وقت دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ اویس کی اجازت سے ملازم ایک ٹرے سمیت اندر آ گیا۔ اس نے ٹرے ایک طرف میز پر رکھی اور مؤدب ہو کر بولا۔

''کچھ اور چاہئے جناب؟''

''نہیں بس ٹھیک ہے۔''اویس بولا۔ ملازم چلا گیا۔ کھانا کھانے سے قبل اویس کو عینی کا شدت سے خیال آیا اور اس کا دل چاہا کہ وہ کچھ بھی نہ کھائے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ اسے پتہ نہیں کتنا بھاگنا پڑے۔ پیٹ میں جائے گا تو وہ کچھ کرنے کے قابل ہوگا۔ وہ اس کھانے سے اپنے جسم میں توانائی حاصل کر سکے گا۔

اویس نے کھانا کھایا اور پھر اُٹھ کر ہاتھ دھونے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ جب وہ باہر نکلا تو وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ کیونکہ جس کرسی پر کچھ دیر قبل بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا، وہاں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بڑے اطمینان سے شمک براجمان تھا۔

''تم کب آئے؟''اس کی طرف دیکھتے ہی اویس نے سوال کیا۔

''ابھی آیا ہوں۔''اس نے جواب دیا۔

''عینی کا کچھ پتہ چلا۔''اویس نے پوچھا۔

''نہیں۔''اس نے نفی مین گردن ہلا دی۔

''پھر کیوں آئے ہو۔''اویس پریشان ہو گیا۔

''کچھ بتانے کے لئے آیا ہوں۔''شمک اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا بتانا چاہتے ہو؟''اویس اس کی طرف گھوما۔

''اس گھر میں کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔''شمک نے کمرے کے دروازے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں۔

''کیا گڑبڑ ہونے والی ہے؟''اویس نے پوچھا۔''جواب دو اور مجھے بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو تم؟''

''یہ مجھے پتہ نہیں چل سکا لیکن کچھ ایسا ہونے والا ہے کہ تم اس جال میں پھنسنے والے ہو۔''شمک نے جواب دیا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو، کھل کر بتاؤ۔''اویس مضطرب ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ ایک مصیبت سے باہر نہیں نکلا اور وہ دوسری آفت کا پیام لے کر آ گیا ہے۔ وہ اُلجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

''جتنا پتہ تھا تمہیں بتا دیا ہے۔''شمک لاپروائی سے بولا۔ اویس اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا کہ آج اس کے لہجے میں لاپروائی اور اطمینان کا عنصر نمایاں ہے۔ یہ ایک عجیب تغیر تھا۔

اویس سوچتے ہوئے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ شمک سے کچھ بھی نہ پوچھے اور اسے کہہ دے کہ وہ اس کے سامنے سے چلا جائے۔ وہ اندرونی طور پر شدید اُلجھن کا شکار تھا۔

''ایک بات بتاؤ گے؟''اچانک اویس نے اس کی طرف دیکھا۔

''پوچھو۔''شمک بولا۔

''کیا تمہارے علم میں اتنا ہی ہے کہ یہاں کچھ ہونے والا ہے اور کیا ہونے والا ہے یہ تم نہیں جانتے؟''اویس نے متانت سے پوچھا۔

''ہاں...... کیونکہ میری طاقت اور استطاعت جہاں تک ہے وہاں تک میں نے زور

آزمائی کرلی ہے۔''شمک اسی جگہ ٹہلنے لگا۔

اویس اسے کوئی سوال کرنے کی بجائے اس کا جائزہ لینے لگا۔ شمک بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ یہ خاموشی کچھ طویل ہوتی جارہی تھی۔ یک دم شمک بول پڑا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟''

''انتظار کررہا ہوں۔''اویس بولا۔

''کس چیز کا انتظار کررہے ہو۔''شمک نے پوچھا۔

''میں اس چیز کا انتظار کررہا ہوں کہ جو ہونا ہے وہ ہو، تاکہ مجھے بھی پتہ چلے کہ کیا ہونے والا ہے۔''اویس بولا۔

''وہ تو اسی وقت ہوگا جب اسے ہونا ہوگا۔''شمک مسکرایا۔

''اور وہ کب ہوگا۔''اویس نے تیزی سے سوال کیا۔

''یہ میں نہیں جانتا۔''شمک نے کندھے اچکائے۔

''لیکن ابھی تم نے کہا تھا کہ سات منٹ کے بعد یہاں کچھ ہوگا۔''اویس کا لہجہ تیز تھا۔

''میں نے سات منٹ کا ذکر نہیں کیا تھا۔''شمک بولا۔

''تم نے ابھی کہا تھا۔''اویس نے اپنی بات پر زور دیا۔

''سات منٹ کا میں نے نہیں کہا تھا۔''شمک ٹہلتے ہوئے رک گیا۔

''تم بھول رہے ہو۔''اویس فوراً بولا۔

''مجھے کچھ بھی نہیں بھولتا۔ سب کچھ یاد رہتا ہے۔ کیا کہا تھا وہ بھی جانتا ہوں اور کیا نہیں کہا تھا وہ بھی میرے علم میں ہوتا ہے۔''شمک کو بھی اچانک غصہ آ گیا۔

''پھر اس بار تم کیسے بھول گئے۔''اویس نے اس کے سامنے کھڑے ہوکر اسی تیز لہجے میں کہا۔

''میں سات منٹ کا کیوں کہتا۔ کیونکہ سات منٹ میں تو کچھ ہونے والا ہی نہیں تھا۔'' شمک اس کے اس تقاضے سے جھنجلا گیا تھا۔

''تو کتنے منٹ میں کچھ ہونے والا ہے؟''اویس نے سرعت سے پوچھا۔

''کل ہوگا ناشتے سے کچھ دیر بعد۔''شمک نے اکتا کر جواب دیا۔ اس کے لہجے میں شدید غصے کا عنصر تھا۔

''کیا ہوگا؟''اویس کے اس سوال پر شمک یک دم چپ ہوگیا۔ وہ اویس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر گہری متانت آ گئی تھی۔ کچھ کہنے کی بجائے وہ گھوما اور بولا۔

''تم نے مجھے غصہ دلا دیا ہے۔ پھر ملاقات ہوگی۔''اس کے ساتھ ہی وہ دروازے میں تحلیل ہوگیا۔ کمرے میں اویس کھڑا رہا۔

بہت سی باتیں اور کئی سوال اس کے دماغ میں سانپ کی طرح رینگنے لگے۔ وہ سوچنے لگا کہ شمک اس سے یہ ہی کہتا ہے کہ اس کے پاس اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ وہ شیشے کا گلاس توڑ سکے لیکن وہ خود دیوار میں گھس کر گم ہوجاتا ہے۔ اوپر سے نیچے چھلانگ لگا دے تو بھی اسے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ وہ آنے والے کسی بھی واقعے کے بارے میں بتا سکتا ہے لیکن اس دنیا میں زندہ عینی کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

اویس شکوک میں مبتلا ہوگیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ شمک اسے پوری بات نہیں بتاتا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے ساتھ رُونما ہونے والے واقعات اس کا رچایا ہوا کھیل ہیں؟

ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس کو یہ نہیں پتہ کہ کب اس گھر میں کچھ ہونے والا ہے اور جب اویس نے اس سے جان بوجھ کر بحث اور تکرار کی تو اس نے بتا دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سب جانتا ہے۔ اس کے آگے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس سے فریب کررہا ہے۔ کیا شمک اس کے ساتھ کوئی کھیل کھیل رہا ہے؟

☆=======☆=======☆

اویس نے وہ رات کانٹوں کے بستر پر گزاری تھی۔

ایک پل بھی اسے چین نہیں آیا تھا۔ وہ عینی کے بارے میں ہی سوچتا رہا تھا کہ وہ جانے کہاں اور کس حال میں ہوگی۔

رات ایسے ہی گزر گئی۔ صبح ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ وہ خلیل احمد سے اجازت لے اور اس جگہ سے چلا جائے۔ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اویس نے اس جانب دیکھا۔ دروازے میں ایک موٹی عورت قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی کھڑی تھی۔

وہ خلیل احمد کی بیوی تھی۔ اس کا نام بیگم نور تھا۔ جس قدر خلیل احمد خلیق، رحم دل اور بااخلاق تھا، اس کے برعکس وہ عورت انتہائی بدتمیز، انا پرست، سخت دل اور منہ پھٹ تھی۔ اس

کے قریبی لوگ کہتے تھے کہ اس کے سینے میں دل کی بجائے پتھر کا ایک ٹکڑا دھڑکتا ہے۔ جس میں کسی کے لئے بھی کوئی رحم نہیں ہے۔

بیگم نور کی ہی یہ ساری جائیداد تھی۔ اسے گھوڑے پالنے کا شوق تھا۔ کسی دور میں خلیل احمد اس کا منیجر ہوا کرتا تھا۔ بیگم نور نے اس سے شادی کر لی تھی۔ حکم چلانے کی اسے عادت تھی اور خلیل احمد کو بھی اس نے اپنے حکم کی نوک پر ہی رکھا ہوا تھا۔ بیگم نور سے شادی کرنے کے بعد خلیل احمد کو اس غلطی کا شدید ترین احساس ہوا تھا کہ اسے اس عورت سے کسی بھی صورت شادی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ وہ جانے کیسے اس کے لئے رضامند ہو گیا تھا۔ نوکری چھوڑ کر تو وہ کسی وقت بھی جا سکتا تھا لیکن شادی کے بندھن میں بندھ کر اس کے ہاتھ پاؤں اور زبان کو بھی زنجیر پڑ گئی تھی۔

خلیل احمد اس کا ملازم ہی تھا۔ شوہر تو وہ اس وقت ہوتا تھا جب کبھی بیگم نور اسے شوہر کے روپ میں دیکھنے کی متمنی ہوتی تھی۔ نور بیگم نے اس سے شادی بھی اسی لئے کی تھی کہ وہ سارا حساب کتاب جانتا تھا۔ وہ ذہین تھا۔ ایسا بیک وقت ملازم اور شوہر اسے شاید ہی ملتا۔

بیگم نور کے عقب میں خلیل احمد کھڑا تھا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ بیگم نور نے اویس کا جائزہ لیا اور اس سے مخاطب ہوئی۔

''تم کب سے خلیل کو جانتے ہو؟''

اویس نے ایک نظر خلیل احمد کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''ابھی ٹرین میں ملاقات ہوئی تھی۔''

''مجھے سچ سننے کی عادت ہے۔ یہ کام سے گیا تھا۔ اس کی واپسی کل تھی۔ یہ آج واپس آ رہا ہے۔ تمہارا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس نے کل کا دن اور رات کہاں گزاری ہے۔''

بیگم نور اس کے سامنے اکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

اویس کے لئے یہ صورتِ حال بڑی حیران کن تھی۔ وہ بولا۔ ''میم ہماری ملاقات ٹرین میں ہی ہوئی تھی۔''

''تمہارا تعلق کیا ہے اس سے؟'' بیگم نور بدتمیزی سے پوچھ رہی تھی۔

''کچھ بھی نہیں۔'' اویس نے نفی میں گردن ہلائی۔

''اور تم اسے گھر لے آئے؟ میں پاگل ہوں کہ کچھ جان نہیں سکتی۔ کون ہے یہ اور تم نے کل کا دن کہاں گزارا ہے مجھے بتاؤ۔'' بیگم نور چیختی ہوئی خلیل احمد کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی

طرف بڑھنے لگی۔

''یہ مشکل میں تھے اور میں انہیں گھر لے آیا تھا۔'' خلیل احمد خوفزدہ تھا۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے کل کا دن ایک عورت کے ساتھ گزارا تھا۔'' وہ چیخ رہی تھی اور اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ خلیل احمد اُلٹے قدم پیچھے ہٹ رہا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' خلیل احمد نے فوری کہا۔

''یہ خبر مجھے میرے آدمی نے دی ہے۔'' بیگم نور بدستور اس کی بڑھ رہی تھی اور وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ جبکہ اویس بھی کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ متحیر سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ خلیل احمد کے پیچھے سیڑھیاں آ گئی تھیں۔

''آپ کو غلط خبر دی گئی ہے۔ میں اپنے ایک دوست کے ہاں رک گیا تھا۔'' خلیل احمد نے صفائی پیش کی۔ وہ اپنی بیوی سے ڈرتا تھا۔

''تم دوسری شادی کے چکر میں ہو۔ اس عورت کا نام عالیہ ہے۔ وہ بیوہ ہے اور تم اس کے ساتھ نکاح کرنے والے ہو۔'' بیگم نور کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

یہ سب سن کر خلیل احمد تذبذب کا شکار ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کا کیا جواب دے، یہ سچ تھا کہ وہ عالیہ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ بھی بیوی کا پیار چاہتا تھا لیکن اس نے کل کا دن کسی عورت کے گھر میں نہیں گزارا تھا۔

''مجھے میری بات کا جواب دو۔'' وہ غرائی۔

''میرا خیال ہے کہ ہم اس موضوع پر پھر بات کرتے ہیں۔ میرے مہمان نے جانا ہے۔ میں انہیں رخصت کر دوں۔''

''مجھے ابھی اپنے سوال کا جواب چاہئے۔'' بیگم نور کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

''ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔'' خلیل احمد نے کہا۔

''تم بات کو گھمانا چاہتے ہو۔ سچ کو چھپا کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔ تم کام سے کسی بھی شہر جاتے ہو تو میری آنکھیں تم پر ہی ہوتی ہیں۔'' بیگم نور بولی۔

''بہتر ہے کہ آپ ریلیکس ہو جائیں۔'' خلیل احمد نرمی سے ہی بات کر رہا تھا۔ اسے اپنے گھر میں موجود ایک اجنبی کا بھی احساس تھا۔

''میری بات کو دائیں بائیں کرنے کی کوشش مت کرو۔ مجھے میری بات کا جواب دو۔''

وہ مزید سیخ پا ہو گئی۔

"ہاں میں عالیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" یک دم خلیل احمد نے سچ کہہ دیا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اتنی بلند آواز سے بولا تھا کہ ملازم بھی یہ سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ اس وقت بشیر ہی اس جگہ کھڑا تھا لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ صبر اور برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ حد کہیں نہ کہیں جا کر ختم ہو جاتی ہے اور اس وقت خلیل احمد کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا تھا اور اس احساس نے بھی اسے مجبور کر دیا تھا کہ ایک اجنبی کے سامنے بیگم نور نے اس کی عزت کا خیال نہیں کیا تھا۔

خلیل احمد کا اقرار سن کر بیگم نور کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پَر نکل آئے ہیں تمہارے۔ تم جانتے ہو کہ تم ایک معمولی ملازم تھے۔ میں نے تم سے شادی کی اور آج تم بیگم نور کے شوہر کہلاتے ہو۔ جو کچھ بھی ہے یہ سب میرا ہے۔ جس گھر کی چھت کے نیچے تم کھڑے ہو یہ بھی میری دی ہوئی ہے۔ تم آج بھی اسی تنخواہ پر کام کر رہے ہو جو تم مجھ سے شادی سے پہلے لیا کرتے تھے۔"

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کا گھر اور آپ کی دی ہوئی یہ چھت چھوڑ دوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میں اپنی زندگی جینا چاہتا ہوں۔ تنگ آ گیا ہوں میں اس زندگی سے۔" خلیل احمد نے رک رک کر اپنی بات مکمل کی۔ اس کے لہجے سے غصہ عیاں تھا لیکن وہ اس کا کھل کر اظہار کرنے سے قاصر تھا۔ سالوں سے بیگم نور کا دل و دماغ میں بیٹھا ہوا خوف اب بھی کھل کر بات کرنے میں مانع تھا۔

"تمہاری یہ جرأت......" بیگم نور کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے خلیل احمد کے سینے پر ہاتھ مار دیا۔ وہ پہلے ہی سیڑھی کے کنارے پر کھڑا تھا۔ اچانک اس کے سینے پر ہاتھ لگا اور وہ یک دم اپنا توازن کھو بیٹھا اور سیڑھیوں پر گرا اور لڑھک کر نیچے آنے لگا۔ نیچے سیڑھی کے ساتھ ہی پتھر کا گملا پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر اس کے ساتھ ٹکرایا، خون نکلنے لگا اور خلیل احمد کا جسم ساکت ہو گیا۔

یہ سب دیکھ کر جو جہاں تھا اسی جگہ دم بخود ہو کر کھڑا ہو گیا۔ سب کی نگاہیں خلیل احمد پر تھیں۔ اویس کی حیرت بھی کم نہیں تھی۔ بیگم نور سے بھی ایسا جوش اور غصے سے ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو وہ بھی پریشان سی ہو گئی تھی۔

بیگم نور نے بشیر کو اشارہ کر کے کہا۔ "دیکھو اسے کیا ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ مکر کر رہا ہے۔"

"جی بیگم صاحبہ جی۔" بشیر جو سیڑھیوں کے نیچے کھڑا تھا فوراً خلیل احمد کی طرف بڑھا۔ اس کی نگاہ سر اور ناک سے نکلتے ہوئے خون پر پڑی۔ پھر اس نے خلیل احمد کا بازو ہاتھ میں لے کر اس کی نبض چیک کی اور بیگم نور کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ان کی نبض نہیں چل رہی ہے۔"

بیگم نور تیزی سے سیڑھیاں اُتری۔ اس نے بازو ہاتھ میں لے کر اس کی نبض پر اپنی اُنگلیاں رکھ دیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ خلیل احمد کی موت واقع ہو چکی تھی۔ بیگم نور کو ایک لمحے کے لئے جھٹکا سا لگا۔ اس نے ایک بار پھر خلیل احمد کو چیک کیا اور اپنی تسلی کی۔

"یہ تو مر گیا ہے۔" بیگم نور کے منہ سے جیسے نکلا۔ اویس بھی چند سیڑھیاں اُتر کر نیچے آ گیا تھا۔ اس نے متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا کہ شاید اسے کہیں شمک دکھائی دے دے لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

"میں ڈاکٹر کو لاؤں بیگم صاحبہ۔" بشیر نے ڈرتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مر چکا ہے۔ دل کا پہلے ہی کمزور تھا۔" بیگم نور کے لہجے میں کوئی غم نہیں تھا۔

ملازم سوالیہ نگاہوں سے بیگم نور کی طرف دیکھنے لگا۔ بیگم نور کچھ سوچنے لگی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور ٹہلنے لگی۔ پھر اس نے اپنے ملازم سے درشتی سے کہا۔ "اپنی زبان بند رکھنا۔ کھولی تو گرم لوہا رکھ دوں گی۔ سمجھے۔"

"جی......جی......" ملازم بے چارہ ڈر گیا۔

"کوئی اور بھی اس بات پر نہ بولے۔ سمجھا دینا سب کو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔" بیگم نور کا لہجہ اور بھی درشت ہو گیا تھا۔

"جی......جی۔" ملازم نے پھر اثبات میں گردن ہلائی۔

اس کے بعد بیگم نور نے اویس کی طرف دیکھا۔ اویس اسی جگہ کھڑا تھا۔ بیگم نور نے اپنے ملازم کو مخاطب کیا۔

"جاؤ اور دلبر کو بلاؤ۔"

"ابھی جاتا ہوں۔" ملازم بشیر باہر کی طرف بھاگا۔ اویس سوچ رہا تھا کہ وہ اس موقع پر کیا کرے۔ اچانک اس کی نگاہ ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر پڑی۔ اس جگہ شمک بڑے اطمینان سے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اویس کی طرف تھیں۔ اویس اس کی طرف دیکھتے

ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ کس بات پر مسکرا رہا ہے؟

شمک نے اپنے ہاتھ سے خلیل احمد کی طرف اشارہ کیا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ دیکھو جس بات کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا وہ ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اس نے بیگم نور کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اس بارے میں اویس بالکل بھی نہیں سمجھ سکا۔ وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

اسی اثنا میں ملازم کے ساتھ ایک صحت مند شخص اندر آ گیا۔ وہ بیگم نور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''خلیل احمد کو سیڑھیوں سے دھکا دے دیا ہے۔'' بیگم نور نے متانت سے کہا۔ ''یہ لڑکا خلیل احمد کے ساتھ مسافر کے روپ میں آیا تھا اور گھر میں داخل ہو کر اس نے یہاں لوٹ مار کرنی چاہی۔ خلیل احمد سے اس کی ہاتھا پائی ہو گئی اور اس ہاتھا پائی میں اس نے خلیل کو دھکا دے دیا جس سے اس کی موت ہو گئی۔ اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دو۔''

اویس اس کی بات سن کر حیران رہ گیا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ اسے دھکا میں نے نہیں آپ نے دیا ہے۔''

''بکواس بند کرو۔'' بیگم نور نے ڈانٹ دیا۔ وہ قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے ابھی اسے کھا جائے گی۔

''آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں۔'' اویس پریشان ہو گیا۔

''ثبوت سامنے ہے اور تمہارے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسے پکڑو اور پولیس کے حوالے کر دو۔'' بیگم نور نے حکم دیا اور دلبر تیزی سے اویس کی طرف بڑھا۔ اویس بھاگنا بھی چاہتا تو بھاگ نہ پاتا۔ وہ اس گھر میں کتنا بھاگ سکتا تھا۔ مین دروازے کے پاس اس کا ملازم کھڑا تھا۔ اس لئے دلبر نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

شمک اسی جگہ بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں جیسے زہر تھا۔ آنکھوں میں ایسا تغیر تھا جو اس نے اس سے قبل کبھی شمک کی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ خوش ہے۔

☆=======☆=======☆

اویس کو پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا تھا۔

اس وقت دلبر جیسے دو اور آدمی اس کے پاس کھڑے تھے۔ جبکہ بیگم نور پاس ہی سوچتے

ہوئے ٹہل رہی تھی۔ اویس پریشان تھا۔ آفت پر آفت اس پر ٹوٹ رہی تھی۔ اس بار جو اس کے لئے سب سے حیران کن بات ہو رہی تھی وہ یہ تھی کہ شمک کہیں نہیں گیا تھا۔ وہ اسی جگہ براجمان تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ اس ساری صورتِ حال سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ وہ اس کا دوست کم اور دشمن زیادہ لگ رہا تھا۔ اس کا یہ تغیر اویس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

''دلبر......'' اچانک بیگم نور نے اسے مخاطب کیا۔

''جی بیگم صاحبہ۔'' دلبر فوراً متوجہ ہوا۔

''تم ایسا کرو، کرامت کو فون کرو اور اسے کہو کہ وہ پولیس لے کر یہاں آ جائے۔ وہ موقع بھی دیکھ لے گا اور قاتل کو بھی ساتھ لے جائے گا۔'' بیگم نور نے اس سے کہا۔

''میں ایسا ہی کرتا ہوں۔'' دلبر نے اپنا سیل فون نکال لیا۔ وہ کال کرنے لگا اور اس سے رابطہ ہوتے ہی وہ اسے تفصیل بتانے لگا۔

جونہی اس نے بات مکمل کی اور سیل فون بند ہوا بیگم نور بولی۔ ''میں ذرا اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ تم اس کا خیال رکھنا۔''

''آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں۔ یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے۔ آپ نے ہی اپنے شوہر کو دھکا دیا تھا۔'' اویس چیخا۔

''اب یہ تم کبھی بھی ثابت نہیں کر سکو گے۔'' بیگم نور نے پلٹ کر اطمینان اور بے فکری سے کہا۔

''میں یہ ثابت کروں گا کہ ان کو آپ نے دھکا دیا تھا۔ آپ کی ان سے تلخ کلامی ہوئی تھی۔'' اویس بولا۔

''ایسا کر سکو تو عدالت میں ایسا ضرور کرنا لیکن میرے سامنے اس طرح سے زبان دراز مت کرو۔'' بیگم نور نے اسے ڈانٹ دیا۔

''میں ثابت کروں گا۔'' اویس نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

''ہم بھی دیکھیں گے۔'' بیگم نور کو کوئی پروا نہیں تھی۔

''میرے پاس ثبوت ہے۔'' اویس نے یک دم پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''میں وہ ثبوت پیش کر دوں گا۔''

اس کی یہ بات سن کر بیگم نور جاتے ہوئے پھر رکی اور اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا

کہاتم نے تمہارے پاس ثبوت ہے۔کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟''

''یہ اب میں پولیس کو ہی کو دوں گا۔'' اویس کا لہجہ مطمئن ہو گیا تھا اور اس کے چہرے پر کوئی بے چینی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

''تمہارے پاس آنکھوں دیکھا حال ہے جو تم پولیس کو بتاؤ گے اور حقیقت بتانے کی کوشش کرو گے۔'' بیگم نور نے اس کی بات کا تمسخر اُڑایا۔

''میں انہیں کچھ اور بھی دکھاؤں گا۔'' اویس کی بے فکری کی طرف دیکھ کر بیگم نور کو حیرت ہوئی تھی۔

''کیا دکھاؤ گے؟'' بیگم نور کو تشویش ہونے لگی۔

''مجھے پولیس کا انتظار ہے۔'' اویس بولا۔

''تم بکواس بند رکھو۔ جو دکھانا ہے دکھا دینا۔'' بیگم نور نے لاپروائی سے کہا اور ایک بار پھر جانے کے لئے مڑی۔ اس کے قدم ایک طرف جا رہے تھے۔ اویس اس کو خاموشی سے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ جب وہ آگے چلی گئی اور سامنے سے دائیں مڑنے لگی تو وہ بلند آواز میں بولا۔

''جب آپ مسٹر خلیل سے تلخ کلامی کر رہی تھیں تو میں نے اپنے موبائل فون سے وہ ویڈیو بنائی تھی۔''

اس کی یہ بات سن کر بیگم نور اسی جگہ رک گئی۔ اس نے متحیر نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھا۔ اویس ہولے سے مسکرا رہا تھا۔

اویس پھر بولا۔ ''میری طرف دھیان ہی کسی کا نہیں تھا۔ اس لئے میں ویڈیو بناتا رہا۔ جب آپ نے دھکا دیا تو وہ بھی میں نے بنایا اور پھر جب آپ سب لوگ مسٹر خلیل کی نبض چیک کر رہے تھے تو میں نے وہ موبائل اسی کمرے میں ایک جگہ چھپا دیا۔''

اویس کی بات نے بیگم نور جیسی عورت کو بھی ایک لمحے میں پریشان کر دیا۔ اس نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہو۔ کیونکہ اس جگہ اس کے علاوہ وہ ایک ملازم ہی کھڑا تھا۔ بیگم نور نے ملازم کو مخاطب کیا۔

''تم نے اسے کچھ بناتے ہوئے دیکھا تھا۔''

ملازم نے ایک نظر اویس کی طرف دیکھا اور ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں نے غور نہیں کیا تھا۔''

بیگم نور نے قہر آلود نگاہوں سے اپنے ملازم کو گھورا، اور واپس اویس کے پاس آ گئی۔ ''تم

جھوٹ بول رہے ہو۔''

''اگر آپ یہ سمجھتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ پولیس آنے دیں۔ میں ان کے ساتھ چلا جاؤں گا اور پھر اپنی نشان دہی پر بتاؤں گا کہ میں نے اپنا سیل فون کہاں رکھا تھا۔''

''جانتے ہو یہ گھر میرا ہے۔'' بیگم نور نے ہاتھ پھیلائے۔

''مجھے معلوم ہے۔'' اویس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''تم اسی کمرے تک محدود تھے۔ ہم وہ موبائل فون تلاش کر لیں گے۔'' بیگم نور نے کہا۔

''میرا دعویٰ ہے کہ آپ سیل فون نہیں تلاش کر سکیں گی۔ کیونکہ وہ جگہ بہت زبردست ہے جہاں میں نے اپنا سیل فون چھپایا ہے۔ تلاش کر سکتی ہیں تو کر لیں۔'' اویس کے لہجے میں زبردست اعتماد تھا۔ یہی چیز بیگم نور کو ہلا دینے کے لئے کافی تھی۔

''مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں ہے۔'' بیگم نور نے ایک بار پھر کہا۔

''اوکے۔'' اویس کا چہرہ ہر طرح کی پریشانی، فکر، ڈر اور خوف سے مبرّا تھا۔ یہ چیز بیگم نور کو اندر سے پریشان کر رہی تھی۔

اس نے کچھ دیر اویس کی طرف دیکھا اور پھر دلبر کے ساتھ کھڑے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ وہ اس کمرے میں جائیں جہاں اویس ٹھہرا تھا اور ایک ایک چیز تلاش کریں۔ وہ دونوں آدمی اس کمرے میں چلے گئے۔ اویس ایسا ہی چاہتا تھا۔ بیگم نور اس کے جھانسے میں آ گئی تھی۔ ملازم کو پتہ تھا کہ اویس اپنے موبائل فون سے کوئی ویڈیو نہیں بنا رہا ہے لیکن وہ بھی اپنی ظالم مالکن کے رویے سے اجیرن تھا۔ اس لئے اس نے ایسا جواب دے کر بیگم نور کے شک کو تقویت دی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اویس کی اس چال کو سراہ رہا تھا۔

بیگم نور مضطرب ہو گئی تھی۔ اویس نے صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ اس کی نگاہ بار بار دلبر کی کمر کے ساتھ لگے پستول کی طرف جا رہی تھی۔ بیگم نور اور دلبر کا دھیان بار بار اوپر کی طرف چلا جاتا تھا۔ شمک بڑی دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

اس بار جیسے ہی دلبر کا دھیان پھر اوپر کی طرف گیا۔ آناً فاناً اویس نے بجلی سی تیزی سے اس کی کمر کے ساتھ لگے پستول کو نکالا اور بیگم نور کے سر پر رکھ کر اسے دبوچ لیا۔

''ایک طرف ہٹ جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔'' اویس غرایا۔ دلبر ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ بیگم نور گھبرا رہی تھی۔ اویس نے پھر دلبر کو حکم دیا۔ ''چلو اوپر اسی کمرے میں چلو ورنہ اسے گولی مار دوں گا۔''

''چلو۔'' بیگم نور نے دلبر سے کہا اور وہ اوپر چلنے لگا۔ اویس بھی پستول بیگم نور کے سر پر رکھے اوپر جانے لگا۔ جونہی وہ اس کمرے کے دروازے تک پہنچے، اویس نے اشارہ کیا اور دلبر نے دروازہ کھولا۔ اس نے جیسے ہی کمرے کے اندر قدم رکھا۔ اویس نے بیگم نور کو بھی اندر دھکا دیا اور دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔

وہ تیزی سے نیچے آیا۔ ملازم کو پستول دیا اور بولا۔ ''وہ سب اندر بند ہیں۔ سچ کو جھوٹ کے پردوں میں مت چھپاؤ۔ تمہارا مالک مسٹر خلیل ایک اچھا آدمی تھا۔ یہ ہی موقع ہے کہ زبان کھولو اور سب کچھ سچ بیان کر دو۔ اس ظالم عورت سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ اپنے تمام ملازموں کو جمع کرو اور سچ بول دو۔''

اویس نے کہا اور باہر جانے کی طرف بڑھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا گیٹ کے پاس پہنچا۔ چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور اویس باہر نکل گیا۔ شمک ایک طرف کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جبکہ وہ سب کمرے میں بند تھے اور دروازہ پیٹ رہے تھے۔ اس ملازم نے سچ بولنے کا عہد کر لیا تھا۔

☆=======☆=======☆

بوڑھی عورت نے عینی کی طرف دیکھا جو اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بولی۔ ''گڑیا چلو چلیں۔''

''کہاں جانا ہے؟'' وہ چونکی۔

''تیرے بابا کے پاس جانا ہے۔'' بوڑھی عورت نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میرے بابا کے پاس؟ وہ کہاں ہیں؟'' عینی نے سوال کیا۔

''لمبا سفر نہیں ہے۔ ٹیکسی میں نے منگوالی ہے۔ ایک گھنٹے کا سفر ہے اور ہم تمہارے بابا کے پاس ہوں گے۔'' بوڑھی عورت چہکی۔

''تم نے پہلے کبھی بابا کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اب اچانک بابا کہاں سے آ گئے۔'' عینی حیران تھی۔

''تم بھول گئی ہو۔ یہ وہی بابا ہیں جو ہمارے لئے اس گھر سے دور تنہا کام کر رہے ہیں۔'' بوڑھی عورت نے عینی کی آنکھوں میں جھانکا تو عینی فوراً مسکرائی۔ ''تم ایک عرصے کے بعد ان سے مل رہی ہو۔''

''ہاں بابا۔ ہاں ہم چلتے ہیں۔ مجھے بھی ان سے ملے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں۔ میں

نے ان سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' عینی جانے کے لئے فوراً رضامند ہو گئی۔

''چلو اب جلدی کرو۔ ہم نے آج ہی ان کے پاس پہنچنا ہے۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

''اپنا سامان لے لوں۔'' عینی نے پوچھا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' بوڑھی عورت بولی۔

''آج ہی واپس آ جانا ہے۔'' عینی نے دریافت کیا۔

''اب تم اسی جگہ رہو گی۔'' بوڑھی عورت نے پُراسرار لہجے میں کہا تھا تو ایسا لگا جیسے سانپ نے پھنکار ماری ہو۔ عینی اس کی جانب دیکھ کر مسکرائی اور اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔

دونوں گھر سے باہر سے نکلے تو سامنے ایک عورت گزر رہی تھی۔ اس کی نگاہ جیسے ہی عینی پر پڑی وہ اپنی جگہ ٹھٹکی۔ بوڑھی عورت نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔ وہ عورت گھبرا کر اس جگہ سے چلی گئی۔

گلی سے گزر کر وہ باہر نکلے تو سامنے ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ ڈرائیور بوڑھی عورت کو دیکھتے ہی بولا۔ ''کب سے وہ لڑکا مجھے یہاں کھڑا کر کے گیا ہے کہ ابھی سواریاں آتی ہیں۔ آپ اب آ رہی ہیں۔''

''گھبراتے کیوں ہو۔ تمہیں کرایہ پورا ملے گا۔'' بوڑھی عورت نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''کرایہ تو ملے گا ہی لیکن اس طرح وقت ضائع ہوتا ہے۔'' ڈرائیور نے برا سا منہ بنایا۔

''اس طرح جو تم بول رہے ہو اس طرح وقت ضائع نہیں ہو رہا ہے۔ چلو ٹیکسی چلاؤ۔'' بوڑھی عورت بولی۔ اس کے برابر میں عینی بھی بیٹھ گئی تھی۔

ڈرائیور بڑبڑاتا ہوا ٹیکسی چلانے لگا۔

☆=======☆=======☆

ایک گھنٹے کی مسافت ہو گئی تھی۔

ٹیکسی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ عینی باہر جھانک رہی تھی۔ اس سڑک پر دائیں بائیں درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔ بوڑھی عورت کی نگاہیں باہر مرکوز تھیں۔ وہ بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ ڈرائیور کچھ زیادہ ہی باتونی تھا۔ وہ سارے راستے بولتا ہی رہا تھا۔ اپنی ڈرائیوری کے دوران پیش آنے والے واقعات سنانے لگ جاتا تھا۔ پتہ نہیں یہ اس کی

عادت تھی کہ وہ پیٹ کا بہت ہلکا تھا کہ جو بھی اسے یاد تھا وہ بتا تا ہی جا رہا تھا۔ اچانک وہ عورت بولی۔

”ٹیکسی آہستہ کرلو۔“

”کیوں کیا ہوا۔“ ڈرائیور چونکا۔

”میں نے کہا ناں کہ ٹیکسی آہستہ کرلو۔“ بوڑھی عورت باہر متلاشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

بادل نخواستہ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار آہستہ کرلی۔ ”ابھی وہ جگہ دور ہے جہاں آپ کو جانا ہے۔ اس ویرانے میں ٹیکسی آہستہ کرنے کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔“

”بس وہ آ گئے ہمیں اتار دو۔“ بوڑھی عورت سامنے دیکھتی ہوئی بولی۔

”اس جگہ؟“ ڈرائیور اور بھی حیران ہوا۔

”اس جگہ کیا ہے؟ جہاں کہا ہے ہمیں اتار دو۔“ بوڑھی عورت اس پر بگڑ گئی۔

”لیکن لڑکے نے تو کہا تھا کہ......“ ڈرائیور کی بھی زبان بند نہیں ہو رہی تھی۔

”اس نے جو بھی کہا تھا تجھے اس سے کیا۔ ہمیں اتارو اپنا کرایہ لو اور چلتے بنو۔“ بوڑھی عورت تلخی سے بولی۔

ڈرائیور اس کے لہجے سے ہی ڈر گیا۔ اس نے اس جگہ ٹیکسی روک دی۔ دونوں باہر نکلے۔ بوڑھی عورت نے کرایہ دیا اور ایک بار پھر کہا۔ ”چلو بھاگو یہاں سے۔“

ڈرائیور نے کرایہ لیا۔ اسے گنا۔ دور تک دیکھا۔ جنگل میں گزرتی ہوئی سڑک تھی۔ قریب کوئی آبادی بھی نہیں تھی۔ ان دونوں کا اس جگہ اُترنا ڈرائیور کے لئے بہت ہی حیران کن تھا۔ اس نے ایک نظر عینی کی طرف دیکھا جو معصومیت سے چپ تھی۔

اس نے اسی جگہ سے ٹیکسی موڑی اور واپس شہر کی جانب لوٹ گیا۔ وہ بیک ویو مرر سے دیکھتا رہا تھا کہ بوڑھی عورت اور وہ لڑکی سڑک کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس نے گردن گھما کر بھی پیچھے کی طرف دیکھا۔ اچانک اسے عینی کا اسکارف پیچھے پڑا دکھائی دیا۔ جو وہ بھول گئی تھی۔ ڈرائیور کا دل چاہا کہ وہ ابھی کار واپس موڑے اور یہ اسکارف اسے واپس کر آئے لیکن جانے کیوں اسے ڈر سا لگا اور وہ آگے چلتا رہا۔ جونہی ٹیکسی ان کی نگاہ سے اُوجھل ہوئی بوڑھی عورت نے عینی سے کہا۔

”میرے ساتھ آؤ۔“

بوڑھی عورت سڑک سے دائیں جانب نیچے کی طرف جاتے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔ اس کے پیچھے عینی چل رہی تھی۔ وہ راستہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ان کے چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ دور تک کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دونوں چلتے ہوئے بہت آگے تک چلے گئے۔ ویرانی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ سامنے میدانی علاقہ آ گیا تھا۔ جو زیادہ طویل نہیں تھا۔ پھر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سامنے ایک کٹیا دکھائی دے رہی تھی۔ کٹیا کے باہر آگ کا الاؤ جل رہا تھا۔ بوڑھی عورت کے قدم اس جانب بڑھ گئے۔ عینی چپ چاپ اس کی ساتھ چل رہی تھی۔

کٹیا کے پاس جا کر بوڑھی عورت رک گئی۔ چلتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔ کچھ دیر کھڑی رہ کر اپنی سانس ٹھیک کرنے لگی۔

عینی دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظر اس جگہ جا کر رک گئی جہاں ایک انسانی جسم کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس کے کپڑے بھی گلے سڑے پڑے تھے۔ عینی اس کو دیکھتی رہی۔ بوڑھی عورت کی نگاہ بھی اس ڈھانچے پر چلی گئی تھی۔ اس نے عینی کی طرف دیکھا اور پھر پکارا۔

”کہاں ہو تم؟“

اس کی آواز سنتے ہی کٹیا کے اندر سے ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال بھی کندھوں تک لٹک رہے تھے۔ چہرہ عجیب خوفناک سا تھا۔ اس کے بدن پر کپڑے میلے کچیلے تھے۔ ہاتھوں کے ناخن ایسے بڑھے ہوئے تھے جیسے وہ کوئی انسان نہیں بلکہ اس روپ میں کوئی جانور ہے۔ اس نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا۔

”آ گئی تم؟“ وہ خوش تھا۔

”ہاں آ گئی ہوں۔“ بوڑھی عورت نے کہا۔

”اسے بھی لے آئی ہو؟“ اس نے عینی کی طرف حریص نگاہوں سے دیکھا۔

”اور کیا چھوڑ کر آ جاتی۔“ بوڑھی عورت مسکرائی۔

”اسی کی تو ضرورت تھی۔ اسی کے لئے تو میں انتظار کر رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے تم کسی کو بھی نہیں لاؤ گی اور میری محنت رائیگاں چلی جائے گی۔“ وہ شخص اپنے پیلے دانت نکال کر بولا۔

”کیوں نہ کسی کو لے کر آتی۔ اچھا ہوا کہ یہ مل گئی ورنہ میں گلی سے کوئی نہ کوئی لے کر ضرور

آتی۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

''تم بہت ذمے دار ہو۔'' اس شخص نے ایک بار پھر عینی کی طرف دیکھا۔ عینی کی نگاہیں دوسری طرف تھیں۔

''ذمے داری کی بات بعد کی ہے۔ مجھے اس طاقت کی ضرورت ہے جس کے لئے تم یہاں چلہ کاٹ رہے ہو اور تین دن کے بعد تم وہ حاصل کرلو گے جو ہم چاہتے تھے۔'' بوڑھی عورت بولی۔

''ہاں میں پُراسرار قوت میں لاثانی ہوجاؤں گا۔ سب سے بڑا طاقت ور ہوجاؤں گا۔ جادو میں باکمال ہوجاؤں گا اور پھر ہم میاں بیوی اپنے اس علم سے لاکھوں کمائیں گے۔'' وہ خوش ہوکر بولا۔

عینی ان کی باتوں سے لاتعلق کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان کی ایک بھی بات نہیں سن رہی ہے اور ایسا ہی تھا۔ عینی کی سماعت تک یہ باتیں پہنچ ہی نہیں رہی تھیں۔ وہ بس دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔

''یہ کون تھا؟'' اچانک بورھی عورت نے ڈھانچے کی طرف اشارہ کیا۔

''پتہ نہیں کون تھا۔ یہاں تک آگیا۔ گردن توڑ کر اسی جگہ چھوڑ دیا۔ گل سڑ گیا اور ہڈیاں رہ گئی ہیں اس کی۔'' وہ سفاکی سے بولا۔

''اسے کہیں دور پھینک دیتے۔'' بوڑھی عورت نے منہ بنایا۔

''اس کی کیا ضرورت تھی۔ پڑا تھا پڑا رہا۔'' وہ لاپروائی سے بولا اور اس کے بعد پھر اس نے عینی کی طرف دیکھا۔ ''ویسے یہ ہے کون؟''

''مجھے کیا پتہ۔ بس آگئی اور میں نے اس کے دماغ، دل اور یاد پر اپنا قبضہ جما لیا۔'' وہ مسکرائی۔

''بہت خوبصورت ہے۔'' وہ شخص چل کر عینی کی طرف بڑھا اور اسے دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ بھیانک سا ہوگیا تھا۔

''ہاں خوبصورت تو ہے۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔ ''لیکن ابھی تم اس کی طرف مت دیکھو اور اپنا کام کرو۔''

''میرا چلہ اس کے حسن سے ہی مکمل ہوگا۔ تم حسن بھی لائی ہو تو وہ بھی لاجواب لائی ہو۔'' وہ شخص بولا۔

بوڑھی عورت مسکرائی۔ ''چلہ مکمل کرو اور اس کی گردن توڑ کر یہیں پھینک دینا۔ ایسا نہ ہو کہ اسے تم ساتھ ہی لے کر جانے کی ضد کر بیٹھو۔''

''دل تو ایسا ہی چاہتا ہے۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤں اور اس کی گردن نہ توڑوں۔'' وہ للچائی نگاہوں سے عینی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ایسا دل تمہارے سینے سے نکال کر باہر پھینک دوں گی۔'' بوڑھی عورت نے جلدی سے کہا۔

وہ شخص مسکرایا۔ ''میں تو مذاق کررہا تھا۔ تم تو ایک دم سنجیدہ ہوگئی ہو۔ مجھے اس کا کیا کرنا ہے۔''

''گڑیا۔'' اچانک بوڑھی عورت نے عینی کو مخاطب کیا۔

عینی نے چونک کر بوڑھی عورت کی طرف دیکھا۔ ''ہاں کیا ہے؟''

''یہ ساری جگہ تمہاری ہے۔ تم چلو پھرو اور دیکھو یہاں کیا کیا ہے۔ یہاں کی سیر کرو۔ تمہیں اچھا لگے گا اور یہ تمہارے بابا ہیں۔''

''یہ بابا ہیں۔'' عینی نے ایک نظر اس شخص کی طرف دیکھا اور پھر بوڑھی عورت سے بولی۔ ''یہاں سیر کس کے ساتھ کروں۔''

''اکیلی ہی چلو پھرو۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔ ''جہاں چاہو چلی جاؤ۔ اس جگہ کی تم مالکن ہو۔''

''یہ جگہ میرے لئے اجنبی ہے۔'' عینی بولی اور پھر اس شخص کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''یہ کون ہے۔''

''بھول گئی۔ ابھی تو بتایا کہ یہ تمہارا بابا ہے۔'' بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

''میرا بابا؟ ہاں ابھی بتایا تھا۔'' عینی بولی۔

''ہاں۔ یہ تمہارا بابا ہے۔'' بوڑھی عورت نے ایک بار پھر دہرایا۔

''ہم نے ان کے پاس ہی آنا تھا۔'' عینی نے پوچھا۔

''ہاں ہم نے ان کے پاس ہی آنا تھا۔'' بوڑھی عورت بولی۔ ''یہ تمہیں جو بھی حکم دیں اس کا انکار نہ کرنا۔''

''یہ کون سی جگہ ہے۔'' عینی نے دور تک نظر دوڑا کر پوچھا۔ ''اس جگہ ہمارے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔''

"اس جگہ کے ہم مالک ہیں۔ اس جگہ ہم ہی ہیں۔ تم آزادی سے گھوم سکتی ہو۔" عورت نے جواب دیا۔

"میں دیکھوں یہاں کیا کیا ہے۔" عینی نے کہا اور چلتے ہوئے ایک طرف چلی گئی۔ دور تک درخت ہی درخت تھے۔

"یہ تین دن اور دو راتیں یہاں رہ لے گی؟" اس شخص نے پوچھا۔

"ہاں رہ لے گی۔ کیونکہ اس کی سوچ میرے قبضے میں ہے۔ اس کی یاد اس کے پاس نہیں ہے۔ جو میں کہوں گی وہی یہ کرے گی۔" وہ بولی۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ تم اسے لے کر یہاں آئی ہو۔" وہ شخص بہت ہی خوش تھا۔

"بس کرو اور اس کے بارے میں ہی نہ سوچے جاؤ۔ اپنا کام مکمل کرو۔ ہم واپس شہر جائیں۔" بوڑھی عورت نے منہ بنایا۔

"اب شہر ہی تو جانا ہے۔" وہ شخص بولا۔

"میں دیکھوں یہ کہیں دور تو نہیں چلی گئی۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"کہو تو حصار باندھ دوں؟" وہ شخص اپنی اُنگلی اُٹھا کر بولا۔ "اسی میں رہے گی اور کہیں نہیں جا سکے گی۔"

"رہنے دو۔ پھرنے دو۔ آزادی کے دن ہی اس کے پاس کتنے ہیں۔ یہ کہاں جائے گی۔"

"چلی گئی تو سب کچھ بگڑ جائے گا۔"

"کچھ نہیں بگڑے گا۔"

☆======☆======☆

اویس اس جگہ سے نکل کر کوچ کے اڈے کی طرف جلد از جلد جانا چاہتا تھا۔ وہ تیز قدموں سے چل رہا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ ٹیکسی پر پڑی۔ یہ وہی ٹیکسی تھی جو کچھ دیر قبل اس جگہ آ کر رکی تھی اور اس ٹیکسی میں وہ بڑھیا اور عینی بیٹھ کر اس ویرانے میں اُتر گئی تھیں جو اس شہر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ سواری لینے کے لئے ڈرائیور کو اسی جگہ کا رخ کرنا تھا۔ اویس نے سوچا کہ وہ ٹیکسی کرانے سے جلدی لاہور پہنچ سکتا ہے۔

"لاہور چلو گے۔" اویس نے اس سے پوچھا۔

"بالکل چلوں گا جناب۔" ڈرائیور سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

اویس اس سے کرایہ طے کرنے لگا۔ اویس کو جلد جانے کی جلدی تھی اس لئے اس نے کرائے کے لئے زیادہ بحث اور تکرار نہیں کی۔ وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔

ڈرائیور نے شہر سے ٹیکسی نکالتے ہوئے روز بروز بڑھتے ہوئے رش پر تبصرہ شروع کر دیا اور جب ٹیکسی شہر سے باہر نکل گئی تو اس نے کہا۔

"زندگی سفر میں ہی گزر رہی ہے۔ کئی بار سوچا ہے کہ اپنا یہ کام بدل لوں لیکن پھر سوچتا ہوں کہ کروں کیا۔"

"ہاں۔" اویس نے سوچتے ہوئے بس اتنا ہی کہا۔

"باؤ جی مجھے دس سال ہو گئے ہیں ٹیکسی چلاتے ہوئے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر۔ یہاں سے وہاں۔ زندگی میں کئی واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے مجھے۔" ڈرائیور نے پھر اپنی بات جاری رکھی۔

"ظاہر ہے کام ہی ایسا ہے۔" اویس بیزاری سے بولا۔ "تم دھیان سے ٹیکسی چلاؤ۔"

"لیکن آج کا واقعہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔" ڈرائیور بولا۔

"ہوں۔"

"دو عورتوں نے مجھے جانے کے لئے جس شہر کا نام بتایا تھا وہ ابھی پچاس کلومیٹر دور تھا اور وہ دونوں راستے میں ہی اتر گئیں۔ وہاں نہ کوئی آبادی، نہ کوئی بندا۔ میں تو حیران سوچتا رہا کہ ان دونوں ماں بیٹی کو ہو کیا گیا ہے۔" ڈرائیور اپنی دھن میں بولتا رہا۔

"کوئی کام ہو گا تو وہ اُتری ہوں گی ناں۔" اویس نے بات ختم کرنی چاہی۔

"میں ان کو اتار کر اپنی ٹیکسی آگے لے گیا۔ جب وہ دونوں سڑک سے نیچے ڈھلان میں اُترنے لگے تو میں پھر وہاں آ گیا۔ ٹیکسی ایک طرف کھڑی کی اور باہر نکل کر ان کو دیکھنے لگا۔ میں نے دور تک دیکھا کوئی آبادی نہیں تھی۔ درخت جنگل اور وہ دونوں تھیں۔" ڈرائیور بولتا رہا۔ "حالانکہ مجھے ڈر لگ رہا تھا لیکن لڑکی کا اسکارف میری گاڑی میں رہ گیا تھا میں نے کہا کہ کچھ بھی ہے واپس ضرور کرنا چاہئے۔"

"دنیا میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔" اویس کو اس کی بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس کے چپ ہونے کے انتظار میں تھا۔

"ایک بوڑھی عورت اور جوان لڑکی...... میں تو حیران ہوں۔" ڈرائیور نے ہاتھ ہلایا۔

اویس چپ بیٹھا اس کے خاموش ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک اس نے جوان لڑکی اور عورت کے بارے میں غور کیا تو بولا۔ ''وہ لڑکی کیسی تھی۔ میرا مطلب ہے کہ اس کا حلیہ کیسا تھا؟''

''عام لڑکیوں جیسا ہی تھا۔'' ڈرائیور نے بتایا۔

''دیکھنے میں اس کا حلیہ کیسا تھا؟'' اویس نے پوچھا۔

''اچھی اور خوبصورت لڑکی تھی۔ چپ چپ تھی۔ مجھے تو وہ سہمی ہوئی لگتی تھی لیکن وہ عورت کوئی خرانٹ تھی۔'' ڈرائیور نے اپنا سر ہلایا۔

اویس سوچنے لگا۔ عجیب سا شک اسے بے چین کرنے لگا۔ اچانک اس نے کہا۔ ''کیا تم مجھے اس جگہ لے کر چلو گے۔''

ڈرائیور نے اویس کی طرف دیکھا۔ ''کیا کہہ رہے ہیں جناب آپ۔ آپ نے وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔''

''مجھے کسی کی تلاش ہے۔'' اویس یک دم بولا۔

''کون ہے جی وہ؟''

''میں اس لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' اویس نے کہا اور پھر سوچنے لگا کہ وہ تو اس شہر میں ہے ہی نہیں۔ وہ عینی نہیں ہو سکتی لیکن اس کا دل بے چین سا ہو گیا تھا، جیسے اسے اندر سے آواز آ رہی تھی کہ وہ ان کو دیکھے۔

''جانے دیں جی میں نے تو ایسے ہی ذکر کر دیا تھا۔'' ڈرائیور جان چھڑانے لگا۔ وہ اسے اس جگہ نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

''وہ جگہ یہاں نزدیک ہی ہے۔'' اویس نے پوچھا۔

''ہے تو نزدیک ہی لیکن......''

''ایک بار لے کر چلو۔'' اویس نے اس بار فیصلہ کن انداز میں کہہ دیا۔ ڈرائیور نے محض اس کی طرف دیکھا اور پھر ڈیش بورڈ کھول کر اندر سے ایک اسکارف نکال کر بولا۔ ''یہ اس لڑکی کا ٹیکسی میں رہ گیا تھا۔''

اس اسکارف کو دیکھ کر اویس چونک پڑا کیونکہ وہ عینی کے اسکارف کو کسی صورت بھی نہیں بھول سکتا تھا۔ یہ خود اس نے اس کے لئے خریدا تھا اور یہ عینی کے گلے میں تھا۔ شک یقین میں بدل گیا تھا۔ جب قدرت مدد کرنے پر آئے تو پھر سوکھی زمین سے بھی پانی نکل آتا

ہے۔

''فوراً مجھے اس طرف لے کر چلو۔ مجھے جس کی تلاش ہے یہ اسکارف اسی کا ہے۔''

اویس مضطرب ہو گیا۔

ڈرائیور نے طوعاً کرہاً ٹیکسی کا رخ اس طرف موڑ دیا۔ اس جگہ پہنچ کر اس نے ٹیکسی روک دی اور بتایا کہ وہ اس راستے سے گئے تھے۔

اویس نے اسے اسی جگہ رکنے کے لئے کہا اور پانی پینے کی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ چلتا ہوا اسی راستے نیچے اُتر گیا۔ ڈرائیور پچھتا رہا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ ان کا ذکر کر دیا۔

اویس چلتا رہا۔ وہ متلاشی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میدانی علاقہ آ گیا۔ اویس نے سوچا کہ وہ عینی کو اس جگہ کیسے تلاش کرے۔ جانے یہ راستہ کہاں تک جاتا ہے اور وہ اس جگہ سے کہاں چلے گئے ہیں لیکن کوئی اَن دیکھی طاقت ایسی تھی جو اسے مزید آگے جانے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔

وہ پھر چل پڑا۔ درختوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ کچھ آگے اسے وہ کٹیا دکھائی دی۔ اس نے اس کی جانب دیکھا۔ پھر اس کی نگاہ انسانی ڈھانچے پر چلی گئی۔ وہ اور آگے چلا گیا۔ بائیں طرف ایک کٹ کر گرے ہوئے درخت پر منہ دوسری طرف کئے عینی بیٹھی ہوئی تھی۔ اویس نے اسے کپڑوں سے فوراً پہچان لیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عینی نے یک دم اویس کی طرف دیکھا تو چونک پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

''عینی تم یہاں ہو۔'' اویس نے کہا۔

''کون ہو تم۔'' عینی نے انجان نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میں اویس ہوں۔'' اویس کو اس کے اس سوال سے حیرت ہوئی۔

''کون اویس۔'' عینی اسے خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''عینی کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ مجھے نہیں پہچان رہی ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' اویس کو پریشانی ہو گئی۔

''میں تم کو نہیں جانتی۔'' عینی نے صاف کہہ دیا

اسی اثنا میں وہ بڑھیا باہر نکلی اور اویس کی طرف لپکی۔ ''اے......کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو۔''

''تم کون ہو۔'' اویس اسے دیکھتے ہی بولا۔ ''تم کون ہو......اور اسے یہاں کیوں لے

کر آئی ہو۔''

''چلو بھاگو یہاں سے۔ ورنہ میں تمہارا برا حال کر دوں گی۔'' بوڑھی عورت کسی جانور کی طرح دھاڑ رہی تھی۔ اس نے عینی کا بازو پکڑ لیا تھا۔

''یہ میری بیوی ہے۔'' اویس بولا۔ ''میں اس کی تلاش میں یہاں تک آیا ہوں اور اسے لے کر ہی جاؤں گا۔''

اس کی بات سن کر بڑھیا ٹھٹکی۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ میری گڑیا ہے۔ چلو نکلو یہاں سے۔''

''عینی میں ہوں اویس۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میری طرف دیکھو۔'' اویس نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔

''تم چھوڑتے ہو اسے کہ نہیں۔'' یک دم اس عورت کی آواز کسی بھیڑیئے جیسی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر نکل آئی تھیں۔ اسی اثنا میں وہ شخص بھی کٹیا سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ اویس کو گھور رہا تھا۔

''تم جانتے ہو کہ میں تجھے اندھا بنا کر اس جنگل میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دوں۔'' اس شخص کی آواز میں دھمکی تھی۔ اویس اسی جگہ رک گیا۔ وہ عینی کو کٹیا میں لے گئے۔ اویس نے ایک بار اس جگہ کا جائزہ لیا۔ وہ یہ بات سمجھ گیا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور عینی کو انہوں نے جادو کے زور سے ایسا بنا دیا ہے۔ اسی وقت اویس وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ بھاگتا ہوا کچھ آگے نکل گیا۔ ایک جگہ رک کر اس نے پانی کی بوتل کھولی اس سے اچھی طرح سے وضو کیا۔ اپنے سر پر رومال باندھا۔ اس نے قرآن پاک کا کچھ حصہ حفظ کیا ہوا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ عینی کن لوگوں کے حصار میں ہے۔

وہ واپس اس کٹیا کے پاس گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ تینوں کٹیا کے اندر تھے۔ اویس ایک طرف بیٹھ گیا اور قرآن پاک کی تلاوت بلند آواز میں کرنا شروع کر دی۔ وہ پڑھتا رہا۔ اس کی آواز بلند ہوتی رہی۔

جیسے جیسے وہ قرآن پاک پڑھ رہا تھا اندر بیٹھے ہوئے ان دونوں سے اپنا عمل نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بھولنے لگے تھے۔ ان کے اندر بے چینی ہونے لگی تھی۔ ان کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔ عینی پر غنودگی چھانے لگی تھی۔

اس شخص کو غصہ آنے لگا تھا۔ بڑھیا بھی جیسے بے چین ہو رہی تھی۔ دونوں ایک ساتھ باہر

نکلے اور اویس کو گھورنے لگے۔ اویس نے اپنی تلاوت جاری رکھی۔ اس کی آواز اور بھی بلند ہوتی رہی۔ پوری کوشش کرنے کے باوجود وہ بڑھیا اور وہ شخص کچھ بھی نہ کر سکے۔ وہ بے بس ہو گئے۔

وہ شخص اسی لئے شہر اور انسانوں سے دور تھا کہ حق سچ کی آواز اس کی سماعت میں نہ جائے اور وہ اپنا گندا عمل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ اب جو تلاوت کی آواز اس کے کانوں میں گئی تو سب کچھ پلٹ گیا۔ کئی دنوں کا اس کا عمل ساکت ہو گیا۔ وہ پھر سے زیرو ہو گیا۔ دونوں کو ایسی بے تابی نے گھیر لیا کہ انہیں لگا جیسے ان کی کھوپڑیاں پھٹ جائیں گی۔ شیطانی قوت نے ان کو ہی اپنے شکنجے میں لے لیا اور وہ دونوں کسی پاگل کی طرح دائیں بائیں بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے وہ باری باری گرے اور پھر جیسے وہ بے جان ہو گئے۔ ان کے جسموں میں سانسیں چل رہی تھیں۔ دل دھڑک رہے تھے لیکن ان کا ہر اعضا جیسے مفلوج ہو گیا تھا۔ وہ انگلی کو ہلانے کی طاقت بھی کھو چکے تھے۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ شیطانی عمل میں اگر طاقت ہے تو حق اور سچ کلام میں ایسی طاقت ہے جس کی تاثیر فوری بھی ہے اور مستقل بھی۔ جس یقین سے اویس نے تلاوت شروع کی تھی اس میں وہ کامیاب رہا تھا۔

اویس نے تلاوت دھیمی آواز میں کرنا شروع کر دی اور اُٹھ کر کٹیا میں چلا گیا۔ سامنے عینی غنودگی کے عالم میں تھی۔ اویس نے اس پر پھونک ماری اور اس کے گال پر اپنا ہاتھ ہولے سے مارا۔ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ کچھ دیر کے بعد عینی کو ہوش آ گیا۔ اس نے اویس کی طرف دیکھا۔

''اویس تم......'' وہ غنودگی سے بولی۔

''عینی تم کو ہوش آ گیا ہے کیا۔'' اویس بولا۔

''میں اس وقت کہاں ہوں۔'' اس نے پوچھا۔

''تم میرے پاس ہو۔'' اویس نے جواب دیا۔

''ہم کہاں ہیں۔'' عینی کو مکمل ہوش آ گیا تھا۔ وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی تھی۔

''ہم......چلو یہاں سے چلتے ہیں۔'' اویس نے عینی کو کھڑا کیا۔ عینی کو پکڑ کر وہ اس کٹیا سے باہر لے آیا۔

''ہم یہاں کیسے آئے۔'' عینی نے پوچھا۔

"یہ بات ہم بعد میں کریں گے یہاں سے نکلو۔ ہمیں اس جگہ سے جلدی نکل جانا ہوگا۔" اویس بولا۔

دونوں جونہی کٹیا سے باہر نکل کر ابھی دو قدم ہی چلے تھے۔ سامنے اپنے اسی حلئے میں شمک کھڑا تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی اور چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"شمک تم یہاں ہو......" اویس نے پوچھا۔

"میں کہیں بھی چلا جاتا ہوں۔" شمک نے جواب دیا۔

"تم مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو۔" اویس نے عینی کو ایک طرف کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے دماغ میں شمک کے بارے میں اب کچھ اور ہی چل رہا تھا۔

"ہاں۔ میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔ وہ جو تم نے مجھ سے پہلے نہیں سنا۔" شمک نے کہا۔

"کیا بتانا چاہتے ہو۔" اویس نے پوچھا۔ "ہاں بتاؤ مجھے میں سننے کے لئے تیار ہوں۔"

"بتانا نہیں بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔ دیکھو گے تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔" شمک بولا۔

"کیا مطلب؟" اویس کو اس کی بات سن کر حیرانی ہوئی۔

"روپ دکھانا چاہتا ہوں...... اپنا اصل روپ۔" شمک زیرلب مسکرایا۔ "دیکھنا چاہتے ہو اصل روپ۔"

"کس کا اصل روپ دکھانا چاہتے ہو؟" اویس نے پوچھا۔

"اپنا اصل روپ دکھانا چاہتا ہوں۔ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیا ہوں اور کون ہوں۔ جو بات میں نے تم سے چھپا کر رکھی تھی وہ بتانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جس کھیل کو میں کئی دنوں تک جاری رکھنا چاہتا تھا اسے اب ختم کر کے دوسری طرح کھیلنا چاہتا ہوں۔" شمک کا لہجہ متغیر تھا۔

"میں اپنی چال کا رُخ بدل رہا ہوں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔" اویس اور عینی اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔ ایک ایک بات تم سمجھ جاؤ گے۔ جس طرح سے تم نے کل مجھ سے سوال کئے تھے، تکرار کی تھی مجھے اچھا نہیں لگا مسٹر اویس۔" شمک بولا۔

"میں نے تم سے وہ بات اگلوانے کی کوشش کی تھی جو تم مجھ سے چھپا رہے تھے۔" اویس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ اسی لئے تو میں نے بتا دیا تھا اور تب ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کھیل کا رخ ہی بدل دوں گا۔" شمک کا لہجہ عجیب ہو گیا تھا۔

"تم کس کھیل کی بات کر رہے ہو۔" اویس نے دریافت کیا۔

"اپنی طاقت کے کھیل کی۔ اپنی اس جلن کے کھیل کی بات کر رہا ہوں جو میرے دل میں پیدا ہوئی اور میں نے تم دونوں کو الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔" یک دم شمک کا لہجہ تیز ہو گیا تھا۔

"کیسی جلن......"

"پہلے کچھ دیکھنا چاہو گے۔"

"ہاں دکھاؤ۔"

"میری طاقت کیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں اور میرے اختیار میں کیا کچھ ہے یہ آج میں تمہیں بتاتا ہوں۔" شمک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہلایا، سامنے کٹیا میں ایک آگ کا شعلہ پڑا اور ساری کٹیا میں آگ لگ گئی۔ اویس اور عینی یہ دیکھ کر چونکے۔ اس کے ساتھ ہی شمک نے زمین پر گرے ہوئے درخت کی طرف اشارہ کیا اور وہ درخت ایسے دور جا گرا جیسے اسے کسی نادیدہ طاقتور ہستی نے اُٹھا کر دور پھینکا ہو۔ یہ منظر بھی ان دونوں کے لئے بہت حیران کن اور ششدر کر دینے والا تھا۔

"کچھ اور بھی دیکھنا چاہتے ہو۔" شمک اس بار غرایا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے غصہ اُتر آیا تھا۔ اس کا روپ ہی بدل گیا تھا۔

"نہیں۔" اویس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ اس کی نگاہیں شمک کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں...... ڈر گئے ہو۔" شمک مسکرایا۔

"کیونکہ مجھے پہلے سے ہی شک تھا کہ تم اتنے لاچار نہیں ہو۔ میرا شک یقین میں بدلا ہے۔ میں شک اور یقین میں ہچکولے کھاتا رہا تھا۔ آج سچ ثابت ہو گیا ہے۔" اویس متانت سے بولا۔

"تمہارا شک ٹھیک تھا۔ میں ایک جن ہوں۔ ایک طاقت ور جن ہوں۔ جو اپنی طاقت

کے بل بوتے پر کچھ بھی کرسکتا ہے۔ جب تم سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو وہ سائن بورڈ بھی میں نے ہی گرایا تھا۔ تم نے عین وقت پر اپنی سرخ کار کی بریک لگادی تھی اور میں تمہاری کار کے پیچھے آنے والی سرخ کار کو اپنی طاقت سے کھینچ کر عطیہ تک لے گیا اور وہ اس کار کی زد میں آگئی تھی۔ جب تم فلیٹ کرائے پر لینے کے لئے گئے تھے تو میں نے ہی ان لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ پراپرٹی ڈیلر کو قتل کردیں۔ پھول کو میں نے ہی خون میں تبدیل کیا تھا، تم اب تک جس بھی مشکل میں مبتلا ہوئے تھے اس میں پھنسانے کا کام میرا ہی ہوتا تھا۔'' شمک اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔ اولیس اور عینی متحیر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''مجھے اس کھیل میں مزہ آرہا تھا۔ مجھے لطف آتا تھا۔ جب تم لڑتے تھے۔ تمہارے پیچھے بھاگنے والے کتے کے ساتھ میں بھی اُڑ رہا تھا۔ تم بھاگ رہے تھے اور میں تمہیں دیکھ رہا تھا۔'' شمک مزید بولا۔

''تم ایسا کیوں کررہے تھے؟'' اولیس نے پوچھا۔

شمک نے یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ ''آج میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ سب کچھ بتادوں گا۔ شاید یہ میری جلن تھی۔ جب تم دونوں کی شادی ہوئی تھی تو میں نے تم دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا۔ میں تم دونوں کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوا کہ اس جیسی خوبصورت لڑکی تمہاری بیوی ہو۔ اسی وقت میں نے سوچ لیا کہ تم دونوں ایک ساتھ رہو گے تو میری جلن کم نہیں ہوگی۔ تم دونوں کو الگ کرنے کا طریقہ میں سوچنے لگا۔''

''تم واقعی میرے دوست نہیں تھے۔'' اولیس نے کہا۔

''ہاں میں تمہارا دوست نہیں تھا اور نہ ہی بنوں گا۔ تم دونوں کو الگ کرنے کے لئے میں نے تمہارے تبادلے کی چال چلی۔ تم دونوں الگ ہوگئے۔ پھر میں نے تم سے دوستی کا ڈھونگ رچایا اور جب تم اپنی بیوی کو پھر اپنے پاس لے آئے تو میں نے نئی چال چلی اور تمہیں اس طرف مائل کردیا کہ تم آفس سے چھٹیاں لے لو۔ تم نے چھٹیاں لیں اور میں نے اپنی شطرنج کے مہرے ہلا دیئے اور یوں تم دونوں ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے۔'' شمک کا لہجہ زہریلا تھا۔

''تم ہم دونوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے رہے۔ تم نے دیکھتے ہی دیکھتے میری پُرسکون زندگی میں کہرام برپا کردیا۔ کیا سے کیا بنادیا تم نے۔ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے

ہم پر اپنی چال پر چال چلی۔'' اولیس کو غصہ آگیا۔

''میں نے بتایا ناں کہ مجھے تم دونوں سے جلن ہوگئی تھی۔ تم دونوں کو ایک ساتھ میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ مجھ سے تم دونوں کا ملاپ برداشت ہی نہیں ہوا تھا۔'' شمک نے جواب دینے میں تامل نہیں کیا۔

''تم جھوٹے تھے۔ اسی لئے مجھے تم پر کئی بار اعتبار نہیں آتا تھا۔'' اولیس نے بھی چیخ کر کہا۔

''میری ہر چال میں تمہاری ثابت قدمی ایک ہی وجہ سے ہوتی تھی۔'' شمک نے کہا۔

''کس وجہ سے ہوتی تھی؟'' اولیس نے پوچھا۔

''تم ہر وقت دل ہی دل میں کچھ پڑھتے رہتے تھے۔ اس ذکر نے تجھے مجھ پر غالب رکھا اور میری چال کا رخ تم موڑتے رہے۔ اس وقت بھی تمہاری بیوی جن لوگوں کے ہاتھ چلی گئی تھی یہ کالے جادو کا عمل کرنے میں کامیاب ہونے ہی والے تھے۔ پھر تجھے تمہاری یہ بیوی کبھی بھی نہ ملتی لیکن تم کو تمہارا ذکر پھر اس تک کھینچ لایا۔ تمہاری مدد غیب سے ہوتی رہی اور تم نے آخر میں جو کچھ کیا اس سے ان کا عمل ہی ان کی بربادی کا سامان ہوگیا۔ تم بڑھ کر جیت گئے۔'' شمک کو تاسف ہورہا تھا۔

''کیونکہ میری زبان پر اس اللہ کا ذکر ہوتا تھا۔ میں دل ہی دل میں اسی سے مدد مانگتا تھا۔ مجھے اسی پر یقین ہے۔ اس کے کلام پر مجھے بھروسہ ہے۔ میں نے اسی پر عمل کیا۔'' اولیس کے ارادے میں مضبوطی تھی۔

''اسی چیز کو دیکھ کر میں تمہارے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں۔ تاکہ تجھے سب کچھ بتادوں اور دوستی کا روپ ایک طرف رکھ کر میں کھل کر تجھے بتادوں کہ اب میں وہ چال چلنے والا ہوں جس سے تم دونوں میں دوری ہوجائے گی۔ تم دونوں برباد ہوجاؤ گے اور مجھے یہ کھیل کھیلتے ہوئے اور بھی مزہ آنے لگے گا۔''

''تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ تم نے مجھے دوستی کی آڑ میں دھوکہ دیا تھا۔ میں تمہاری باتوں میں آجاتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔'' اولیس اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

''تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اب میں کیا کرنے والا ہوں۔'' شمک درشتی سے بولا۔

''تم ڈرپوک ہو۔ تم چھپ کر وار کرنا جانتے ہو۔ تمہارے اندر ہمت ہے تو تم میرے سامنے آؤ اور میرا مقابلہ کرو۔'' اولیس اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"تم نے ابھی میری طاقت کا مظاہر نہیں دیکھا کیا؟" شمک اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"اور تم میرے ایمان کی طاقت بھول گئے ہو کیا؟" اویس کہتا ہوا اس کی طرف اور بڑھا۔

"تمہاری بیوی کو میں تم سے اتنا دور کردوں گا کہ تم اس کی صورت دیکھنے کو بھی ترس جاؤ گے۔" شمک نے عینی کی طرف دیکھا۔

"تم ہمارا اب کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ یہ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔" اویس اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

"کیا مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔" شمک مسکرایا۔

"کیا تم مجھ سے لڑنے کی ہمت رکھتے ہو؟" اویس نے پوچھا۔

"اسی جگہ کھڑے کھڑے تجھے اُٹھا کر میں کہیں دور پھینک سکتا ہوں لیکن ایسا نہیں کروں گا۔ کل تم نے مجھ سے تکرار کی تھی۔ اس تکرار کا مزہ بھی چکھانا ہے تجھے۔ میں اس جگہ سے جا رہا ہوں۔ تم بھی یہاں سے چلے جاؤ اور میری اگلی ملاقات کا انتظار کرو جو تمہارے لئے ایک عجیب بات لے کر آئے گی۔" شمک مسکرا رہا تھا۔

اویس اس کی طرف مسلسل بڑھ رہا تھا۔ دونوں میں چار فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ "ابھی بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔"

"ابھی تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا اور میری طرف آنا بند کرو۔ رک جاؤ اسی جگہ۔" وہ غصے سے بولا۔

"مجھ سے ڈرتے ہو۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"ہمت ہے تو میرا سامنا کرو۔" اویس اور بڑھا۔

"میں تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے ہی تو تمہارے سامنے کھل کر آیا ہوں۔ اپنی حقیقت بتا دی ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ مجھے دھوکے میں رکھ کر وار کیا ہے۔" شمک ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اویس اور شمک نے ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ "میں اسی لئے تو تمہاری طرف بڑھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ مجھے مار دینا چاہتے ہو تو مار دو۔"

"ابھی تجھے مار دینے کے دن نہیں آئے۔ تجھے ابھی بہت بھاگنا ہے۔ اپنی اور عینی کی زندگی کے لئے۔"

"لیکن میں تجھے مار دوں گا۔" اویس نے کہا اور اس تیزی سے اس کی کلائی پکڑ لی کہ شمک اس سے بے خبر ہی رہا۔ شمک نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"چھوڑ دو مجھے۔" شمک گھبرا گیا اور اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔" اویس کچھ پڑھ بھی رہا تھا۔

"میری کلائی چھوڑو......ورنہ......" شمک کے چہرے پر ایسی گھبراہٹ اس سے قبل اویس نے نہیں دیکھی تھی۔ اس نے اس کی کلائی اس لئے پکڑی تھی کیونکہ حافظ عبدالقدوس نے اسے کہا تھا کہ موقع ملے تو شمک کا ہاتھ پکڑ لینا۔ اگر شمک اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے اعلان جنگ واضح الفاظ میں کر دیا تھا تو اب اویس بھی اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ شمک کی دوستی اور دھوکہ دہی کے بیچ ہچکولے کھاتا رہا تھا، لیکن اب سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اور عینی کو اس کے شر سے بچانا چاہتا تھا۔ اس نے پروا نہیں کی تھی اور اس کی کلائی پکڑ لی تھی۔

شمک اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عجیب بات تھی کہ شمک میں اس سے اپنی کلائی چھڑانے کی طاقت ہی نہیں رہی تھی۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔ حافظ عبدالقدوس جانتے تھے۔ ان کے علم میں تھا۔ اسی لئے تو انہوں نے کہا تھا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ یہی سوچ کر اویس نے اس کی کلائی پکڑ لی تھی اور وہ کسی بچے کی طرح اس سے کلائی چھڑا رہا تھا۔ اس کی طاقت جیسے معدوم ہو رہی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے...... میں جھلس رہا ہوں...... انسانی ہاتھ میرے لئے تباہی ہے۔" شمک استدعا کرنے لگا۔ "میں تم دونوں کا پیچھا چھوڑ دوں گا...... میں دور چلا جاؤں گا......"

شمک اسے کھینچ رہا تھا لیکن اتنی طاقت نہیں تھی۔ اویس نے اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑی ہوئی تھی۔ پھر اویس نے دیکھا کہ جیسے شمک کے پاؤں ریت کے ذرے کی طرح بکھر رہے ہیں۔ اس کے پاؤں گم ہو رہے تھے۔

وہ کہتا رہا۔ چیختا رہا لیکن اویس نے نہیں چھوڑا۔ رفتہ رفتہ وہ ریت کے ذروں میں تبدیل ہوتا رہا۔ اس کی ٹانگیں غائب ہو گئیں اور ہوا کے ساتھ وہ ذرے دائیں بائیں بکھر گئے۔ اس کا دھڑ زمین کے ساتھ لگ گیا۔ اس کی طاقت اور بھی ختم ہو گئی اور پھر اسی طرح وہ ذروں میں تبدیل ہو کر اس جگہ سے مٹ گیا۔ اویس کے ہاتھ میں مٹھی بھر ریت رہ گئی۔

اویس نے متلاشی نگاہوں سے اپنی پانی کی خالی بوتل دیکھی اور پھر اسے اُٹھا کر اپنی مٹھی

میں پکڑی ریت کو بوتل میں منتقل کر دیا اور اس کا ڈھکن بند کر دیا۔ اس جگہ سکون سا ہو گیا تھا۔ فضا ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

اویس اور عینی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس جگہ سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑے۔

''اس کا کیا کرنا ہے؟'' عینی نے پوچھا۔

''کس کا؟'' اویس بولا

''جو بوتل میں ڈال کر پکڑا ہوا ہے۔'' عینی نے وضاحت کی۔

''یہ حافظ عبدولقدوس صاحب کو دوں گا۔ جو بھی کریں گے وہی کریں گے۔'' اویس نے جواب دیا۔

اس جگہ وہ ٹیکسی کھڑی تھی اور ڈرائیور بے زاری سے کھڑا تھا۔ وہ اویس اور عینی کو دیکھ کر چونکا۔

اویس اور عینی ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ سفر شروع ہو گیا۔ ڈرائیور کئی سوال پوچھتا رہا لیکن اویس اس کا ہر سوال ٹالتا رہا کہ بے چارہ ڈرائیور چپ ہو گیا۔ اویس اور عینی بہت خوش تھے۔ اویس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ساری بات حافظ عبدالقدوس صاحب کو بتا کر باقی زندگی ایسے شر سے بچ کر گزارنے کے لئے ان کی نصیحت پر عمل کرے گا۔

☆=======☆=======☆

رات ہو گئی تھی جب اویس اور عینی اپنے فلیٹ میں پہنچے تھے۔ دونوں آتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ اویس نے وہ بوتل جس میں ریت کے ذرے تھے سامنے ریک میں رکھ دی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اس بوتل کو غور سے دیکھا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہماری کیسی آفتوں سے بچ کر واپسی ہوئی ہے۔'' عینی کو کہتے ہوئے جھرجھری سی آ گئی تھی۔

''بہت خطرناک تھا۔ ایک آفت ختم نہیں ہوتی تھی اور دوسری مصیبت سامنے کھڑی ہوتی تھی۔ شکر ہے کہ تم تک قدرت نے رسائی کرا دی اور ہم پھر سے مل گئے۔'' اویس نے کہہ کر عینی کی طرف پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''اویس۔'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عینی نے ہولے سے اسے مخاطب کیا۔

''بولو عینی۔'' اویس جو پُرسکون ہو کر اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھا ہوا تھا، اس کے مخاطب

کرنے پر اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔

''اگر میں تم کو نہ ملتی تو۔'' عینی نے پوچھا۔ ''ہم بچھڑ جاتے تو کیا ہوتا؟''

''تو جانے کیا ہو جاتا۔'' اویس نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ ''ہم تو تباہ ہی ہو جاتے اور پھر تو سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا۔''

''ہم ہمیشہ کے لئے اگر بچھڑ جاتے تو پھر کیا ہوتا۔'' عینی نے خوف سے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر سوال کیا۔

''عینی ہم مل چکے ہیں۔ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور اس کا کسی سے ذکر بھی نہ کرنا۔'' اویس اس کے پاس ہوتا ہوا بولا۔ ''سمجھو تم نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اب تم جاگ گئی ہو اور سب کچھ ٹھیک ہے۔''

''جانے وہ دونوں میرا کیا حال کرنے والے تھے۔ وہ دونوں بہت خطرناک اور عجیب سے تھے۔'' عینی کو وہ سب پھر سے یاد آنے لگا تھا۔

''خدا کی مدد ہمارے ساتھ تھی اس لیے کچھ نہیں ہوا۔ اب تم سب کچھ بھول کر کچھ کھانے کا سوچو، بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' اویس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

عینی ابھی تک خوف کے حصار سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ''شاید میں ان باتوں کو کئی دنوں تک نہ بھول سکوں اور شاید کئی ہفتے لگ جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ باتیں میرے دماغ سے مٹ ہی نہ سکیں۔''

''وقت بہت کچھ بھول جانے پر انسان کو مجبور کر دیتا ہے۔ ابھی سب کچھ تمہارے دماغ میں تازہ ہے اس لئے تم ان باتوں سے باہر نہیں نکل رہی ہو۔ آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' اویس نے اسے حوصلہ دیا۔

عینی کی اچانک نگاہ اس بوتل کی طرف چلی گئی جس میں ریت کے ذرے تھے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف آ گیا۔ ''اویس تم اس بوتل کو کہیں پھینک آؤ۔ مجھے اس کی طرف دیکھ کر ہی خوف آ رہا ہے۔''

''یہ بوتل میں کل صبح حافظ صاحب کو دے کر آؤں گا۔ شاید وہ آ گئے ہوں۔ وہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کا کیا کرنا ہے۔'' اویس نے کہا۔

''لیکن مجھے اس بوتل کو دیکھ کر خوف آ رہا ہے۔'' عینی خوف سے سمٹ گئی۔ ''مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔''

’’تم کیوں ڈر رہی ہو عینی اب کچھ بھی نہیں ہے۔‘‘ اویس بولا۔ ’’یہ محض ایک بوتل ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جو میں اپنی تسلی کے لئے لے آیا تھا۔‘‘

’’تم اس بوتل کو اس جگہ سے ہٹا دو۔‘‘ عینی نے کہا۔ وہ خوفزدہ تھی اور اس نے اپنے چہرے کے آگے صوفے کی گدی کر لی تھی۔

’’ٹھیک ہے میں اس بوتل کو اسٹور میں رکھ آتا ہوں۔ کل صبح وہاں سے لے لوں گا۔‘‘

اویس اپنی جگہ سے اُٹھا اور وہ بوتل اُٹھا کر اسٹور روم کی طرف چلا گیا۔

عینی اس جگہ اکیلی ہی رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے تھے اور چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ اچانک ہی اسے خوف نے گھیر لیا تھا۔ اس نے دائیں بائیں اپنی نگاہیں گھما کر دیکھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس جگہ اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ اس کا وہم تھا، یا یہ اس کے اندر کا خوف تھا۔

اچانک کچھ گرنے کی آواز آئی، خاموشی میں وہ آواز بہت خوفناک تھی۔ عینی اس آواز کو سنتے ہی چیخ پڑی۔ اس کی چیخ سن کر اویس بھاگتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

’’کیا ہوا؟‘‘ اویس نے آتے ہی پوچھا۔

’’یہ کیا تھا۔‘‘ عینی بری طرح سے ہانپ رہی تھی۔

’’عینی کیا ہو گیا ہے۔ میں اچانک چلتے ہوئے گلدان سے ٹکرا گیا تھا اور وہ ٹوٹ گیا۔ اس کی آواز تھی۔‘‘ اویس نے بتایا۔

’’اویس مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔‘‘ عینی گھبرائی ہوئی تھی۔ ’’مجھے لگتا ہے کہ جیسے ابھی کوئی آ جائے گا۔‘‘

’’اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔‘‘ اویس نے اسے حوصلہ دیا۔ ’’تم ڈرنا اور گھبرانا چھوڑ دو۔‘‘

’’مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہاں کوئی ہے۔‘‘ عینی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ’’ہمارے آس پاس ہے کوئی۔‘‘

’’یہ تمہارا وہم ہے۔ اب یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔‘‘ اویس نے کہا۔ ’’اس فلیٹ میں صرف ہم دونوں ہیں۔‘‘

’’مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے۔‘‘ عینی کا خوف معدوم نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنی نظروں کو فلیٹ میں گھما رہی تھی۔

’’تمہارے ذہن سے ابھی وہ باتیں نہیں گئیں اس لئے تمہیں ایسا لگ رہا ہے۔ تم سب باتیں ذہن سے نکال دو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔‘‘ اویس نے اسے سمجھایا۔ ’’چلو تم منہ ہاتھ دھو لو میں کھانے کے لئے کچھ بازار سے لے آتا ہوں۔‘‘

عینی نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا اور اُٹھ کر باتھ روم کی طرف چل پڑی۔

☆=======☆=======☆

رات کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

دور تک کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس ویرانے میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں کے پتے خاموش تھے، اس کی ٹہنیوں پر دبک کر بیٹھے ہوئے پرندے سہمے ہوئے تھے، ایک عجیب سا سماں تھا۔

اچانک ہوا چلی اور ریت اور مٹی اُڑنے لگی۔ دور کوئی سایہ سا چلتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ پاس آتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی پکڑی ہوئی تھی جس کے سرے پر سانپ کا پھن بنا ہوا تھا اور لاٹھی بھی بل کھاتی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے لاٹھی کی بجائے سانپ کو پکڑا ہوا ہے اور سانپ اکڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ لمبے اور اُنگلیوں کے ناخن بڑھے ہوئے تھے۔

اس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس جگہ آ گیا جہاں شمک اس وقت کھڑا تھا جس وقت اویس نے اس کی کلائی پکڑی ہوئی تھی۔

اس نے اپنی گردن اوپر کی طرف اُٹھائی۔ اس کے بڑھے ہوئے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ آنکھیں اس اندھیرے میں بلی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ چہرہ ایسا خوفناک تھا کہ کوئی بھی پہلی نگاہ میں دیکھتے ہی ڈر جائے۔

اس نے دائیں بائیں دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لئے اور اپنی غراہٹ آمیز آواز میں بولا۔

’’جس نے تم کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے میں ان کو نہیں چھوڑوں گا...... شمک میں تجھے پھر طاقت دوں گا اور تم پھر سے کھڑے ہو جاؤ گے۔ میں تجھے پھر ان کے سامنے کھڑا کر دوں گا۔ میں ان دونوں کا جینا دوبھر کر دوں گا۔‘‘

اس کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کچھ پڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ پڑھ رہا تھا، ریت کے ذرے اپنی اپنی جگہ سے اُڑنے لگے تھے، پھر اس نے اپنے دونوں بازوؤں کو سمیٹا

اور اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر دیں۔ اس نے دانتوں پر دانت جما لئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ زور لگا رہا ہو۔

اسی طرح پندرہ منٹ گزر گئے۔ جو ریت کے ذرے اپنی جگہ سے اُٹھے تھے وہ پھر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس خوفناک صورت والے نے ایک بار پھر زور لگایا اور پہلے سے بھی کہیں زیادہ اس نے اپنے چہرے کو بھینچ لیا لیکن اس سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس نے جھلا کر آنکھیں کھول دیں اور پوری قوت سے زمین پر اپنا پیر مارا اور غصے سے بولا۔

''میرے پیارے دوست شمک مجھے معاف کر دینا میری طاقت تم کو پھر سے کھڑا کرنے کے لئے ناکام ہو گئی ہے لیکن میرا تم سے وعدہ ہے کہ میں ان دونوں کی زندگی کو اجیرن کر کے تباہ و برباد کر دوں گا۔ یہ وعدہ ہے میرا۔''

اس کے ساتھ ہی وہ اس جگہ سے پلٹا اور لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا اسی جانب چل پڑا جس طرف سے وہ آیا تھا۔ ایک بار پھر اس جگہ وہی خوف اور سناٹا چھا گیا تھا۔ دور تک ایسی خاموشی تھی جو رگوں میں خوف کو خون کے ساتھ جما دے۔

☆=======☆=======☆

ایک نئے دن کا آغاز ہو گیا تھا۔

اویس اور عینی کی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔ دونوں جب صبح اُٹھے تو ان کے ذہن ہلکے پھلکے ہو چکے تھے۔ بہت سی باتیں محو ہو چکی تھیں۔ جو کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا وہ انہیں کسی خواب کی طرح محسوس ہونے لگا تھا۔

عینی کو رات بہت خوف محسوس ہوتا رہا تھا۔ اس کا ڈر اسے بے چین کرنے لگا تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا رہا اس کا خوف اور ڈر معدوم ہوتا رہا تھا اور پھر ایسا بھی ہوا کہ عینی بالکل ہی بے خوف ہو گئی تھی۔ اس کے اندر کوئی ڈر اور خوف نہیں رہا تھا۔ دن کے نئے آغاز کے ساتھ تو وہ سب کچھ بھول ہی گئی تھی۔

اویس نے اپنے کمرے سے نکل کر عینی کی طرف دیکھا وہ کچن میں ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اویس نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ہیلو۔''

''ہائے۔'' عینی بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''کیسی ہو؟'' اویس نے پوچھا۔

''بالکل اے ون۔'' عینی نے خوش ہو کر جواب دیا۔

''کوئی ڈر کوئی خوف تو نہیں ہے۔'' اویس اس کے پاس چلا گیا۔

عینی نے جواب دیا۔ ''مجھے تو لگتا ہے جیسے وہ سب ایک خواب تھا۔ بالکل بھی محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ حیرت انگیز ہے کہ ہم ایک رات میں ہی نارمل ہو گئے ہیں۔''

''تمہارا کیا خیال تھا کہ ہم کئی دن تک ان واقعات کے شاک میں رہتے؟'' اویس نے اس کی طرف دیکھا۔

''کسی بھی صدمے اور تکلیف کے بعد اس کے اثرات تو کئی دن تک رہتے ہیں۔'' عینی نے انڈا فرائی کرنے کے لئے فرائی پین میں توڑ کر ڈالا۔

''کیا یہ ہماری خوش قسمتی نہیں ہے کہ ہم جلد ہی اس تکلیف سے باہر نکل آئے ہیں۔'' اویس نے اس کی مدد کی غرض سے ایک طرف سے پلیٹ اُٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی۔

''لیکن پھر بھی اثر تو رہے گا، لیکن ہمیں ہمت کر کے سب کچھ بھولنا ہوگا۔''

''میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے لئے شکر کا مقام ہے کہ ہم کو قدرت نے اس صدمے سے کئی دن تک دوچار نہیں ہونے دیا۔ میرا مطلب تھا کہ حیرت کی بات ہے کہ ہم اس صدمے سے باہر آ گئے ہیں۔'' عینی فرائی کیا ہوا انڈا پلیٹ میں ڈالنے لگی۔

''یہ شکر کا مقام ہے۔ تم شکر کرو۔'' اویس مسکرایا۔ ''اور ایسا مت سوچو۔''

''او کے تم یہ پلیٹ ڈائننگ ٹیبل تک لے جاؤ۔'' عینی نے پلیٹ اویس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم اب کوئی بھی ایسی بات نہیں سوچو گی اور ایک بات یہ کہ ہم ان باتوں کا ذکر کسی سے بھی نہیں کریں گے۔'' اویس نے تاکید کی۔

''میں جانتی ہوں۔'' عینی نے کہا۔ ''یہ بات تم مجھے پہلے بھی کہہ چکے ہو۔''

''میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔'' اویس بولا۔

''وہ کیا؟'' عینی نے اس کی طرف دیکھا۔

''میں اپنی چھٹیاں منسوخ کر کے دفتر جانا شروع کر دوں۔ تاکہ میں مصروف ہو جاؤں اور تم گھر میں لگ جاؤ۔'' اویس نے بتایا۔

''لیکن ابھی تم دفتر مت جانا۔'' عینی نے کہا۔

''کیوں......؟'' اویس نے سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں۔

''تمہاری چھٹیوں کا مجھے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ چند دن میرے ساتھ گزار کر پھر تم دفتر چلے جانا۔'' عینی مسکرائی۔

''چلو تین چار چھٹیاں ہم گھوم پھر کر گزار لیتے ہیں۔ پھر میں دفتر چلا جاؤں گا۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' اویس بولا۔

''حکم نہیں میری گزارش ہے۔'' عینی نے پیار بھری نظروں سے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کی گزارش بھی ہمارے لئے حکم سے کم نہیں ہے۔'' اویس نے اپنے سر کو تھوڑا سا خم کر دیا۔ جواب میں عینی مسکرا پڑی۔

☆=======☆=======☆

ناشتے سے فارغ ہو کر اویس سیدھا اسٹور میں چلا گیا۔

وہ بوتل جس میں مٹھی بھر ریت موجود تھی وہ اسی طرح پڑی ہوئی تھی جیسے کہ رات کو اویس نے رکھی تھی۔ اویس نے وہ بوتل اُٹھا کر دیکھی اور اسٹور سے باہر نکل آیا۔

''اسے کیوں اُٹھا لائے ہو؟'' عینی اس بوتل کو دیکھتے ہی بولی۔

''میں اس بوتل کو لے کر جا رہا ہوں۔'' اویس بولا۔

''کہاں لے کر جا رہے ہو؟'' عینی نے پوچھا۔

''میں اس بوتل کو حافظ صاحب کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ وہ ہی بتائیں گے کہ اس کا کیا کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ میں نے ایسے ہی اس ریت کو اس بوتل میں ڈال دیا ہو۔ جبکہ ایسی کوئی بات بھی نہ ہو۔'' اویس نے کہا۔

''تم اکیلے جا رہے ہو؟'' عینی بولی۔

''کسی کو ساتھ لے جاؤں کیا؟'' اویس نے سوال کیا۔

''میرا مطلب تھا کہ میں اکیلی ہی رہوں گی؟'' عینی نے کہا۔ ''میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتی ہوں۔''

''تم کو ڈر لگ رہا ہے کیا؟'' اویس بولا۔

''میں اکیلی بور ہو جاؤں گی۔'' عینی نے اس کی طرف دیکھا۔ ''تمہارے ساتھ جاؤں گی تو میرا دل لگ جائے گا۔ کچھ آؤٹنگ ہو جائے گی۔''

''تم بھی چلو تم ایسا کرنا کہ گاڑی میں بیٹھی رہنا میں اس بوتل کو حافظ صاحب کو دینے

کے بعد آ جاؤں گا۔ کچھ دیر ہم گھومیں گے اور دوپہر تک واپس آ جائیں گے۔'' اویس کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔

''دوپہر کا کھانا باہر سے کھا کر آئیں گے۔'' عینی بولی۔

''اوکے...... دوپہر کا کھانا کھا واپس آئیں گے۔'' اویس نے کہا۔

''تو میں تیار ہو جاؤں؟'' عینی خوش ہو گئی۔

''ہاں تم تیار ہو جاؤ۔'' اویس بولا۔

عینی کمرے میں تیار ہونے کے لئے چلی گئی۔ اویس نے وہ بوتل ایک میز پر رکھی اور خود گاڑی کی چابی لینے کے لئے سامنے ریک کی طرف چلا گیا۔

بوتل میز پر پڑی ہوئی تھی۔ اچانک بوتل نے ایسے حرکت کی جیسے میز پر کسی کی ٹھوکر لگی ہو اور بوتل گرتے گرتے بچی ہو۔ ایک بار پھر بوتل میں حرکت ہوئی اور اندر موجود ریت میں ایسا تلاطم برپا ہوا جیسے تیز ہوا کے ساتھ گرد و غبار اُڑتی ہے۔

جونہی اویس گاڑی کی چابی لے کر بوتل کی طرف گھوما، بوتل کے اندر اُٹھی ہوئی ریت اپنی جگہ بیٹھ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے بوتل میں کوئی تلاطم اُٹھا ہی نہ ہو۔

''عینی کیا تیار ہو گئی ہو تم؟'' اویس نے پکارا۔

''دو منٹ۔'' عینی کی آواز آئی۔

''خواتین کے دو منٹ بھی دو گھنٹوں کے برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ دو گھنٹے ختم ہو جاتے ہیں لیکن خواتین کے دو منٹ ختم نہیں ہوتے۔'' اویس بڑبڑاتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ بوتل اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر بوتل کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں بوتل پر جم گئیں۔

اویس بوتل کو غور سے دیکھنے لگا۔ یک دم دیکھتے دیکھتے اسے جھرجھری سی ہوئی اور اس نے اپنی نگاہیں بوتل سے ہٹا لیں۔

اسی اثنا میں عینی تیار ہو کر آ گئی۔ ''میں تیار ہوں۔''

''چلیں۔'' اویس بوتل کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

''ظاہر اب رک کر کیا کرنا ہے۔'' عینی نے کہا۔

''تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔'' اویس اس کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پیار سے بولا۔

"میں تو ہمیشہ ہی خوبصورت لگتی ہوں۔" عینی نے اپنی آنکھیں نچائیں۔ "شاید تم نے آج غور سے دیکھا ہے۔"

"لیکن آج تم کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی ہو۔" اویس نے کہا۔

"آج کیا ہے؟ چلو چلیں۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ تیار ہوتے ہوئے مجھے پھر سے وہ باتیں یاد آ گئی تھیں اور میں تو سوچتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ ایک بار پھر مجھے ان باتوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا کہ اگر کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"تم پھر ان باتوں کو سوچنے لگی ہو۔" اویس بولا۔

"میں نہیں سوچ رہی تھی میرے دماغ میں خود بخود یہ باتیں آ گئی تھیں۔" عینی نے بتایا۔ "میں کیا کرتی۔"

"جب دماغ میں ایسی باتیں آئیں تو سر جھٹک دیا کرو۔" اویس نے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا؟" عینی نے پوچھا۔

"سوچیں خود بخود نکل جایا کریں گی۔" اویس بولا۔

"سر جھٹک دینے سے سوچیں کیسے نکل سکتی ہیں۔ یہ تمہاری کوئی تھیوری ہے۔" عینی اس کی بات سن کر مسکرا پڑی۔

"یہ میرا ایجاد کیا ہوا فارمولا ہے۔" اویس بھی ہنسا۔

"رکھو اپنے پاس اپنے فارمولے اور چلو چلیں۔" عینی نے ہاتھ جھٹک دیا۔ دونوں باہر نکل گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ کار میں بیٹھے ہوئے حافظ صاحب کی طرف جا رہے تھے۔

☆=======☆=======☆

کار چلاتے ہوئے دونوں باتیں بھی کر رہے تھے۔ اویس کی کار کی رفتار اتنی تیز نہیں تھی۔ اسے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ تو گھومنے کے لئے بھی باہر نکلے تھے۔ حالانکہ اویس کے دل دماغ میں بھی ان کے ساتھ رونما ہونے والے تمام واقعات اسی طرح تازہ تھے، وہ بھی کئی بار ان باتوں کے بارے میں سوچ کر کانپ کر رہ جاتا تھا، لیکن اس نے اپنی یہ کیفیت عینی پر عیاں نہیں ہونے دی تھی۔ بلکہ وہ تو عینی کو اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ اُن باتوں کو بالکل بھول کر ایک نارمل زندگی کی طرف لوٹ جائے۔

حافظ صاحب کا گھر آ گیا تھا۔ اُن کا گھر ایک تنگ گلی سے گزر کر سامنے تھا۔ گاڑی اندر نہیں جا سکتی تھی۔ اس لئے اویس نے کار ایک طرف کھڑی کی اور بوتل پکڑ کر عینی سے بولا۔

"میں ابھی آیا۔"

"جلدی آ جانا۔" عینی بولی۔

"کہا ہے تو ہے کہ ابھی آیا۔" اویس نے کہا۔

"موبائل فون ساتھ لے جاؤ تاکہ اگر تمہیں دیر ہو جائے تو میں تم سے رابطہ کر سکوں۔" عینی بولی۔

"موبائل فون میری جیب میں ہے۔" اویس کہہ کر کار سے باہر نکلا اور سامنے کی تنگ گلی میں چلا گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں وہ بوتل پکڑی ہوئی تھی۔ وہ چلتا ہوا جا رہا تھا۔ اچانک سامنے سے آنے والا ایک میلا کچیلا بھکاری اس سے ٹکرا گیا، اویس اپنی سوچوں میں مخمور تھا، اچانک ٹکرانے سے اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ اس سے پہلے کہ اویس وہ بوتل اُٹھاتا بھکاری بولا۔

"معاف کرنا صاحب، غلطی ہو گئی۔"

"دیکھ کر چلا کرو۔" اویس بولا۔

"آپ کا بھی تو دھیان کہیں اور تھا۔" بھکاری نے کہا۔ "مجھے آپ بھی تو دیکھ نہیں رہے تھے۔ اس لیے دونوں کی برابر کی غلطی ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ اپنا کام کرو۔" اویس کہہ کر بوتل اُٹھانے کے لئے جھکا۔ اس سے بھی پہلے اس بھکاری نے وہ بوتل اُٹھا لی۔

"یہ بوتل مجھے دو۔" اویس بولا۔

"صاحب بھوکا ہوں۔ کچھ کھایا نہیں ہے۔ تھوڑی مدد ہو جائے تو میں دعا دوں گا۔" بھکاری نے معصوم سا چہرہ بناتے ہوئے استدعا کی۔

"یہ بوتل دو پھر دیتا ہوں کچھ۔" اویس نے بوتل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ "میں کہہ رہا ہوں کہ یہ بوتل مجھے دو۔"

"میں دعا دوں گا صاحب۔ کل سے کچھ نہیں کھایا۔" بھکاری نے جس ہاتھ میں بوتل پکڑی ہوئی تھی وہ پیچھے کر لیا تھا۔

"مجھے یہ بوتل دو۔ اس کے بعد میں بات کرتا ہوں۔" اویس کو غصہ آ گیا۔

"میرے بچے بھی آپ کو دعا دیں گے۔" بھکاری پر اویس کے غصے کا کوئی اثر نہیں تھا۔

"میں بھی آپ کو دعا دوں گا۔"

''میں کہتا ہوں کہ مجھے یہ بوتل دو۔'' اویس اس کی طرف بڑھا۔''اپنی یہ باتیں بند کرو اور یہ بوتل میرے حوالے کردو۔''

''بوتل میں کیا ہے جو آپ پریشان ہیں۔'' بھکاری نے بوتل اُٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے کرلی۔اویس نے جلدی سے بوتل پکڑنی چاہی لیکن بھکاری جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

''یہ بوتل میرے حوالے کردو۔کیا تجھے میری بات سنائی نہیں دے رہی ہے۔'' اویس اس کی طرف بڑھنے لگا جبکہ بھکاری بوتل لئے پیچھے ہٹنے لگا۔

''ایک دس کا نوٹ دے دو۔'' بھکاری نے کہا۔

اویس رک گیا اور اس نے جیب سے دس کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔''یہ لو اور مجھے یہ بوتل دے دو۔''

بھکاری نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اویس کے ہاتھ سے دس کا نوٹ جھپٹ لیا۔''میں یہ بوتل بھی رکھ لوں؟''

''نہیں یہ بوتل مجھے دو۔''

''اس میں ریت ہی تو ہے۔'' بھکاری نے بوتل کو ہلایا۔

''تم میری بات اس طرح سے نہیں سنو گے۔'' اویس نے دانت پیسے اور تیزی سے اس کی طرف بڑھا، وہ بھکاری پیچھے کی طرف بھاگ پڑا۔

''ارے رکو'' اویس نے تیز آواز میں اسے روکنا چاہا۔ بھکاری بھاگتے ہوئے رک گیا۔اس کا اویس سے کچھ فاصلہ تھا۔اویس کو ڈر تھا کہ کہیں یہ بوتل بھکاری نہ لے جائے۔

یک دم بھکاری نے بوتل کا ڈھکن کھولنا شروع کردیا۔

''اس بوتل کو مت کھولو۔رک جاؤ'' اویس دھاڑا کہ اردگرد کچھ لوگ اور بھی جمع ہو گئے۔ بھکاری پر اویس کی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اپنے گندے دانت نکال کر مسکراتے ہوئے اویس کی طرف دیکھا اور بوتل کا ڈھکن کھول کر اس کے اندر موجود ریت باہر بکھیر دی۔اویس خیرہ نگاہوں کے ساتھ اس کی طرف بے بسی سے دیکھتا ہی رہ گیا۔اس کے بعد بھکاری نے بوتل ایک طرف پھینکی اور زوردار قہقہہ لگایا۔

''ریت اُڑ گئی۔بوتل خالی ہوگئی۔قیدی آزاد ہوگیا۔'' وہ یہ کہتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا۔ جبکہ اویس دم بخود کھڑا تھا۔اس کو یک دم کئی اندیشوں نے گھیر لیا تھا۔وہ پریشان ہوگیا تھا۔اس نے سوچا کہ اس کے سامنے موجود وہ بھکاری کیا انسان ہی تھا؟ یا کہ انسان کے روپ

میں کوئی اور ہی تھا؟

یک دم اسے عینی کا خیال آیا۔جیسے کسی نے اس کے دماغ میں عینی کا خیال ڈال دیا ہو۔وہ بھاگتا ہوا کار کی طرف بڑھا۔کار دیکھتے ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ کار خالی تھی اور عینی اندر موجود نہیں تھی۔

اویس نے کار کے اندر جھانکا اور پھر اس کی متلاشی نگاہیں کبھی دائیں اور کبھی بائیں دوڑنے لگی تھیں۔عینی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔اویس پریشان ہوگیا کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔اویس نے جلدی سے اپنی جیب سے موبائل فون نکالا اور عینی کا نمبر ملا کر اسے کان سے لگا لیا۔عینی کے موبائل فون پر بیل جا رہی تھی لیکن وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔

اویس کی بے چینی اور پریشانی میں اضافہ ہوگیا تھا۔اس نے ایک بار پھر دور تک اپنی نگاہیں دوڑائیں۔اچانک موبائل فون کی گھنٹی سنائی دی اور اس نے اپنا موبائل فون جلدی سے دیکھا، اس کی اسکرین اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس موبائل فون پر بیل نہیں آرہی تھی۔

اس نے سوچا کہ شاید کہیں آس پاس سے آواز آرہی ہو۔جس جگہ وہ کھڑا تھا، اس کے قریب کوئی نہیں تھا۔موبائل فون کی آواز اس کے پاس سے آرہی تھی۔یک دم اس نے غور کیا تو موبائل فون کی گھنٹی کی آواز اس کی کار سے آرہی تھی۔

اویس نے پاگلوں کی طرح کار کے اندر موبائل فون تلاش کرنا شروع کردیا۔کار کی پچھلی سیٹ پر اسے جو موبائل فون پڑا دکھائی دیا اسے دیکھتے ہی وہ چونک پڑا۔کیونکہ وہ موبائل فون وہی تھا جس پر شمک رابطہ کیا کرتا تھا۔وہ موبائل فون کہیں کھو گیا تھا۔اچانک اس کی کار کی پچھلی سیٹ پر دیکھ کر اس کی حیرت میں دوچند اضافہ ہوگیا تھا۔

اس نے وہ موبائل فون اُٹھایا اور جونہی کان سے لگایا ایک آواز سنائی دی۔جو شمک کی آواز نہیں تھی۔اس آواز میں غراہٹ تھی۔لہجہ دھیما لیکن خوفناک تھا۔

''کیسے ہو مسٹر اویس؟''

''تم کون ہو؟'' اویس نے پوچھا۔

''میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے تم سوال کر رہے ہو؟'' دوسری طرف سے وہ اطمینان سے بولا۔

''کون ہو تم۔'' اویس نے ایک بار پھر دہرایا۔

''تم کار میں آرام سے بیٹھ جاؤ۔ہم اطمینان سے بات کرتے ہیں۔'' ایک بار پھر

دوسری طرف وہی لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔

''میرا کار میں بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔تم جو بات کرنا چاہتے ہو وہ کرو۔'' اویس کی نگاہیں دائیں بائیں بھی گھوم رہی تھیں اور اس کی مضطرب حالت اسے بے چین کئے ہوئے تھی۔وہ عینی کے بارے میں بھی پریشان تھا کہ وہ اچانک کہاں چلی گئی ہے۔

''مجھے اپنے آس پاس تلاش کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں کہیں ادھر اُدھر نہیں ہوں۔ میں بھی شمک کی طرح تمہارے اس موبائل فون میں گھس کر بیٹھا تم سے بات کر رہا ہوں۔'' اس کی آواز میں ہلکی سی ہنسی کا احساس ہوا۔

''تم کون ہو؟'' اویس اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

''میں شمک نہیں ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''تم شمک کو کیسے جانتے ہو؟'' اویس نے پوچھا۔

''کیونکہ وہ میرا دوست تھا۔'' اس نے کہا۔

''کیا چاہتے ہو تم؟'' اویس بولا۔

''تجھے بتانا چاہتا ہوں۔'' وہ کہہ کر چپ ہو گیا۔شاید وہ اویس کی بے چینی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''کیا بتانا چاہتے ہو؟'' اویس کی بے چینی اور بھی بڑھ گئی۔

''میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ میں آ گیا ہوں۔'' اس کے لہجے میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اویس چونکا۔

''خیر یہ بات بعد میں بھی کر لیں گے۔ فی الحال تم ایک بات غور سے سنو۔اس جگہ سے کچھ فاصلے پر ریلوے کی پٹڑی گزرتی ہے۔اُس طرف جتنی تیز بھاگ سکتے ہو بھاگو۔کیونکہ تمہاری بیوی اس پٹڑی کی طرف جا رہی ہے۔وہ گم صم اس طرف جاتی رہے گی۔اسے کوئی ہوش نہیں ہے لیکن جب تم اس کو ہاتھ لگاؤ گے تو اسے ہوش آ جائے گا۔'' موبائل سے آواز آئی۔ ''جیسے کوئی نیند میں چلتا ہوا اچانک جاگ جاتا ہے، ایسا ہوگا۔''

اس کی بات سن کر اویس مضطرب ہو گیا۔''تم شمک ہی ہو؟''

''سوال کرنے کا وقت نہیں ہے۔ بیوی کو بچانا چاہتے ہو تو سوال مت کرو۔اس کی پرواہ نہیں ہے تو ہم اطمینان سے باتیں کر لیتے ہیں۔'' وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔''یاد رکھنا یہ موبائل تمہارے پاس ہی رہے۔اسے اپنے سے الگ مت کرنا۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ٹرین

بھی آ رہی ہے۔تمہاری بیوی بس چلتی جائے گی۔تمہارے چھونے سے پہلے وہ ٹرین کے نیچے بھی آ سکتی ہے۔''

اویس نے موبائل فون اپنے کان سے ایک طرف ہٹایا اور سیدھا سامنے ایک کریانے کی دکان والے کے پاس چلا گیا۔

''یہاں ریلوے ٹریک کس طرف سے گزرتا ہے۔'' اویس نے جاتے ہی سوال کیا۔

''ہیں جی؟'' دوکان دار کو ریلوے ٹریک کی سمجھ نہیں آئی تھی اس نے حیران ہو کر اویس کی طرف دیکھا۔

''ریلوے کی پٹڑی کس طرف سے گزرتی ہے؟'' اویس نے پھر پوچھا۔''مجھے جلدی بتاؤ۔''

''آپ کو وہ سامنے کی گلی کی طرف جانا پڑے گا۔اس کے آخر میں ریلوے پٹڑی ہے۔'' دکان دار نے سامنے ایک گلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔

''کیا ریلوے پٹڑی دور ہے اس جگہ سے؟'' اویس نے سوال کیا۔

''بس اس گلی کے ختم ہوتے ہی سامنے ریلوے پٹڑی آ جائے گی اور یہ گلی اتنی لمبی نہیں ہے۔'' دکاندار جواب دیا۔

اویس نے اس گلی کی طرف دوڑ لگا دی۔ جبکہ دکان دار اپنا کام چھوڑ کر حیرت سے اویس کو بھاگتا ہوا دیکھنے لگا۔

☆=======☆=======☆

عینی گم صم چپ سیدھی چلی جا رہی تھی۔

اس کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن دماغ سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا تھا۔اس کا ذہن خالی تھا اور وہ ریلوے ٹریک کی طرف چلی جا رہی تھی۔اس کے قدم اس طرف اُٹھ رہے تھے اور اسی ٹریک پر ایک ٹرین دوڑتی ہوئی آ رہی تھی۔

عینی چلتی جا رہی تھی۔اس کے آس پاس سے کون گزر رہا ہے اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔وہ کس طرف جا رہی ہے اس کا بھی اسے پتہ نہیں تھا۔وہ کیوں جا رہی ہے اس کے دماغ میں یہ سوال بھی نہیں تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے عینی نیند میں چلتی ہوئی جا رہی ہو۔وہ اپنی گردن گھما کر دائیں بائیں بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔کسی نہ نظر آنے والی قوت نے جیسے عینی کا ہاتھ تھام رکھا تھا اور عینی اس کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

سامنے ریلوے ٹریک آ گیا تھا۔ دور ٹرین دوڑتی ہوئی اس طرف آ رہی تھی۔ ٹرین اور عینی کے چلنے کی رفتار میں یہ فرق تھا کہ جب عینی اس ٹریک پر قدم رکھتی تو ٹرین اس کے سر پر موجود ہوتی یا پھر کچھ دیر کے بعد وہ عینی کو کچل دیتی۔

عینی نے گلی بھی عبور کر لی تھی اور وہ کچے میں اُتر گئی تھی۔ کچھ ہی فاصلے پر ریلوے کی پٹڑی تھی اور ٹرین اسی پٹڑی پر آتی ہوئی دکھائی دینے لگی تھی۔

عینی پٹڑی سے کچھ ہی فاصلے پر تھی اور ٹرین بھی سر پر پہنچ چکی تھی، جبکہ اویس بھاگتا ہوا اس کی طرف جا رہا تھا۔ عینی نے اپنا پیر اس پٹڑی پر رکھا اور اس پٹڑی کے درمیان میں اس جانب چلنے لگی جس طرف تیزی سے ٹرین آ رہی تھی۔ ٹرین کے ڈرائیور نے اسے دیکھتے ہی تیز ہارن دیا۔ ابھی ٹرین کا اس سے فاصلہ تھا۔

''عینی......'' اویس پاس پہنچ گیا تھا اس نے فلک شگاف لہجے میں اسے آواز دی لیکن عینی کو کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں چلتی رہی۔

عینی ٹرین کی طرف جا رہی تھی اور ٹرین اس کی طرف بھاگتی ہوئی آ رہی تھی...... فاصلے کم ہو رہے تھے۔ اویس تیزی سے بھاگتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف لے گیا۔

ادھر اویس نے عینی کو چھوا اور اُدھر عینی کو جیسے ہوش آ گیا، جیسے وہ ایک دم گہری نیند سے اُٹھ گئی ہو۔ وہ خالی خالی نظروں سے کبھی اویس کو اور کبھی اپنے سامنے گزرتی ہوئی ٹرین کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہی تھی۔

ٹرین دوسری پٹڑی پر دوڑتی ہوئی گزرنے لگی۔ دونوں ایک طرف کھڑے تھے۔ جب ٹرین گزر گئی تو عینی نے متحیر نگاہوں سے اویس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ہوا؟ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

''چلو میرے ساتھ چلو۔'' اویس اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف جانے لگا۔ ''ہم ایک اور مصیبت سے بچ گئے ہیں۔''

''کیا ہوا کیا ہے۔'' عینی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''بعد میں بتاتا ہوں پہلے یہاں سے نکلو۔'' اویس اس جگہ سے جلدی سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں کچھ اور نہ ہو جائے۔

''میں یہاں کیسے پہنچی...... ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔'' عینی حیران تھی۔ ''اویس تم...

بتا کیوں نہیں رہے ہو؟''

''ہر سوال کا جواب مل جاتا ہے۔ ہمیں اس جگہ سے جلدی سے نکلنا ہے۔'' اویس اسے تیزی سے ایک طرف لے گیا تھا۔ دور کھڑے لوگ ان کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

اویس عینی کو کار تک لایا اور پھر جونہی وہ کار اس علاقے سے نکال کر سڑک پر لایا ہی تھا کہ اس کا وہی موبائل فون پھر بول پڑا۔ عینی دم بخود اس کے برابر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ابھی تک اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی گہری نیند سے جاگی ہے۔

''ہیلو۔'' اویس نے کہا۔

''تمہاری بیوی بچ گئی۔'' وہ کہہ کر ہولے سے ہنسا۔ اس کی آواز اس طرح سے اویس کو سنائی دے رہی تھی جیسے وہ کسی خالی کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی آواز گونج رہی تھی۔

''تم کون ہو؟'' اویس نے سوال کیا۔ ''مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔ ہمارے ساتھ اس طرح سے کیوں کر رہے ہو؟''

''میرے بارے میں جاننا ضروری نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ سوال بار بار پوچھ کر اپنا وقت ضائع مت کرو۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔'' اویس بولا۔ عینی اس کی طرف متحیر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''میں وہی چاہتا ہوں جو شمک چاہتا تھا۔'' آواز آئی۔

''وہ کیا چاہتا تھا؟'' اویس چونکا۔

''وہ تمہاری بربادی چاہتا تھا لیکن تم نے میرے دوست کو برباد کر دیا اور میں اس کا انتقام لینے کے لئے کھیل اسی جگہ سے شروع کر رہا ہوں جہاں سے تم نے ختم کرنا چاہا تھا۔'' اس کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

''میرے سامنے آ کر بات کرو۔'' اویس نے غصے سے کہا۔

''میں تمہارے سامنے آ چکا ہوں۔'' وہ بولا۔

''کب میرے سامنے آئے تھے۔'' اویس نے پوچھا۔

''تم سے میں مل چکا ہوں۔ یاد کرو۔'' وہ ہنسا۔

اویس سوچنے لگا۔ ''کیا تم وہ بھکاری تو نہیں ہو؟''

اویس کو اس کے ہنسنے کی آواز آئی۔ ''خیر چھوڑو اس بات کو...... میں تم سے پھر بات کروں گا۔ ابھی تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔'' اس نے کہا اور موبائل فون میں خاموشی چھا گئی۔

''ہیلو...... ہیلو......'' اویس بولنے لگا لیکن پھر اس نے جھلا کر موبائل فون ایک طرف رکھ دیا۔ وہ اس کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا۔

''کس کا فون تھا؟'' عینی نے پوچھا۔

''بتاتا ہوں۔'' اویس نے کہہ کر کار کی رفتار تیز کر دی۔

☆=======☆=======☆

اویس راستے میں ہی عینی کو سب کچھ بتا چکا تھا۔

وہ سب باتیں سن کر عینی پریشان ہی نہیں بلکہ خوفزدہ بھی ہو گئی تھی۔ کئی اندیشے اور سوچوں کے سانپوں نے اس کی دل و دماغ پر کنڈلی مار لی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

دونوں واپس فلیٹ میں آ گئے تھے۔ اویس سوچ رہا تھا کہ بہ مشکل اس نے شمک سے چھٹکارہ حاصل کیا تھا، اوپر سے اس کے دوست کے روپ میں وہ اسے پریشان کرنے کے لئے آ گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس کا دوست کہتا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ انتقام میں شمک سے بھی زیادہ سفاک ثابت ہو اور اس خیال کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ شمک ہی ہو، اس نے اپنا روپ بدل لیا ہو۔

اویس پریشانی اور سوچوں کے گرداب میں کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس سے چھٹکارہ کیسے پائے۔ بھکاری کے روپ میں آ کر اس نے اویس کو حافظ صاحب تک جانے نہیں دیا تھا۔ بلکہ اس نے وہ بوتل بھی حافظ صاحب تک نہیں جانے دی تھی۔ اویس اسی لئے واپس آ گیا تھا کیونکہ اس کے دل میں یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں وہ اس کو وہاں تک جانے سے روکنے کے لئے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

''کیا سوچ رہے ہو۔'' عینی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے پوچھا۔

''سوچ رہا ہوں کہ ہماری زندگی میں آیا ہوا یہ طوفان کیسے ختم ہو گا۔'' اویس نے دھیرے سے جواب دیا۔

''ہم یہ شہر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔'' عینی بولی۔

''یہ تم پہلے بھی کہہ چکی ہو۔'' اویس بولا۔

''میرے پاس اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے۔'' عینی نے کہا۔ ''بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ شہر چھوڑ دیں۔''

''ہم کہیں بھی چلے جائیں وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔'' اویس نے اُٹھ کر فریج کھولی اور پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی ڈال کر پھر اسی جگہ آ گیا۔

''پھر کیا کریں؟'' عینی نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''مجھے سوچنے دو۔'' اویس نے پانی کا خالی گلاس ایک طرف رکھ کر معنی خیز لہجے میں کہا۔

''ہم اس کے بارے میں کسی اور کو بھی بتاتے ہیں۔ شاید وہ کوئی حل بتا سکے۔'' عینی نے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''کس کو بتاؤں۔ کون ہے جو ہماری اس سلسلے میں مدد کر سکے۔ ایک حافظ صاحب ہیں۔ وہاں تک اس نے پہنچنے ہی نہیں دیا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ واپس بھی آئے ہیں کہ نہیں۔'' اویس کو غصہ سا آنے لگا تھا۔

''میں ابو سے بات کرتی ہوں۔'' عینی نے خیال ظاہر کیا۔

''وہ کیا کریں گے۔'' اویس نے کہا۔

''وہ کوئی تو حل نکالیں گے۔ کوئی تو راستہ بتائیں گے۔'' عینی بولی۔

''میں نہیں چاہتا کہ کسی کو پتہ چلے۔ ہم تو پریشان ہیں ہی کوئی اور بھی ہماری وجہ سے پریشان ہو اور کہیں وہ بھی اس کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔'' اویس بولا۔ ''پھر ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے۔''

''تو کیا پھر اکیلے ہی لڑتے رہیں گے؟'' عینی نے کہا۔

''بس ایک ہی اُمید ہے۔'' اویس بولا۔

''وہ کون سی؟'' عینی نے جلدی سے پوچھا۔

''حافظ صاحب۔'' اویس نے کہا۔

''ان کے پاس جانا مشکل ہے۔'' عینی سوچنے لگی۔

''لیکن میں ایک کوشش اور کروں گا۔'' اویس مصمم ارادے سے بولا۔

''اور اگر کچھ ہو گیا تو؟'' عینی نے اس کی طرف دیکھا۔

اویس بولا۔ ''کوشش نہ کرنے پر بھی تو کچھ نہ کچھ ہو ہی رہا ہے۔ ہمت کر کے ایک کوشش

اور کرتے ہیں۔''

''پھر تم واپس کیوں آ گئے تھے۔ اسی جگہ سے چلے جاتے ان کے پاس۔'' عینی بولی۔

''ان سے اسی وقت بات ہو جاتی۔''

اویس نے جواب دیا۔ ''تب میں فیصلہ نہیں پایا تھا۔ میں اندیشوں میں گھر گیا تھا لیکن اب میں ۔نے سوچ لیا ہے۔''

''چلو ابھی چلتے ہیں۔'' عینی جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

''ابھی نہیں۔'' اویس نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر کب جانا ہے ان کے پاس۔'' عینی نے پوچھا۔

''مجھے کچھ انتظار کرنا ہے۔'' اویس نے ایک نظر اس موبائل فون کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے میز پر پڑا ہوا تھا۔

دونوں چپ ہو گئے تھے۔ دونوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ ساری سوچیں ایک ہی جگہ منجمد ہو گئی تھیں۔

☆=======☆=======☆

چار گھنٹے گزر گئے تھے۔

ان چار گھنٹوں میں اویس اور عینی نے آپس میں اتنی باتیں نہیں کی تھیں جتنا کہ اُنہوں نے سوچا تھا۔ اویس ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ وہ اس سے کیسے چھٹکارہ حاصل کرے، جبکہ یہ اندیشہ بھی اسے گھیرے ہوئے تھا کہ اگر اس سے وہ نجات حاصل کر لیتا ہے تو پھر کہیں کوئی اور آ کر ان کی زندگی میں داخل ہو کر کوئی ہلچل برپا نہ کر دے۔ یہ سلسلہ کہاں اور کیسے ختم ہو گا۔

اویس نے وہ موبائل فون اپنے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس موبائل فون پر اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ آگے کیا ہو گا اسے معلوم نہیں تھا۔

عینی سہمی ہوئی تھی۔ خوف اس کے جسم میں سانس کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ وہ کمزور تھی۔ اویس جیسی ہمت اس کے اندر نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا تھا۔ وہ اپنے سے زیادہ اویس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اس بات کی بھی سمجھ اویس کو نہیں آئی تھی کہ آخر یہ موبائل فون جو جانے کہاں گر گیا تھا۔ وہ پھر سے اس کے پاس آ گیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ جو بول رہا تھا وہ شمک ہی ہو۔ اس کا کوئی اور ساتھی نہ ہو؟ یہ بھی کوئی اس کی نئی شیطانی چال ہو۔

اچانک اویس اپنی جگہ سے اُٹھا اور عینی سے بولا۔ ''عینی اُٹھو چلیں۔''

''کہاں جانا ہے۔'' عینی نے پوچھا۔

''اس طرح سے کام نہیں ہو گا۔ ہم ابھی حافظ صاحب کے پاس جائیں گے دعا کرو کہ وہ آ گئے ہوں اور ہمیں مل جائیں۔'' اویس نے بتایا۔

''لیکن......'' عینی نے کچھ کہنا چاہا۔

''لیکن ویکن کا وقت نہیں ہے۔ بس ابھی چلیں۔ دیکھ لیں گے جو بھی ہو گا۔'' اویس نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''اس طرح بیٹھ کر مجھے لگتا ہے جیسے ہم اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے چلو۔'' عینی بھی تیار ہو گئی۔

موبائل فون اُٹھانے کے لئے ابھی اویس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کی بیل بج اُٹھی۔ اُداسی کے اس ماحول میں موبائل فون کی گھنٹی ایسے بجی تھی جیسے کوئی فلک شگاف آواز میں چیخا ہو اور ماحول اور بھی زیادہ خوفناک اور دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ عینی تو ڈر گئی تھی جبکہ اویس کا ہاتھ اسی جگہ رک گیا تھا اور وہ موبائل کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

آخر اویس نے موبائل فون اُٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے وہی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''ایک بات کی داد دینی پڑے گی شمک کو۔ اس نے جدید دور کی اس ایجاد میں گھس کر بات کرنے کی جگہ خوب تلاش کی تھی۔''

''کیوں فون کیا ہے؟'' اویس نے مطلب کی بات کی طرف آتے ہوئے کہا۔ اُسے اس کی کسی بھی ایسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''ایسی غلطی مت کرنا جس سے مجھے غصہ آ جائے اور تمہاری زندگی میں ایسی آندھی چل پڑے کہ سب کچھ اُڑ کر راکھ بن جائے۔'' وہ بولا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اویس نے پوچھا۔ ''تم مجھے کس بات کے لئے دھمکی دے رہے ہو؟''

''تم اتنے بھی بچے نہیں ہو کہ سمجھ ہی نہ سکو۔'' وہ کہہ کر چپ ہو گیا۔

''ایک بات بتاؤ۔'' اویس بولا۔

''پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔'' اس نے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" اویس نے پوچھا۔

"اپنے دوست کا انتقام چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تم کون ہو۔" اویس بولا۔

"دشمک کا دوست ہوں۔ بس ایک ہی دوست ہوں۔ تمہاری بربادی چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی کام نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "کیونکہ تم نے میرے دوست کو برباد کیا ہے۔ اس کا حال بُرا کردیا تھا تم نے۔"

"تم کہاں ہو میرے سامنے آکر بات کرو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" اویس نے سامنے دیکھا۔

"جب ملاقات کا وقت آئے گا تو مل بھی لوں گا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"ابھی ملو مجھ سے۔ ابھی اسی وقت۔" اویس مضطربانہ انداز میں چیخا۔

"تمہاری بیوی کسی بھی وقت ایسے ہی چلنا شروع کرسکتی ہے جیسے کہ کوئی نیند میں چل رہا ہو۔ اس کا ایک نظارہ تم دیکھ چکے ہو۔ بس تمہارے چھونے سے وہ ٹھیک ہوگی، ورنہ وہ موت کے منہ بھی جاسکتی ہے۔" اس نے کہہ کر ایک قہقہہ لگایا۔

"میری بیوی کے ساتھ ایسا مت کرو۔" اویس ایک بار پھر دھاڑا۔ پورے فلیٹ میں اس کی آواز گونجی۔

"ایسا تو میں کروں گا اور مجھے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔ میں نے پہلے بھی کیا تھا اور اس وقت بھی تمہاری بیوی اس فلیٹ سے باہر نکل چکی ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی اویس نے اپنے عقب میں کھڑی عینی کی طرف برق رفتاری سے گھوم کر دیکھا، وہ اس کے پیچھے نہیں تھی۔ اویس دم بخود دیکھنے لگا۔ ایک دم اس کی نگاہ فلیٹ کے دروازے کی طرف چلی گئی۔ وہ دروازہ کچھ کھلا ہوا تھا۔

"اپنی بیوی کو بچا سکتے ہو تو بچالو۔" وہ کہہ کر سفاکی سے ہنسا۔

اویس نے موبائل فون کان سے الگ کیا اور دروازے کی طرف دوڑ لگادی۔ باہر نکل کر اس نے دائیں بائیں دیکھا، کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگا اور دیوانہ وار سیڑھیاں اُترنے لگا۔

نیچے والی منزل پر بھی وہ اسے دکھائی نہیں دی۔ اس کی متلاشی نگاہیں دائیں بائیں گھوم رہی تھیں۔ اس کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ دل دھڑک رہا تھا۔ خوف اور اندیشے اس کے

دماغ میں بچھو کی طرح رینگ رہے تھے۔

اویس بھاگتا ہوا پھر سیڑھیوں کی طرف گیا اور پھلانگتا ہوا سیڑھیاں اُترنے لگا۔ اس منزل پر بھی عینی نہیں تھی۔

معاً اس کا موبائل فون بول پڑا اور اویس نے اسے کان سے لگالیا۔ وہ ہانپ رہا تھا۔

"وہ اس جگہ نہیں ہے۔" آواز آئی۔

"کہاں ہے عینی...... مجھے بتاؤ کہاں ہے عینی۔" اویس غصے اور بے چینی سے چیخا کہ ایک فلیٹ میں داخل ہوتی ہوئی بوڑھی عورت چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نیچے نہیں ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"پھر کہاں ہے؟" اویس بولا۔

"اوپر کی منزل پر چلے جاؤ۔ اس عمارت کی چھت پر جاؤ۔ وہاں تک جانے کے لئے تجھے دروازہ کھلا ملے گا۔" اس نے بتایا۔

اویس اسی وقت سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر کی جانب بھاگا، وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ آخری منزل پر پہنچا اور پھر وہاں سے وہ اس عمارت کی چھت پر چلا گیا۔ وہ بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔ سانس پھول چکی تھی۔

عمارت کی چھت پر کوئی بھی نہیں تھا۔ اویس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ دیوار کے پاس چلا گیا۔ نیچے بڑی سڑک دکھائی دے رہی تھی۔ جس پر ٹریفک دوڑ رہی تھی۔ اویس کو عینی کہیں بھی دکھائی نہ دی تو ایک بار پھر موبائل فون کی بیل ہوئی۔

"ہاں بولو وہ کہاں ہے۔" اویس چیخا۔

"سامنے سڑک کی طرف دیکھو۔" آواز آئی۔

اویس سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت اونچائی پر کھڑا تھا۔ سارا شہر جیسے اس کے سامنے تھا۔

"کیا ہے وہاں؟" اویس نے پوچھا۔

"غور سے دیکھو۔" وہ بولا۔

"تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو؟" اویس کی بے چینی بڑھتی ہی جارہی تھی۔

"تمہاری بیوی دکھانا چاہتا ہوں کہ دیکھو وہ اپنی ہی دُھن میں چلی جارہی ہے۔" اس کا لہجہ پُراسرار ہوگیا تھا۔

یہ بات سنتے ہی اویس نے غور سے سڑک کے کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ اُسے عینی کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

''کہاں ہے عینی......'' اویس نے غصے سے پوچھا۔

''چوراہے کی طرف دیکھو۔'' آواز آئی۔

اویس کی نگاہیں فوراً چوراہے کی طرف چلی گئیں۔ ریڈ سگنل کی وجہ سے ایک طرف سے ٹریفک رکی ہوئی تھی۔ اچانک اویس نے دیکھا کہ گرین سگنل کی طرف سے عینی چلتی ہوئی سڑک عبور کر رہی ہے۔

''عینی......'' اُسے دیکھتے ہی اویس چیخا لیکن اس کی آواز اس تک کیسے پہنچ سکتی تھی۔ وہ دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتی جا رہی تھی۔

''جاؤ اور بچا لو اپنی بیوی کو۔'' وہ کہہ کر خطرناک ہنسی ہنسا۔

اویس نے موبائل فون کان سے الگ کیا اور نیچے جانے کے لئے بھاگا۔ وہ اسی طرح نیچے پہنچا جیسے کہ وہ اُوپر آیا تھا۔ وہ اس بھاگ دوڑ میں تھک گیا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ سانس پھول گئی تھی۔ جب وہ عمارت کے گیٹ کے پاس پہنچا تو اس سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ گیٹ پکڑ کر رک گیا اور سانس لینے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی اویس گر جائے گا۔ اس کا دھڑکتا ہوا دل بند ہو جائے گا۔ اس کی سانس کی ڈوری ٹوٹ جائے گی لیکن اسے ہمت کرنی تھی۔ عینی کی موت اور زندگی کا معاملہ تھا۔

اویس کی یہ حالت دیکھ کر چوکیدار بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا اور پوچھا۔ ''سر خیریت تو ہے۔''

''آئی ایم او کے۔'' اویس بہ مشکل بولا۔ چوکیدار، اویس کے پاس کھڑا رہا جبکہ اویس لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ جب اس کی سانس اور دل کی دھڑکن کچھ ٹھیک ہوئی اور وہ چلنے کے قابل ہوا تو وہ اس سڑک کی طرف بھاگا جہاں اس نے عینی کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

اویس کے لئے چلنا دوبھر ہو رہا تھا لیکن اس کے اندر جانے کہاں سے ہمت آ گئی تھی کہ وہ بھاگتا جا رہا تھا۔ اس چوراہے کے پاس پہنچا تو دائیں بائیں اور سامنے کہیں بھی عینی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

چلتی ہوئی ٹریفک کے بیچ سے گزر کر اویس نے سڑک عبور کی اور ایک تیز رفتار کار اس سے ٹکراتی ہوئی بھی بچی۔ غین وقت پر کار والے نے کار کی بریک لگا لی تھی ورنہ اویس کو وہ کچل

دیتی۔ اویس کے دل و دماغ پر عینی کی تلاش سوار تھی وہ کچھ پروا کئے بغیر سڑک عبور کر کے دوسری طرف گیا اور پھر ایک طرف بھاگنے لگا۔ جبکہ اس کار کا ڈرائیور اپنا سر باہر نکال کر غصے سے جو اس کے منہ میں آ رہا تھا وہ اویس کو کہہ رہا تھا۔

عینی کا کہیں بھی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ دور تک کہیں بھی عینی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اویس ہانپتا ہوا کھڑا تھا۔ اُس نے دائیں بائیں بھاگ کر عینی کو اچھی طرح سے تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر لی تھی۔ اچانک اس کے کندھے پر کسی نے عقب سے ہاتھ رکھا تو اس نے جلدی سے اپنے پیچھے دیکھا۔

اس کے عقب میں اویس کے چچا جان کھڑے تھے۔

''اویس کیا ہوا ہے...... تم بھاگتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جا رہے ہو میں کب سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔'' چاچا جان کے لہجے میں تشویش تھی۔

اویس نے کچھ دیر تک چاچا جان کا چہرہ دیکھا اور پھر سوچا کہ اس کے سوا کوئی حل نہیں ہے کہ وہ ساری صورتِ حال سے چچا جان کو آگاہ کر دے۔ ایک بار پھر عینی اُس سے دور ہو گئی تھی۔ چنانچہ سڑک کے فٹ پاتھ پر ایک طرف ہو کے اویس نے اختصار سے شمک سے ملنے سے لے کر اب تک کی ساری بات ان کے گوش گزار کر دی۔ اویس کی باتیں سن کر چچا جان بھی دم بخود رہ گئے۔

چچا جان نے اویس کا جائزہ لیا اور پھر بولے۔ ''وہ موبائل دکھانا۔''

اویس نے اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ چچا جان نے ہاتھ لگائے بغیر اس موبائل فون کو دیکھا اور بولے۔

''تمہارے پاس دوسرا موبائل فون ہے جس پر رابطہ ہو سکتا ہے؟''

''ہاں وہ بھی ہے۔'' اویس نے بتایا۔

''تمہیں یہ سب کچھ بہت پہلے مجھے بتا دینا چاہئے تھا۔ ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔'' چاچا جان بولے۔

''لیکن......'' اویس کی دانست میں تھا کہ چاچا جان اس کی بات سن کر اس کی مدد کریں گے کوئی راستہ بتائیں گے لیکن وہ تو جانے کی بات کر رہے تھے۔

چاچا جان نے اویس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے بولنے ہی نہیں دیا۔ پھر انہوں نے اشارے سے اُسے بتایا کہ وہ جا رہے ہیں۔ چاچا جان ایک طرف تیزی سے چل پڑے۔ جبکہ

اویس حیران اور پریشان اسی جگہ کھڑا رہا۔

☆=======☆=======☆

اویس نے پوری کوشش کر لی تھی لیکن عینی کہیں نہیں ملی تھی۔ وہ ڈیڑھ گھنٹے سے ان ہی سڑکوں پر بھاگ رہا تھا۔ اچانک اس کا موبائل فون بج اُٹھا۔ اویس نے موبائل فون آن کر کے کان کو لگا لیا۔

''اویس میں تمہارا چاچا بول رہا ہوں۔ تم کچھ مت بولنا۔ بس میری یہ بات سنو کہ تم اسی وقت اپنے فلیٹ میں چلے جاؤ۔ ابھی اور اسی وقت چلے جاؤ۔ میں تم سے دوبارہ رابطہ کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر چاچا جان نے فون بند کر دیا۔

اویس حیرت واستعجاب کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چاچا جان کیا کررہے ہیں۔ وہ عینی کو تلاش کررہا تھا وہ مل نہیں رہی تھی جبکہ چاچا جان کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے فلیٹ چلا جائے اور پھر انہوں نے اویس کو بولنے بھی نہیں دیا تھا۔

اویس نے کچھ دیر اس جگہ کھڑا ہو کر سوچا اور پھر چاچا جان کی بات پر عمل کرنے کا سوچتے ہوئے اپنے فلیٹ کی طرف چلا گیا۔

فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ اویس جب فلیٹ سے باہر نکلا تھا تو اسے یاد نہیں تھا کہ وہ دروازہ کھلا ہی چھوڑ گیا تھا کہ بند کر کے گیا تھا۔ شاید اندر کوئی تھا۔ اویس کو خیال آیا کہ چاچا جان اندر نہ ہوں۔ اس نے ہولے سے دروازے پر دستک دی تو جس نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی اویس چونک پڑا۔ کیونکہ دروازہ کھولنے والی عینی تھی۔

''تم کہاں چلے گئے تھے۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' عینی اسے دیکھتے ہی بولی۔

''تم کب آئی؟'' اویس نے پوچھا۔

''کہاں سے؟'' عینی نے سوال کیا۔

''تم یہاں سے چلی گئی تھی اور میں تمہاری تلاش میں نکلا تھا۔'' اویس اس کے ساتھ اندر آ گیا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے اویس۔ میں تو کہیں گئی ہی نہیں تھی۔ فلیٹ میں ہی تھی۔ بلکہ مجھے تو ڈر لگنے لگا تھا۔'' عینی نے کہا۔

اویس کو حیرت تھی۔ معاً اس کا موبائل فون پھر بجا اور اس نے کان سے لگا لیا۔ دوسری

جانب اس کے چچا جان بول رہے تھے۔

''اویس کوئی سوال جواب مت کرنا۔ میں حافظ صاحب کے شاگرد کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ ان کی پڑھائی سے ہی عینی کی واپسی ہوئی تھی اور اسے ہوش آیا تھا۔ اندھیرا ہونے ہی والا ہے۔ تم عینی کو لے کر میرے فارم ہاؤس میں پہنچ جاؤ۔ وہاں ملاقات ہوتی ہے۔''

یہ کہتے ہی چاچا جان نے پھر فون بند کر دیا۔ اویس نے سوچا کہ اس کے چچا جان اس کے لئے کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔

''کس کا فون تھا؟'' عینی نے پوچھا۔

''کسی کا بھی نہیں۔'' اویس اس صوفے پر گر سا گیا۔ وہ بری طرح سے تھک گیا تھا۔

☆=======☆=======☆

اندھیرا ہوتے ہی اویس عینی کو لے کر فارم ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ عینی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے دو، تین بار پوچھا تھا تو اویس نے جواب دینے کی بجائے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔

جب وہ فارم ہاؤس پہنچے تو اندھیرا پوری طرح سے چھا گیا تھا۔ شہر سے ذرا ہٹ کر بنا ہوا فارم ہاؤس درختوں کے وسیع جھنڈ میں تھا۔ اس کے آس پاس اور بھی کئی فارم ہاؤس بنے ہوئے تھے۔

فارم ہاؤس کے دروازے پر چاچا جان کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جونہی ان کی کار قریب آئی، دونوں باہر نکلے، چاچا جان ان کو اشارہ کر کے ایک طرف لے گئے۔

اویس اور عینی ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ درختوں کو عبور کر کے وہ ایک طرف پہنچے تو وہاں ایک جگہ لکڑیوں کو جمع کر کے خوب آگ روشن کی ہوئی تھی۔ آگ کا الاؤ بلند تھا اور اس کی روشنی ارد گرد پھیل رہی تھی۔

''مجھے وہ موبائل دو۔'' چاچا جان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اویس نے جونہی جیب سے وہ موبائل نکالا اس کی بیل ہونے لگی۔ اویس کا چاچا کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ اپنے کان کی طرف جانے لگا۔

''موبائل مت سننا۔'' چاچا جان چیخے۔ ''یہ موبائل مجھے دے دو۔''

اویس چونک گیا۔ اسی اثنا میں عینی نے ایک چیخ ماری جیسے وہ بری طرح سے ڈر گئی ہو اور ایک طرف کو بھاگ گئی۔ اویس موبائل فون دینا بھول گیا اور عینی کے پیچھے بھاگا۔

"عینی کیا ہوا......رک جاؤ۔"

"اویس موبائل مجھے دے دو۔" چاچا جان بھی اس کے پیچھے بھاگے۔

عینی کے بھاگنے کی رفتار غیر معمولی تھی۔ وہ بڑی تیز بھاگ رہی تھی۔ اس کے پیچھے اویس تھا اور اویس کے پیچھے چاچا جان بھاگ رہے تھے۔ اندھیرا تھا لیکن عینی ڈرتے ہوئے اور خوف سے دہشت زدہ بھاگ رہی تھی۔ موبائل پر مسلسل بیل ہو رہی تھی۔ جو اس سنسان جگہ پر چیخوں کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

"اویس موبائل فون مت سننا۔" چاچا جان نے پیچھے سے چیختے ہوئے کہا۔

اس عمر میں چاچا جان سے بھاگنا مشکل ہو رہا تھا۔ اویس کو عینی کی فکر تھی۔ اچانک اویس رکا اور اس نے موبائل فون نیچے زمین پر رکھ کر پیچھے آتے ہوئے چاچا جان کی طرف دیکھا اور پھر عینی کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

چاچا جان اس موبائل فون تک پہنچے، وہ موبائل فون اُٹھایا اور تیزی سے پلٹے۔ موبائل فون کی بیل مسلسل ہو رہی تھی۔ اس کی آواز تیز ہو گئی تھی۔ موبائل فون کی بیل سے خوف پیدا ہونے لگا تھا۔

چاچا جان بھاگتے ہوئے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ بھی رہے تھے جو انہیں حافظ صاحب کے شاگرد نے بتایا تھا۔ وہ آگ کے الاؤ کے پاس پہنچے انہوں نے کچھ دیر اور پڑھائی کی اور پھر موبائل فون اس آگ کے الاؤ میں پھینک دیا۔ ایک دم آگ کے الاؤ میں ایک دھماکہ سا ہوا اور پھر اس جگہ سکون چھا گیا۔

چاچا جان منہ ہی منہ میں مسلسل پڑھ رہے تھے۔ آگ کا الاؤ اسی طرح سے جلتا رہا اور کچھ دیر کے بعد اویس، عینی کا ہاتھ پکڑے آ گیا۔ چاچا جان نے دونوں کی طرف دیکھا اور مسکراہٹ عیاں کی۔

آگ جل رہی تھی۔ وہ تینوں اس جگہ کھڑے رہے۔ چاچا جان کے ہونٹ ہلتے رہے اور پھر رفتہ رفتہ آگ مدھم ہونے لگی۔ پھر آگ بجھ گئی اور پھر وہاں سلگتی ہوئی راکھ ہی رہ گئی۔

چاچا جان کی پڑھائی بھی ختم ہو گئی تھی۔ وہ عینی اور اویس کے پاس آئے اور بولے۔

"اب اس جن سے تم دونوں کی جان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوٹ گئی ہے۔ تمہاری بات سنتے ہی میں حافظ صاحب کے پاس چلا گیا تھا۔ وہ تو نہیں تھے لیکن ان کے ہونہار شاگرد مل گئے۔ میں نے ان سے بات کی اور میرا شک درست نکلا۔ کیونکہ وہ جن موبائل فون میں گھس کر

بیٹھا ہوا تھا۔ جو تمہاری باتیں سنتا تھا اور تم کیا کرنے والے ہو وہ بھی جان لیتا تھا۔ انہوں نے مجھے عمل بتایا اور ویسا میں نے کر دیا۔ جس سے وہ ایک ہی جگہ جکڑا گیا۔ اگر تم موبائل فون سن لیتے تو وہ آزاد ہو کر بھاگ جاتا۔"

"اب تو کوئی نہیں آئے گا ناں۔" اویس نے پوچھا۔

"اب کوئی نہیں آئے گا۔ سب کچھ راکھ ہو گیا ہے۔ اب کچھ نہیں ہو گا۔ سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔ اب کوئی ڈر اور خطرہ نہیں ہے۔ شیطانی چال ہمیشہ کے لئے دم توڑ گئی ہے۔" چاچا جان نے کہا اور دونوں کو لے کر وہاں سے چل پڑے۔

اویس اور عینی کے چہروں پر اب وہی اطمینان دکھائی دے رہا تھا جو شمک سے ملنے سے قبل تھا۔ وہ خوش تھے اور ان کے دلوں پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔

☆=======ختم شد=======☆